سیرت رسول ہاشمی ﷺ

خاکپائے محمد ﷺ

پروفیسر ڈاکٹر
علامہ ایاز ظہیر ہاشمی

شائع کردہ

نظریۂ پاکستان اکادمی

615/B دھمیال روڈ کلمہ چوک، راولپنڈی

0301-5592550 - 0333-5329356

ریجنل آفس: آفس نمبر 9 فسٹ فلور اقرا سنٹر غزنی سٹریٹ،

اردو بازار لاہور، 0300-4416761

ناشر

خزینہ علم و ادب

الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور ٧٣١٣١٦٩

Marfat.com

دیدہ زیب اور
خوبصورت کتب کا
واحد مرکز

۲۹۷۶۹۹۲۱۰
۹۲۸ م
69894

ناشر
الحاج محمد حسین گوہر
معاذ حسن

اہتمام واشاعت
نذیر احمد، طاہر نذیر

جملہ حقوق محفوظ ہیں

تحقیق وتالیف	:	علامہ ایاز ظہیر ہاشمی
تزئین وآرائش	:	باسط منیر، مشتاق احمد
سال اشاعت	:	نومبر 2005ء
قیمت	:	-/150 روپے (5 ڈالر)

Marfat.com

اِنتساب

عاشقانِ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

چوھدری ظہور الٰہی شہیدؒ

اور

چوھدری شجاعت حسین

کے نام

Marfat.com

سٹاکسٹ

مکتبہ رحمانیہ، اقرا سنٹر، اردو بازار لاہور 7355743
منیر برادرز، مین بازار جہلم، سعید بک بنک اسلام آباد
احمد بک کارپوریشن، اقبال روڈ، راولپنڈی
بنگش بک ڈپو، اردو بازار، سیالکوٹ
چوہدری بک ڈپو، مین بازار، دینہ
اسلامک بک سنٹر، اردو بازار، کراچی
ضیاء القرآن پبلشرز، گنج بخش روڈ، لاہور
فرید پبلشرز، نزد مقدس مسجد، اردو بازار، کراچی
کتاب گھر، علامہ اقبال روڈ، راولپنڈی
نیو الیاس کتب محل کچہری بازار، جڑانوالہ
ادریس کتاب محل، مین بازار منڈی سمبڑیال
عمر بک سنٹر جی ٹی روڈ سرائے عالمگیر 653057
چغتائی بک ڈپو ڈھڈیال آزاد کشمیر، اتفاق بک ڈپو بھوال
کوالٹی ڈیپارٹمنٹل سٹور کالج روڈ بوریوالا 3355889
شاہین بک ہاؤس منڈی بہاؤالدین
بختار سنز قصہ خوانی بازار، پشاور، بلال بک دپو، گجرات
الفضل کتاب گھر میر پور آزاد کشمیر
مسٹر بکس سپر مارکیٹ اسلام آباد 5-2278843
ذیشان بکس ستارہ مارکیٹ G-7 اسلام آباد 2204241
جہانگیر بک ڈپو، لاہور 042-7220897
سعد پبلی کیشنز 1st فلور میاں مارکیٹ لاہور 7122943
مسلم بک لینڈ، بینک روڈ، مظفر آباد
یونائیٹڈ بک ہاؤس کچہری روڈ منڈی بہاؤالدین
نیو وہاڑی کتاب گھر جناح روڈ، وہاڑی 62310
رحمٰن بک ہاؤس، اردو بازار کراچی
الکریم نیوز ایجنسی گول چوک، اوکاڑہ
شائلہ بک ایجنسی، محلہ چوہدری پارک، ٹوبہ ٹیک سنگھ
ڈار برادرز تحصیل بازار، جہلم، فضلی سنز اردو بازار کراچی
کھوکھر بک سٹال مسلم بازار، گجرات
مکتبہ رشیدیہ جنرل بکس کامرکز، چکوال 0301-5785262

اسلامی کتب خانہ، فضل الٰہی مارکیٹ لاہور 7223506
ہلال کاپی ہاؤس، لیاقت روڈ، میاں چنوں 662650
مکتبہ العلم ۱۷۔ اردو بازار، لاہور 7211788
میاں ندیم، مین بازار، جہلم 0544-621126
دارالادب تلمبہ روڈ، میاں چنوں۔ الرحمت سٹیشنری ڈسکہ
اشرف بک ایجنسی، راولپنڈی
شمع بک ایجنسی، فیصل آباد۔ رضا لائبریری شاہ کوٹ
ہاشمی برادرز کتب ورسائل گوردت سنگھ روڈ، کوئٹہ
الیاس بک ڈپو جلال پور جٹاں۔ کاروان بک سنٹر بہاولپور
الاخوان القادری مسندی کارنر اندون بوہڑ، گیٹ ملتان
اسلامی کتب خانہ حافظ آباد۔ خان بک ڈپو، حافظ آباد
نظامی کتب خانہ، پاکپتن شریف۔ شکیل بک ڈپو سمندری
خالد کتاب محل اوگوگی، سیالکوٹ روڈ
لاثانی لائبریری ربوہ۔ زمان لائبریری ربوہ
سلیمی بک ڈپو، احمد پور شرقیہ۔ جالندھر بک ڈپو، ڈسکہ
بک ٹاؤن F-10 مرکز اسلام آباد 2299604
پاکستان بک ڈپو مین بازار، جلال پور جٹاں
کارز سٹیشنری مارٹ مین بازار، کھاریاں 510274
کتاب نگر، حسن آرکیڈ ملتان کینٹ 061-510444
صابر بک سٹال نسبت روڈ، لاہور 7230780
کارون بک سنٹر، ملتان کینٹ
گل قریش پبلی کیشنز لاہور 7320318
علم وعرفان پبلی کیشنز لاہور 7232336
علمی بک ہاؤس، لاہور
مشتاق بک کارنر لاہور، 7230350
عزیز سٹیشنری مارٹ، مین بازار، کھاریاں
کتاب سرائے، الحمد مارکیٹ اردو بازار، لاہور
سلمان بک پیلس، گجرات۔ پنجاب بک ڈپو سرکلر روڈ، گجرات
حافظ بک ایجنسی اقبال روڈ، بائکوٹ
جہانگیر بک ڈپو، گوالی لین نمبر 3، نزد مقدس مسجد، اردو بازار، کراچی 021-2765086

Marfat.com

حسن ترتیب

پیش لفظ صفحہ نمبر 11 تا صفحہ نمبر 16

باب اول

شجرۂ نسب رسول ہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ نمبر 17 تا صفحہ نمبر 35

باب دوم

سنہ نبوی تا سنہ ۱۳ نبوی صفحہ نمبر 36 تا صفحہ نمبر 85

باب سوم

سنہ ۱ ھ تا سنہ ۴ ھ صفحہ نمبر 86 تا صفحہ نمبر 117

باب چہارم

سنہ ۴ ھ تا سنہ ۶ ھ صفحہ نمبر 118 تا صفحہ نمبر 147

باب پنجم

اواخر سنہ ۶ ھ تا اوائل سنہ ۹ ھ صفحہ نمبر 148 تا صفحہ نمبر 181

باب ششم

سنہ ۱۰ ھ تا سنہ ۱۱ ھ صفحہ نمبر 180 تا صفحہ نمبر 210

باب ہفتم صفحہ نمبر 211 تا صفحہ نمبر 240

روہ ذاتِ

روں سے

کو بولنے کا

اری تعالیٰ

وا یہ زمانہ،

ا ایک ذرۂ

ن داؤدی،

کیا کہنے۔

لہہ کر بلایا،

صادق اور

پ دادا کا

کتابیات

☆ قرآن حکیم
☆ صحیح مسلم
☆ سنن ابن ماجہ
☆ معارج النبوۃ
☆ ریاض الحسین
☆ بائبل
☆ کشف المحجوب
☆ معارف الحدیث، سیرت مصطفیٰ ﷺ
☆ بستان المحدثین
☆ تاریخ اسلام
☆ حکایاتِ صحابہ ؓ
☆ تذکرۂ اولیاء
☆ کاروانِ مدینہ
☆ عشق رسول ﷺ
☆ نقوش سیرت نمبر
☆ سیرت النبی ﷺ
☆ ہادیٔ عالم
☆ تقدیس الحرمین
☆ سیرتِ نبوی ﷺ کے درخشاں پہلو

☆ صحیح بخاری
☆ سنن نسائی
☆ المصابیح
☆ مشکوٰۃ المصابیح
☆ زاد الطالبین
☆ الاحادیث قدسیہ، در الصحابہ، بلوغ المرام، نف
☆ فتح الباری
☆ سیرت ابن ہشام
☆ حیاۃ الصحابہ، تاریخ فرشتہ
☆ تاریخ ابن خلدون
☆ احوالِ تابعین
☆ خطباتِ دین پوری
☆ علمائے دیوبند اور عشق رسول ﷺ، محبانِ
☆ مقالاتِ رحمٰن
☆ الرحیق المختوم
☆ اسوۂ رسول اکرم ﷺ
☆ شفا شریف
☆ خصائص الکبریٰ جلد اول
شمع رسالت ﷺ کے پروانے

Marfat.com

پیش لفظ

میری ناچیز کاوش ''سیرتِ رسولِ ہاشمی ﷺ'' میں حرف وصوت کی صورت مرکز ومحور وہ ذاتِ گرامی ہے جس کی تخلیق باعث تخلیق کائنات بنی، زمین کو آسمان ملا، ہزاروں ستاروں سے جھلملاتی کہکشاں لہرائی، آفتاب کو ضیا اور ماہتاب کو چمک ملی، پھولوں پر رنگ آیا، بلبل کو بولنے کا ڈھنگ آیا، کائنات کا ذرہ ذرہ چمکا کیونکہ اگر محبوب کو پیدا کرنا ہی مقصود نہ ہوتا تو باری تعالیٰ کائنات ہی نہ بناتے۔

یہ ہے سیرتِ رسولِ ہاشمی ﷺ!

اگر محمد رسول اللہ ﷺ نہ ہوتے تو یہ کائنات ہی نہ بنتی، لاکھوں قرنوں یہ پھیلا ہوا یہ زمانہ، اربوں کروں پر پھیلی ہوئی یہ دنیا ہی نہ ہوتی۔ نہ آپ اس کتاب کو پڑھ رہے ہوتے نہ میں ایک ذرۂ ناچیز یہ نذرانہ پیش کر سکتا۔ نہ فردوس گوش نہ جنت نگاہ، نہ آدم نہ حوا، نہ کشتی نوح علیہ السلام نہ لحن داؤدی، نہ گریۂ یعقوبی نہ ید بیضا وعصائے موسیٰ علیہ السلام اور نہ نفس عیسیٰ علیہ السلام۔ اس ذاتِ گرامی کے کیا کہنے۔ زمین اس کی، آسمان اس کا، قرآن اس کا۔

لوح بھی تو، قلم بھی تو، تیرا وجود الکتاب

یہ ہے سیرتِ رسولِ ہاشمی ﷺ!

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آپ کو فارقلیط کے نام سے پکارا، حضرت آمنہ نے احمد کہہ کر بلایا، حضرت ابوطالب نے محمد قرار دیا، باری تعالیٰ نے رحمت للعالمین کہا، کفارِ مکہ نے آپ کو صادق اور امین کا لقب دیا، ابوجہل نے کہا کہ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ محمد غلط کہتے ہیں مگر میں اپنے باپ دادا کا

Marfat.com

مذہب کیسے چھوڑ دوں۔ طائف کے بازار میں پہنچے، کسی نے مجنون کہا کسی نے جادوگر۔ افسوس، محبوبِ خدا کے جسد اطہر پر پتھر مارے جارہے ہیں آپ کے سر سے خون بہہ رہا ہے اور میری آنکھوں آنسو......

یہ ہے سیرت رسولِ ہاشمی ﷺ!

ظلم و ستم کی انتہا ہو چکی تھی، اہل قریش، اسلام اور پیغمبر اسلام کے خاندان کو مٹا ڈالنا چاہتے تھے، شعب ابی طالب میں آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے خاندان کے لوگ محصور تھے، فخر دو جہاں پر فاقے گزر رہے تھے مگر ہاتھ رب العزت کے حضور میں پھیلے ہوئے تھے کہ اے خدا میری قوم کو ہدایت دے یہ نادان ہے اور نہیں جانتی کہ حقیقت کیا ہے!

یہ ہے سیرتِ رسولِ ہاشمی ﷺ!

جنگ بدر میں 313 مسلمان 1000 کفار کے سامنے ڈٹ گئے، اللہ نے فتح دی۔ پھر فتح مبین، فتح مکہ ہوئی۔ حضور ﷺ کا عالم عجز و نیاز دیکھئے کہ مکہ میں داخل ہو رہے ہیں اور سر مبارک جھکا ہوا ہے اور زبان مبارک پر ''اللہ کا شکر'' کے کلمات جاری ہیں۔ کیا دنیا کے عظیم فاتحین میں سے کوئی ایک بھی ایسے کردار کا مظاہرہ کر پایا؟

یہ ہے سیرتِ رسولِ ہاشمی ﷺ!

آنحضور ﷺ کے بلند کرداری کی تعریف میں فرشتے تو کیا خود باری تعالیٰ رطب اللسان ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اے محمد ﷺ آپ بہترین اخلاق کے مالک ہیں۔

یہ آپ کا کردار اور اخلاق ہی تھا جس نے ایک معجزہ بن کر ہر شخص کو اسلام کا گرویدہ بنا ڈالا اور یوں اسلام اللہ کے پسندیدہ دین کی حیثیت سے نہ صرف عرب بلکہ اکنافِ عالم میں شاخِ سرسبز کی طرح پھیلتا چلا گیا۔ درحقیقت اسلام اور آنحضور ﷺ ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ باری تعالیٰ اسلام کو کائنات میں جاری و ساری دیکھنا چاہتے تھے اس لئے آنحضور ﷺ کو خلق کیا گیا۔ آپ کی پوری زندگی اخلاق و کردار کا ایک نمونہ بن کر پیغام الٰہی، پیغام اسلام اور پیغام قرآن قرار پائی۔

ایسا کیوں نہ ہوتا کہ جو پیغمبر لَولاکَ لَما خَلقتُ افلاک کا تاج عالی پہن کر قُل اَنا اَوّلُ المُسلِمین کی صداقتیں لے کر اور کنت نبیًّا وَ آدم بَینَ الماءِ والطین کے راز کھولتا ہوا تشریف فرما ہوا!

Marfat.com

Michael H. Hart

جو میدانِ کارزار میں نکلے تو پکار پکار کر کہے۔

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ　　　　اَنَا ابْنُ عَبْدِ المُطَّلِبْ

اور دشمنوں پر فتح پائے تو لاتثریبَ عَلَیْکُمُ الیوم کے نعرے لگائے۔

یہ ہے سیرتِ رسولِ ہاشمی ﷺ!

دنیائے انسانیت جس کے علم و حکمت اور فکر و تدبر پر انگشت بدنداں ہو، تاریخ کے سو بڑے پُراثر انسانوں کا تذکرہ محفوظ کرنے والی کتاب **The Hundred** کا عیسائی مصنف مائیکل ایچ ہارٹ جس ذات کو اپنی کتاب میں پہلے نمبر پر لا کر یہ لکھنے پر مجبور ہو کہ ....

"He was the only man in human history who was supremly successful on both the religious and secular levels"

انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا جسے **"Real Perfect Person"** کا خطاب دے، معروف مستشرق کارلائل جس کے اندازِ جہاں بانی کے اعتراف میں رطب اللسان ہو، ولیم میور جسے تاریخ انسانی کا سب سے دانا اور حکیم انسان قرار دے۔ اُس ذات کو بھٹکی انسانیت کی کایا پلٹ دینے والی ہستی ماننے سے کون انکار کرسکتا ہے! وہ ذات جو حَرِیْصٌ عَلَیْکُم مَاعَنِتُّمْ کے تحت وہ لوح قرار پائے جس پر تقدیر کے فیصلے لکھے جاتے ہیں۔

یہ ہے سیرتِ رسولِ ہاشمی ﷺ!

وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی جس کے قلم ہونے پر دال ہو اور جو خود لاَ یُؤْمِنُ اَحَدُکُم حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ کہہ کر اپنے وجود کو الکتاب ثابت کرے۔

یہ ہے سیرتِ رسولِ ہاشمی ﷺ!

حضورِ انور ﷺ کی خصوصیات کو قرآن پاک میں اجمالاً اس طرح بیان فرمایا گیا ہے کہ اللہ پاک کی آیات کی تلاوت، لوگوں کا تزکیہ نفس، قرآن پاک کا علم اور حکمت، یہ چار خصوصیات ایسی ہیں جو حضورِ انور ﷺ کی تعلیمات کا خلاصہ ہیں۔ (بحوالہ بقرہ 151، آل عمران 164، الجمعۃ 2)

خود حضورِ انور ﷺ نے اپنی پانچ خصوصیات بیان فرمائی ہیں۔ صحیحین میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''مجھے پانچ ایسی چیزیں دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں ملیں: ۱۔ ابھی ایک ماہ کی مسافت ہو کہ دشمن پر میرا رعب طاری ہو جاتا ہے۔ ۲۔ ساری زمین میرے لئے مسجد اور پاکیزہ بنا دی گئی ہے میری امت کا ہر فرد جہاں چاہے نماز پڑھ سکتا ہے۔ ۳۔ غنیمت کا مال میرے لئے حلال کر دیا گیا ہے جو پہلے کسی پر حلال نہیں تھا۔ ۴۔ مجھے شفاعت کا حق دیا گیا ہے۔ ۵۔ پہلے کے نبی اپنی قوم کیلئے خاص ہوا کرتے تھے مگر میں ساری دنیا کیلئے نبی ہو کر آیا ہوں۔''

قرآن پاک میں آتا ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رحمۃً للعالمین (الانبیاء:107)

''اور آپ کو جو ہم نے بھیجا تو سارے جہانوں کے واسطے رحمت بنا کر۔''

رب العلمین نے اپنے محبوب ﷺ کو رحمۃ للعالمین بنایا......

قرآن میں ہے کہ:

وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِلنَّاسِ بشیراً و نذیراً (سبا:28)

''اور آپ کو جو ہم نے بھیجا، تو سارے لوگوں کے واسطے خوشی اور ڈر سنانے کو۔''

حضور انور ﷺ خاتم النبیّن ہیں۔

مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبین ط و کان اللّٰہ بکلِ شیءٍ علیمًا (الاحزاب:40)

''محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں پر مہر ہیں اور اللہ پاک سب چیزوں کو جانتا ہے۔''

مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں۔ اسی لئے ان کے صاحبزادے مرد ہونے سے پہلے فوت ہو گئے۔ وہ رسول ہیں اور نبیوں پر مہر ہیں یعنی نبیوں کے سلسلے پر مہر ثبت کرنے والے ہیں اور جب وہ رسول ہی ہیں (**وما محمد الا رسول**) تو پھر اُن کی جائیداد میں اولادِ صلبی کا حق نہیں رہا۔

حضور انور ﷺ ہی کے ہاتھوں دین کو مکمل کیا گیا۔

''آج میں پورا دے چکا تم کو دین تمہارا اور پورا کیا تم پر میں نے احسان اپنا اور پسند کیا میں نے تمہارے واسطے دین اسلام۔'' (المائدہ:3)

Marfat.com

باری تعالیٰ نے صرف حضورِ انور ﷺ کے قرآن کو بے مثل بنایا۔

''اور اگر تم ہو شک میں اس کلام سے جو اتارا ہم نے اپنے بندے پر تو لے آؤ ایک سورت اس قسم کی اور بلاؤ جن کو حاضر کرتے ہو اللہ کے سوا، اگر تم سچے ہو۔''

(البقرہ:23)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضورِ انور ﷺ کے قرآن کو ہمیشہ کیلئے محفوظ کر دیا۔

''ہم نے آپ اُتاری ہے یہ نصیحت (قرآن) اور ہم اس کے نگہبان ہیں۔''

(الحجر: 9)

دنیا جانتی ہے کہ قریب چودہ سو سال ہو چکے ہیں کہ قرآن قطعاً محفوظ ہے اور ہر سال تراویح میں حفاظ کا امتحان بھی لیا جاتا ہے تا کہ کسی طرح کی تحریف کا شائبہ بھی باقی نہ رہے۔

حضورِ انور ﷺ کے قرآن کو مطہر لوگ ہی (دل سے) چھو سکتے ہیں۔

''اس کو وہی چھوتے ہیں جو پاک بنے ہیں۔'' (الواقعہ: 179)

مُطَهَّر، اسم مفعول ہے جس کا فاعل اللہ پاک ہے۔ چنانچہ اس لفظ کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ جن لوگوں کو صحیح عقیدہ بخشا گیا ہے وہی اس قرآن کو دل سے چھو سکتے ہیں۔ یعنی بدعقیدہ لوگ اس کے حافظ نہیں ہو سکتے۔

صرف حضورِ انور ﷺ کو خصوصی معراج پر بلایا گیا۔

''پاک ہے وہ جو لے گیا اپنے بندے کو راتوں رات، مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس میں ہم نے خوبیاں رکھی ہیں کہ دکھائیں اس کو کچھ اپنی قدرت کے نمونے۔ وہی ہے سنتا دیکھا۔'' (بنی اسرائیل: 1)

پھر سورۃ النجم کی ابتدائی اٹھارہ آیتوں میں اس معراج کی تفصیل ہے۔ کچھ آیتیں یہ ہیں:

''پھر رہ گیا فرق دو کمانوں کا بلکہ اس سے بھی نزدیک۔''

''بہکی نہیں نگاہ اور حد سے نہیں بڑھی۔ حالانکہ موسیٰ علیہ السلام نے ایک تجلی دیکھی تھی تو پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا تھا اور وہ بیہوش ہو گئے تھے۔'' (الاعراف: 143)

صرف حضورِ انور ﷺ کے قول کو وحی فرمایا گیا ہے۔

''اور نہیں بولتا اپنی چاؤ سے۔ یہ تو وحی ہے جو پہنچتی ہے۔'' (النجم: 3-4)

Marfat.com

''تجلی ربانی کا یہ استیلاے تام ہوا کہ جو کچھ حضورِ انور ﷺ فرماتے ہیں وہ وحی الٰہی ہوتی ہے۔'' (روح البیان)

صرف حضورِ انور ﷺ کو خصوصی کوثر دیا گیا۔

''بے شک ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمایا۔'' (الکوثر:1)

یعنی آخرت میں جس کو چاہیں گے کہ حوض کوثر سے پلائیں گے۔ کوثر کے معنی بے شمار خوبیاں بھی ہیں۔ بہر حال کوثر عطا کیا گیا ہے اور عطا کی ہوئی چیز واپس نہیں لی جاتی۔

بخاری اور مسلم میں بھی ہے کہ حضورِ انور ﷺ نے بخشی ہوئی چیز کو واپس لینے سے منع فرمایا ہے۔ (منقول از ریاض الصالحین نوویؒ مترجم۔ صفحہ:324)

صرف حضورِ انور ﷺ کے نام کو اللہ پاک نے سب سے زیادہ بلند کیا۔

''اور ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کر دیا۔'' (الانشراح:4)

حدیث میں ہے کہ حضورِ انور ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام سے اس آیت کو دریافت فرمایا تو انہوں نے کہا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آپ کے ذکر کی بلندی یہ ہے کہ جب میرا ذکر کیا جائے تو میرے ساتھ آپ کا بھی ذکر کیا جائے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ''اذان میں، تکبیر میں، تشہد میں، منبروں پر، خطبوں میں۔'' پس اس طرح درود و سلام میں، نیز بے شمار درس و تدریس اور گفتگو کے مواقع میں اللہ پاک کے بعد سب سے زیادہ ذکر آپ ہی کا آتا ہے۔

اور یہ ہے سیرتِ رسولِ ہاشمی ﷺ!

میرے مرشد اقبالؒ نے کہا ہے

نگاہ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسیں، وہی طٰہٰ

پروفیسر ڈاکٹر ایاز ظہیر ہاشمی

615/B دھمیال روڈ

کلمہ چوک (بکرا منڈی) راولپنڈی

0320-4730729

Marfat.com

شجرۂ نسب رسولِ ہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شجرۂ نسب کے بارے میں عدنان تک جو کہ حضرت اسماعیلؑ کی اولاد میں سے تھے، تمام نساب اور سیرت نگار متفق ہیں۔ عدنان سے حضرت اسماعیل تک پشتوں میں اختلاف ہے۔ بعض مفسرین کے نزدیک عدنان حضرت اسماعیلؑ سے تیسویں اور بعض کے نزدیک چالیسویں پشت میں تھے۔ ان میں سے صحیح تحقیق کون سی ہے، اللہ تعالیٰ بہتر جانتے ہیں تاہم اکثر مفسرین کے نزدیک چالیسویں پشت میں ہونا زیادہ قرین صحت ہے۔

حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنا شجرۂ نسب عدنان تک بیان فرمایا کرتے تھے۔

شجرۂ نسب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، بی بی آمنہ اور ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ۔

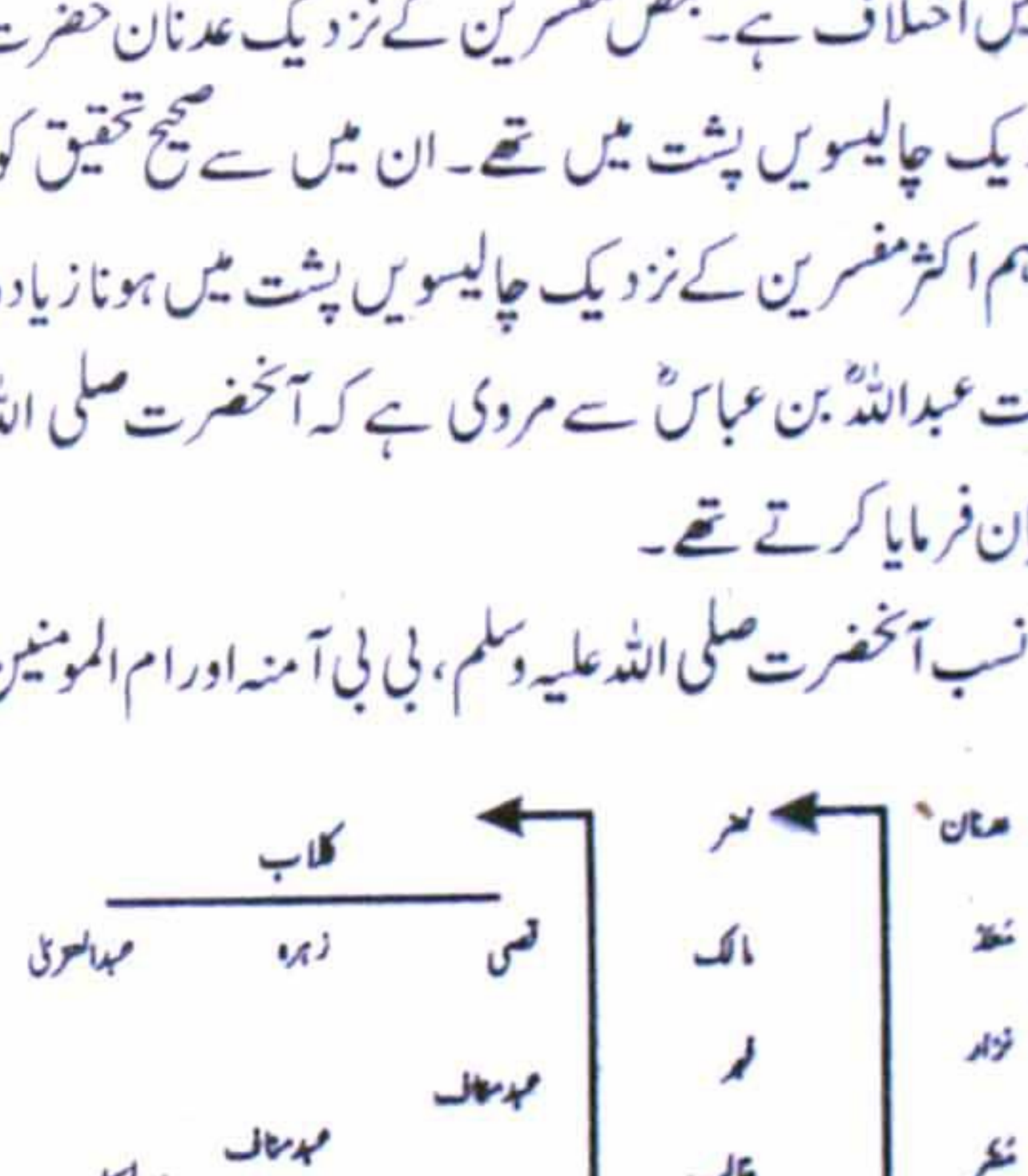

Marfat.com

حضرت ابراہیمؑ کا مولد سرزمین اہواز میں قصبہ سوس تھا۔ آپ کے والد وہاں سے نمرود کے دارالسلطنت بابل میں چلے گئے جسے آج کل عراق کہتے ہیں اور وہیں مقیم ہو گئے۔

مصائب و آلام لاریب یقین و ایمان، صبر و تحمل اور عزم و استقلال کے امتحانات ہیں، جن میں سے گزرے بغیر انسان کے جوہر نہیں کھلتے، پوشیدہ قوتیں اور صلاحیتیں بیدار نہیں ہوتیں۔ اشاعتِ دین حق پر حضرت ابراہیمؑ کو اپنے وطن میں آتش نمرود کا سامنا ہوا۔ بت پرستوں نے آپؑ کو اس میں سے صحیح سلامت برآمد ہوتے دیکھا، مگر ایمان نہ لائے۔ حضرت ابراہیمؑ بابل سے کنعان چلے گئے۔ اس وقت آپ کی عمر پچھتر سال تھی۔ وہاں بھی تبلیغ دین حنیف کا خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہ ہوا تو آپ نے مصر کا رخ کیا۔ مصر کے بادشاہ کا نام قیون تھا۔ وہ بڑا عیاش تھا۔ اس نے آپ علیہ السلام کی زوجہ محترمہ حضرت سارہؓ کو اپنے حرم میں داخل کرنا چاہا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے عالم رویا میں سخت سرزنش فرمائی چنانچہ وہ اپنے ناپاک ارادے سے باز رہا اور حضرت ابراہیمؑ کی رضا جوئی کے خیال سے اس نے اپنی بیٹی حضرت ہاجرہؓ کو ان کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اس کے بعد آپ مصر سے واپس کنعان چلے گئے۔

حضرت سارہؓ کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی۔ انہوں نے حضرت ابراہیمؑ کو مشورہ دیا کہ حضرت ہاجرہؓ کو اپنی زوجیت میں لے لیں۔ لہٰذا آپ نے ان کے مشورے کے مطابق ان کے ساتھ نکاح کر لیا۔ ان کے بطن سے حضرت اسماعیلؑ پیدا ہوئے۔ اس وقت حضرت ابراہیمؑ کی عمر 80 سال تھی۔ اس کے تیرہ سال بعد حضرت سارہؓ کی گود بھی ہری ہوئی۔ ان کے ہاں حضرت اسحٰقؑ تولد ہوئے۔

حضرت اسماعیلؑ ابھی شیر خوار تھے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم آیا کہ حضرت ہاجرہؓ اور حضرت اسماعیلؑ کو کہیں دور بے آب و گیاہ صحرا میں چھوڑ آؤ۔ حضرت ابراہیمؑ انہیں صفاء و مروہ کی پہاڑیوں کے پاس لے گئے۔ کچھ دیر کے بعد جب واپس جانے لگے تو حضرت ہاجرہؓ نے پوچھا۔

"کیا آپ ہمیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے یہاں چھوڑ چلے ہیں؟"

حضرت ابراہیمؑ نے اثبات میں جواب دیا تو وہ بہ رضائے الٰہی مطمئن ہو گئیں۔ یہ تھیں وہ آزمائشیں جن میں حضرت ابراہیمؑ پورے اُترے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں امام الناس کا مرتبہ عالی عطا فرمایا۔

Marfat.com

واذ ابتلیٰ ابراھیم ربه بِکَلِمٰتٍ فاتمهن قال انی جاعلک للناس اماماً

(البقرہ:124)

''جب آزمایا ابراہیمؑ کو ان کے رب نے چند باتوں میں پس وہ پورے اترے تو فرمایا بیشک میں بنانے والا ہوں تمہیں تمام انسانوں کا امام۔''

حضرت ہاجرہؓ کے پاس جو بقدرِ قلیل پانی تھا، جب وہ ختم ہو گیا اور حضرت اسماعیلؑ پیاس کی وجہ سے بے چین ہو کر زمین پر ایڑیاں رگڑنے لگے تو حضرت ہاجرہؓ پانی کی تلاش میں صفاء و مروہ کی پہاڑیوں کے درمیان، اِدھر سے اُدھر سات مرتبہ دوڑیں، مگر پانی کہیں دستیاب نہ ہوا۔ ننھے بچے کو دیکھنے کیلئے واپس آئیں تو دیکھا کہ جس جگہ زمین پر حضرت اسماعیلؑ ایڑیاں رگڑ رہے تھے، وہاں سے صاف و شفاف پانی جاری ہے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا، بچے کو پانی پلایا اور اُسے محفوظ کرنے کیلئے چشمے کے گرد منڈیر بنا دی۔ یہی پانی بعد میں آبِ زمزم کہلایا۔

جب حضرت ابراہیمؑ کی پہلی بیوی، حضرت سارہؓ کا انتقال ہو گیا تو آپ خود بھی وہاں چلے گئے، جہاں حضرت ہاجرہؓ اور حضرت اسماعیلؑ کو چھوڑ کر آئے تھے۔ حضرت ابراہیمؑ پیارے بیٹے سے ملے، جو کہ اس وقت تک سن بلوغت کو پہنچ چکے تھے۔ پھر دونوں نے مل کر اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اپنے مبارک ہاتھوں سے خانہ کعبہ کی بنیاد رکھی اور ایک مختصر سی چار دیواری کھڑی کی جس کی نہ چھت تھی اور نہ کوئی دروازہ تھا۔ خانہ کعبہ کے بیرونی گوشوں کو ارکان کہتے ہیں۔ تاریخ مکہ میں خانہ کعبہ کا طول وعرض اور بلندی حسب ذیل تحریر ہے:

طول	(حجر اسود سے رکن شامی تک)	32 گز
عرض	(رکن شامی سے رکن غربی تک)	22 گز
بلندی		9 گز

عمارت تیار ہو چکی تو حضرت ابراہیمؑ نے دیوار میں ایک جگہ حجر اسود (سیاہ پتھر) نصب کر دیا تا کہ طواف شروع کرنے کا مقام متعین ہو سکے۔ پھر خانہ کعبہ کے آس پاس اپنی اولاد کو آباد کر دیا اور قاضی حاجات و مجیب الدعوات کی درگاہِ عالیہ میں دعا کی:

ربنا وابعث فیھم رسولاً منھم یتلوا علیھم ایتک و یعلمھم
الکتاب والحکمۃ ویز کیھم انکِ انت العزیز الحکیم

(البقرہ:129)

''اے ہمارے رب پیدا کرنا ان میں رسول انہی میں سے جو پڑھے ان
پر تیری آیات، سکھائے ان کو کتاب اور حکمت اور پاک کرے ان کو،
بے شک تو حکمت والا ہے۔''

خانہ کعبہ کی برکت، خلیل اللہ کی دعا اور آبِ زمزم کی فراوانی کی وجہ سے لوگ دور دور سے آکر وہاں آباد ہونے لگے۔ یمن سے قبیلہ جرہم بھی وہاں آکر آباد ہو گیا۔ حضرت اسماعیلؑ نے اس قبیلے کے سردار مضماض کی بیٹی سے شادی کر لی۔

حضرت اسماعیلؑ میں بھی اپنے والد بزرگوار کی طرح گوناگوں صلاحیتیں موجود تھیں۔ عربی کی ضرب المثل ہے۔ الولد سر لابیہ (بیٹا باپ کا بھید ہوتا ہے) لہٰذا باپ کے ساتھ اب بیٹے کے بھی امتحان کی باری آئی۔ حضرت ابراہیمؑ نے خواب میں دیکھا کہ وہ حضرت اسماعیلؑ کو ذبح کر رہے ہیں۔ پیغمبر کا خواب بے مقصد نہیں ہوتا۔ آپ نے وہ خواب حضرت اسماعیلؑ کو سنایا اور اس کے متعلق ان کی رائے دریافت کی تو انہوں نے کہا:

یا ابت افعل ماتومر ستجدنی اِنْ شآء اللہ من الصبرین

(الصّٰفّٰت:102)

''اے میرے باپ آپ کو جو حکم ہوا ہے اس پر عمل کریں، خدا نے چاہا تو
آپ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے۔''

حضرت ابراہیمؑ اپنے بیٹے اسماعیلؑ کو مروہ پہاڑی پر لے گئے، جہاں اب رسم سعی ادا کی جاتی ہے۔ چھری تیز کی اور انہیں اوندھا لٹا کر اور اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ کر اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کرنے کی نیت سے ان کے گلے پر چلائی۔ چھری نے کچھ کام نہ کیا، ایک بال تک نہ کاٹا۔ آپ بڑے حیران ہوئے۔ اسی اثنا میں غیب سے آواز آئی:

قد صدقت الرء یا انا کذلک نجزی المحسنین

(الصّٰفّٰت:105)

Marfat.com

"اے ابراہیمؑ! تو نے خواب سچا کر دکھایا۔ ہم بیشک نیکی کرنے والوں کو
اسی طرح (نیکی کا) بدلہ دیتے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو اس قربانی کے ایمان و یقین اور حضرت اسماعیلؑ کے صبر و استقلال اور اطاعت کے صلہ میں رہتی دنیا تک فریضۂ قربانی کی صورت میں ایک بے مثال یادگار بنا دیا۔ ارشاد فرمایا:

وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍo وَ تَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَo

(الصّٰفّٰت: 107-108)

"اور ہم نے اس کے بدلے ایک عظیم قربانی قائم کی اور ہم نے چھوڑا
اس (عمل) کو بعد میں آنے والوں میں۔"

خانہ کعبہ کا انتظام حضرت اسماعیلؑ کے سپرد تھا۔ اس کے بعد نابت بن اسماعیلؑ متولی کعبہ ہوئے۔ ان کی وفات پر ان کے نانا مضاض بن عمرو جرہمی نے یہ منصب سنبھال لیا اور مدت تک یہ منصب انہی کے خاندان میں رہا۔ آہستہ آہستہ اس خاندان نے اپنے اقتدار کے بل بوتے پر اہل مکہ پر ظلم کرنا، زائرین کعبہ کو لوٹنا اور خانہ کعبہ کی نذر نیاز کو اپنے ذاتی مصرف میں لانا شروع کر دیا۔ یہ دیکھ کر تمام قبائل عرب ان کے مخالف ہو گئے۔ نوبت خون ریز جنگ تک پہنچی جس میں جرہمیوں کو شکست ہوئی اور وہ مکہ چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔ انہوں نے بھاگتے ہوئے سونے کے چند بت، کچھ تلواریں اور زرہیں چاہ زمزم میں ڈال کر اُسے مٹی اور ریت سے بند کر کے اس کا نشان تک مٹا دیا۔

ان کے بعد تولیت کعبہ پر بنی خزاعہ کا قبضہ ہو گیا اور یہ منصب کافی عرصہ اسی قبیلے میں رہا حتیٰ کہ اس کے آخری متولی حلیل بن حبشہ کی وفات پر اس کے داماد قصی بن کلاب جو کہ حضرت اسماعیلؑ کی اولاد میں عدنان سے سولھویں پشت میں تھے، کعبہ کے متولی مقرر ہوئے۔

قصی بن کلاب بڑے سخی و فیاض اور مہمان نواز تھے۔ انہوں نے اپنے عہد میں تین بڑے اہم اور نمایاں کارنامے انجام دیئے۔

1۔ زائرین کے کھانے پینے اور دیگر ہر قسم کے آرام و آسائش کیلئے ایک سالانہ رقم منظور کرائی۔

Marfat.com

2۔ خانہ کعبہ کی پرانی عمارت کو گرا کر اسے از سر نو تعمیر کرایا۔

3۔ اہم معاملات پر باہم مشورہ کرنے اور بعض دیگر تقریبات کے انعقاد کیلئے ایک عمارت بنوائی جو دارالندوہ کے نام سے مشہور ہوئی۔

بعض مؤرخین کے نزدیک اس خاندان کو قریش کا لقب قصی بن کلاب ہی کی وجہ سے ملا۔ لیکن بعض کی تحقیق یہ ہے کہ سب سے پہلے نضر بن کنانہ کو یہ لقب دیا گیا تھا۔ قرش ایک سمندری جانور کا نام ہے، جو بہت طاقتور ہوتا ہے۔ تمام جانور اس سے ڈرتے ہیں۔ قریش اسی لفظ قرش سے مشتق ہے۔

قصی بن کلاب کے بعد تولیت کعبہ ان کے بڑے بیٹے عبدالدار کو ملی مگر وہ اس کے اہل ثابت نہ ہوئے، لہٰذا رفادہ اور سقایہ کے منصب باتفاق رائے قصی بن کلاب کے پوتے ہاشم بن عبد مناف کے سپرد ہوئے۔ ہاشم بڑے تونگر اور فیاض تھے، ان کا دسترخوان بہت وسیع تھا۔ ان کا اصل نام مغیرہ تھا۔ انہوں نے ایک دفعہ قحط کے زمانے میں روٹیاں چورہ کر کے اور شوربے میں بھگو کر لوگوں کو کھلائی تھیں۔ عربی میں چورہ کرنے کو ہشم کہتے ہیں۔ لہٰذا ان کا نام لفظ ہشم سے بصیغہ اسم فاعل ہاشم مشہور ہو گیا۔ پچیس سال کی عمر میں وہ بغرضِ تجارت شام کی جانب گئے اور راستے میں مدینہ ٹھہرے۔ وہاں خاندان بنی نجار کی ایک خاتون کے ساتھ جس کا نام سلمٰی تھا، نکاح کر لیا۔ چند روز سسرال کے ہاں قیام کیا پھر عازمِ ملک شام ہوئے۔ رستے میں غزہ کے مقام پر بقضائے الٰہی بیمار ہو کر انتقال فرما گئے۔ ان کے بعد ان کے بھائی مطلب رفادہ و سقایہ کے فرائض انجام دیتے رہے۔

ہاشم کی وفات کے چند ماہ بعد بی بی سلمٰی کے ہاں بچہ پیدا ہوا، جس کا نام شیبہ رکھا گیا۔ سات آٹھ سال کے بعد مطلب ایک دفعہ مدینہ گئے اور اپنے بھتیجے شیبہ کو مکہ لے آئے۔ یہاں لوگوں نے ان کو شیبہ کی بجائے عبدالمطلب (مطلب کا غلام یا پروردہ) کہنا شروع کر دیا چنانچہ ان کا یہی نام مشہور ہو گیا۔ کچھ عرصے کے بعد مطلب بسلسلہ تجارت یمن گئے۔ رومان کے مقام پر ان کی طبیعت ناساز ہوئی اور چند روز بیمار رہ کر وہ فوت ہو گئے۔ ان کی وفات کے بعد عبدالمطلب تولیت کعبہ کے منصب پر فائز ہوئے۔

69894

عبدالمطلب بڑے جسیم، توانا و طاقت ور، حسین و جمیل اور عظمت و جلال والے تھے۔ جو

Marfat.com

شخص بھی انہیں دیکھتا از خود تعظیم کیلئے جھک جاتا۔ اصحابِ فیل کا واقعہ جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے، انہی کے عہد کا ہے۔

ابرہ اشرم شاہِ حبشہ کی طرف سے یمن کا حاکم تھا۔ اس نے ایک نہایت عالی شان گرجا بنوایا اور لوگوں کو کعبۃ اللہ کی بجائے اس گرجے کی زیارت اور طواف کرنے کی ترغیب دینے لگا۔ کسی شخص کو غالباً ابرہ کی یہ بات ناگوار گزری۔ وہ اس گرجے میں گیا اور اس کے اندر پاخانہ کر آیا۔ وہ شخص نہ تو پکڑا گیا اور نہ معلوم ہوا کہ کون تھا تاہم ابرہ نے سمجھا کہ یہ کام کسی ایسے شخص کا ہے جو خانہ کعبہ کا معتقد ہے۔ اس خیال سے کہ نہ کعبہ ہوگا اور نہ اس کے معتقد رہیں گے، اس نے کعبہ کو مسمار کرنے کا عزم کر لیا۔ پس وہ ایک لشکر جرار لے کر جس میں بے شمار ہاتھی تھے، مکہ کی طرف روانہ ہوا۔ مکہ کے قریب پہنچ کر اس نے چند سوار اپنے ایک حبشی سردار سود بن مقصود کی قیادت میں بھیجے۔ وہ تہامہ یعنی عرب کی مغربی ساحلی پٹی سے سینکڑوں اونٹ ہانک کر لے آئے۔ ان میں عبدالمطلب کے دو سو اونٹ بھی تھے۔

دوسرے روز ابرہ نے حناط نامی ایک شخص کو بھیجا تاکہ وہ مکہ کے سردار کو بتا دے کہ ہم صرف کعبہ کو مسمار کرنا چاہتے ہیں، لڑائی کرنا ہمارا مقصد نہیں۔ اگر تم لوگ کسی قسم کی نہ مزاحمت کرو گے تو تمہیں کچھ نہ کہا جائے گا۔ ابرہ کے ایلچی نے مکہ پہنچ کر عبدالمطلب کو اس کا پیغام دیا جس کے جواب میں انہوں نے کہا۔ ''ہم لڑائی کا ارادہ نہیں رکھتے اور نہ ہم میں حاکم یمن کے لشکر کے ساتھ مقابلہ کرنے کی طاقت ہے۔'' ایلچی نے کہا۔ ''آپ میرے ساتھ بادشاہ کے پاس چلیں اور اس سے بات کریں۔'' عبدالمطلب اس کے ہمراہ چلے گئے۔ ابرہ سے ملے تو اس نے آپ کو بڑی عزت و احترام سے بٹھایا اور پوچھا۔ ''آپ کیا چاہتے ہیں؟'' انہوں نے کہا۔ ''میں اپنے اونٹوں کی واپسی چاہتا ہوں۔'' ابرہ بولا۔ ''میں حیران ہوں کہ آپ اپنے اونٹوں کا مطالبہ کرتے ہیں لیکن اپنے مقدس مقام یعنی کعبہ کے بارے میں کچھ نہیں کہنا چاہتے۔'' انہوں نے کہا۔ ''کعبہ اللہ کا گھر ہے اور وہ اس کا مالک ہے، اگر اُسے اپنے گھر کی حفاظت منظور ہوگی تو وہ خود کر لے گا۔ کعبہ میری ملکیت نہیں البتہ اونٹ میری ملکیت ہیں لہٰذا میں ان کی واپسی چاہتا ہوں۔''

ابرہ نے یہ جواب سن کر ان کے اونٹ واپس دلا دیئے اور اگلے روز کعبہ کو مسمار کرنے

Marfat.com

کیلئے فوج کو روانگی کا حکم دیا۔ مہاوتوں نے ہاتھیوں کو ہر چند اٹھانا چاہا مگر وہ اپنی جگہ سے نہ ہلتے تھے۔ اسی اثنا میں سمندر کی طرف سے چھوٹے چھوٹے پرندوں کے جھنڈ نمودار ہوئے۔ ان میں سے ہر ایک پرندے کے پاس تین تین سنگریزے تھے۔ انہوں نے اوپر سے وہ سنگریزے برسانے شروع کر دیئے۔ جس کو بھی وہ سنگریزہ لگا وہ وہیں کھائے ہوئے بھوسے کی مانند کچلا گیا۔ قرآن مجید میں اجمالاً اس واقعہ کو اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا ہے:

اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصْحٰبِ الْفِیْلِ اَلَمْ یَجْعَلْ کَیْدَھُمْ فِیْ تَضْلِیْلٍ o وَّاَرْسَلَ عَلَیْھِمْ طَیْراً اَبَابِیْلَ o تَرْمِیْھِمْ بِحِجَارَۃٍ مِّنْ سِجِّلٍ فَجَعَلَھُمْ کَعَصْفٍ مَّاْکُول o

''کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا۔ ان کی تدبیر کو ناکام نہ کر دیا اور ان پر پرندے جھنڈ کے جھنڈ بھیجے وہ مارتے تھے پتھر کنکر کی قسم کے پس کر دیا ان کو مثل کھائے ہوئے بھوسے کے۔''

چاہ زمزم کو جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں، جرھمیوں نے مکہ سے بھاگتے وقت ریت اور مٹی سے پاٹ دیا تھا۔ اس واقعہ کو سینکڑوں سال گزر گئے تھے، لہٰذا اس کی جائے وقوع کسی کو معلوم نہ تھی۔ عبدالمطلب کو ایک رات خواب میں چاہ زمزم کی نشاندہی ہوئی اور اس کے کھودنے کیلئے کہا گیا۔ صبح ہوئی تو عبدالمطلب اور ان کے فرزند حارث اس جگہ گئے اور زمین کھودنے لگے۔ پانی جلد ہی نکل آیا۔ سونے کے دو بت، کچھ تلواریں اور زرہیں بھی برآمد ہوئیں۔ عبدالمطلب نے خوشی سے نعرہ مارا۔ قریش کے چند آدمی جو کہیں آس پاس موجود تھے، نعرہ سن کے سمجھ گئے کہ عبدالمطلب تلاشِ زمزم میں کامیاب ہو گئے۔ وہ بھاگ کر وہاں آئے اور تلواروں وغیرہ کو دیکھ کر کہنے لگے۔ ''ان میں ہمارا بھی حق ہے۔'' عبدالمطلب نے کہا: ''ان میں تمہارا کوئی حق نہیں۔''

وہ بولے۔ ''جب تک تم ہمیں ان میں سے حصہ نہ دو گے، ہم تمہیں نہیں چھوڑیں گے۔'' اس پر عبدالمطلب نے کہا۔ ''اچھا چلو قرعہ اندازی سے اس امر کا فیصلہ کر لو۔'' وہ اس پر راضی ہو گئے۔ چنانچہ قرعہ ڈالا گیا تو بتوں پر کعبہ کا اور تلواروں اور زرہوں پر عبدالمطلب کا نام نکلا۔ لہٰذا

بت کعبہ میں رکھ دیئے گئے اور تلواریں اور زرہیں عبدالمطلب کے حصے میں آئیں۔

قریش نے جب عبدالمطلب کے ساتھ زمزم کے بارے میں جھگڑا کیا تو اس وقت انہوں نے بارگاہِ خداوندی میں منت مانی کہ اگر ان کے ہاں دس بیٹے ہوں اور وہ ان کے سامنے جوان ہوں، تو ان میں سے ایک کو خدا کی راہ میں قربان کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ خواہش پوری کی۔ ان کے ہاں دس بیٹے ہوئے۔ جب وہ جوان ہوئے تو ایک رات خواب میں کسی نے کہا "یا عبدالمطلب اُوْفِ بِنَذْرِکَ لِرَبِّ هٰذَا الْبَیْت" (اے عبدالمطلب پورا کر اپنی نذر کو اس گھر کے رب کیلئے (جو مانی تھی) صبح ہوئی تو عبدالمطلب اپنے بیٹوں کو ساتھ لے کر خانہ کعبہ میں گئے اور پجاری کو ان کے نام پر قرعہ ڈالنے کو کہا۔ قرعہ ڈالا گیا تو ان کے سب سے چھوٹے مگر سب سے زیادہ پیارے بیٹے عبداللہ کا نام نکلا۔ لہٰذا آپ ان کو قربان گاہ کی جانب لے چلے۔ ابوطالب جو حضرت عبداللہ کے ماں جائے بھائی تھے، مزاحم ہوئے۔ ان کی بہنیں رونے لگیں۔ چند رؤسائے قریش یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے یہ کہتے ہوئے ابوطالب کا ساتھ دیا کہ ہم یہ نئی رسم نہیں ڈالنے دیں گے۔ ایسا نہ ہو کہ آپ کو دیکھ کر اور لوگ بھی اپنے بیٹوں کی قربانی کرنے لگیں۔ انہوں نے عبداللہ کے بدلے اونٹ قربان کرنے کا مشورہ دیا جسے عبدالمطلب نے بڑی ردوکد کے بعد بالآخر مان لیا۔ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ان ایام میں ایک آدمی کا خون بہا دس اونٹ تھے لہٰذا عبداللہ اور دس اونٹوں پر قرعہ ڈالا گیا تو عبداللہ کا نام برآمد ہوا۔ پھر دس دس اونٹ بڑھاتے اور قرعہ اندازی کرتے گئے حتی کہ جب سو اونٹوں کے ساتھ قرعہ اندازی ہوئی تو اونٹوں پر قرعہ نکلا۔ لہٰذا حضرت عبداللہ کے بدلے میں سو اونٹ قربان کئے گئے۔

قبیلہ زہرہ بن کلاب میں وہب کی بیٹی آمنہ اس وقت قریش کے تمام قبیلوں میں بلحاظِ صورت و سیرت ممتاز تھیں۔ ابن جریر ان کے متعلق اپنی کتاب میں لکھتے ہیں "وَحِیَ یَوْمَئِذٍ اَفْضَلُ اِمْرَأَةٍ مِنْ قُرَیْش" (اور وہ (بی بی آمنہ) اس وقت قریش کی تمام عورتوں سے افضل تھیں) عبدالمطلب نے بی بی آمنہ کے والدین کو عبداللہ کے ساتھ اس کی شادی کا پیغام دیا جو منظور ہوا۔ پس حضرت عبداللہ کا بی بی آمنہ سے نکاح ہو گیا۔

حضرت عبداللہ شادی کے چند ماہ بعد تجارت کے لئے شام کی طرف گئے۔ واپسی پر

Marfat.com

مدینہ میں چند روز قیام کیا اور بیمار ہو کر فوت ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُوْن۔ مدینہ میں ہی ان کا مزار ہے۔

حضرت عبداللہ کی وفات کے چند ماہ بعد بی بی آمنہ کے پہلوئے اقدس سے عام الفیل میں (یعنی جس سال ابرہ نے مکہ پر یورش کی تھی) 12 ربیع الاول مطابق 22 اپریل 571ء کو بروز دوشنبہ صبح صادق کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عالم وجود میں تشریف لائے۔

جب عبدالمطلب کو پوتے کی پیدائش کی خبر ملی تو وہ بہت خوش ہوئے اور اپنے پیارے بیٹے عبداللہ کی وفات کا غم بھی بھول گئے۔ انہوں نے بڑی محبت سے بچے کو گود میں لیا، چوما، پیار کیا اور گود میں لئے خانہ کعبہ میں گئے۔ وہاں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعائے خیر کی پھر ابراہیمی طریقے کے مطابق عقیقہ کیا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نام رکھا۔

بی بی ثوبیہ ابولہب کی کنیز تھیں۔ انہوں نے ابولہب کو آنحضرتؐ کی ولادتِ باسعادت کی خبر سنائی۔ وہ سن کر اتنا خوش ہوا کہ اس نے ایک انگلی کے ساتھ اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ میں تمہیں اس خوشخبری کے سنانے کے صلے میں آزاد کرتا ہوں۔ ابتداء میں دو تین روز بی بی آمنہ نے پھر چند روز ثوبیہ نے جو کہ ابولہب کی آزاد کردہ کنیز تھیں، آنحضرتؐ کو دودھ پلایا۔ ازاں بعد حسب دستورِ عرب آپؐ کو قبیلہ ہوازن کی ایک نیک سیرت خاتون حلیمہ سعدیہ کی رضاعت میں دے دیا گیا۔

مائی حلیمہ نے خاص توجہ، بڑے پیار اور پوری احتیاط کے ساتھ آپ کی پرورش کی۔ دو سال کی مدتِ رضاعت کے اختتام پر وہ آپ کو بی بی آمنہ کے پاس لے کر آئیں۔ حلیمہ سعدیہ کا بیان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عام بچوں کی طرح نہ کبھی بستر پر یا کپڑوں میں بول و براز کیا، نہ کسی بات کی ضد کی اور نہ ہمیں ستایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قدمِ مبارک ہمارے لئے بڑی خیر و برکت کا باعث تھا لہٰذا میری دلی خواہش تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس ہی رہیں۔ مکہ میں ان دنوں وبا پھیلی ہوئی تھی۔ مجھے بہانہ مل گیا۔ میں نے عرض کیا کہ آج کل مکہ کی آب و ہوا خراب ہے لہٰذا بہتر ہے کہ آپ ابھی انہیں کھلی ہوا میں میرے پاس ہی رہنے دیں۔ پہلے تو بی بی آمنہ نہ مانیں۔ جب میں نے زیادہ اصرار کیا تو انہوں نے مجھے اجازت دے دی۔

Marfat.com

حضرت حلیمہ سعدیہ کہتی ہیں کہ ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم باہر بکریاں چرا رہے تھے کہ عبداللہ بھاگتا ہوا آیا اور کہنے لگا کہ "دو آمیوں نے ہمارے بھائی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو زمین پر لٹا کر ان کا سینہ چاک کر دیا ہے۔" یہ سن کر ہم دونوں میاں بیوی دوڑے گئے۔ دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہیں اور ان کے چہرۂ مبارک سے خوف کے آثار نمایاں ہیں۔ میں نے پوچھا۔ "بیٹا کیا بات ہے؟" انہوں نے بتایا۔ "دو سفید پوش مردوں نے مجھے زمین پر لٹا کر میرا سینہ چاک کیا اور دل نکال کر اس میں سے کچھ ڈھونڈنے لگے۔"

حلیمہ سعدیہ کہتی ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گھر لے گئے۔ میرا شوہر کہنے لگا۔

"اس بچے کو اس کے گھر پہنچا دینا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ اسے کوئی گزند پہنچ جائے۔" چنانچہ میں انہیں ساتھ لے کر مکہ گئی۔ ان کی والدہ محترمہ نے مجھے دیکھ کر کہا۔

"اتنی جلدی واپس لے آئیں، تم تو انہیں اپنے پاس رکھنے کیلئے مصر تھیں۔"

میں نے عرض کیا۔ "میں اپنا فرض ادا کر چکی لہٰذا خیال ہوا کہ آپ کی امانت ادا کر دوں تو بہتر ہے۔"

انہوں نے کہا۔ "نہیں! سچ سچ بتاؤ بات کیا ہے؟" اس پر مجھے مجبوراً آپ کے شق صدر کا واقعہ بیان کرنا پڑا اور بتایا کہ اس واقعہ سے ہمیں خطرہ پیدا ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ انہیں کوئی گزند پہنچ جائے۔ لہٰذا میں انہیں آپ کے پاس لے کر آ گئی۔

حلیمہ سعدیہ کے شوہر کا نام عبدالعزیٰ تھا۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد ایک دفعہ مکہ معظمہ آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے اور حلقہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ حضور کے چار رضاعی بہن بھائی تھے۔ عبداللہ، انیسہ، حذیفہ اور حذافہ۔ حذافہ کو گھر میں پیار سے شیما کہتے تھے۔ عبداللہ اور حذافہ (شیما) غزوۂ حنین کے بعد مشرف بہ اسلام ہو گئے تھے۔ باقیوں کے متعلق کچھ معلوم نہیں۔

شیما آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بچپن میں اکثر کھلایا کرتی تھیں۔ جب ہاتھوں میں اٹھا کر اچھالتیں تو حسب ذیل لوری دیا کرتی تھیں۔

اے ہمارے رب زندہ رکھ ہمارے لئے محمدؐ کو یہاں تک کہ میں دیکھوں اسے نوجوان پھر میں دیکھوں اس کو سردار، اور اوندھے منہ گرا اس کے دشمنوں اور حاسدوں کو اور عطا کر اس کو

Marfat.com

ایسی عزت جو ہمیشہ ہمیشہ رہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چھ سال کے ہوئے تو ان کی والدہ محترمہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لے کر اپنے شوہر یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والد حضرت عبداللہ کی قبر کی زیارت کیلئے مدینہ گئیں۔ ایک ماہ قیام کرنے کے بعد وہاں سے واپس ہوئیں تو راستے میں ابوا کے مقام پر بقضائے الٰہی رحلت فرما گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اُمّ اَیمن جو بی بی آمنہ کی کنیز تھیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ لے آئیں۔

بی بی آمنہ کی وفات کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبدالمطلب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی کفالت میں لے لیا۔ مگر تین سال کے بعد عبدالمطلب بعمر بیاسی سال انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون.

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والد حضرت عبداللہ اور ابوطالب ایک ماں کے بطن سے تھے لہٰذا عبدالمطلب نے اپنی وفات کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ابوطالب کی کفالت میں دیا اور تاکید کی کہ ان کی اچھی طرح سے نگہداشت کرنا۔ ابوطالب فطرتاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بے حد محبت تھے۔ وہ ان کے مقابلے میں اپنے بچوں کی بھی پروا نہیں کرتے تھے۔ دن ہو یا رات انہوں نے ہمیشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ہمراہ رکھا اور تا زندگی ہر دکھ درد میں آپ کا ساتھ دیا۔

ایک دفعہ ابو طالب تجارت کیلئے ملک شام کو جانے کیلئے تیار ہوئے۔ جب وہ چلنے لگے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان سے لپٹ گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر اس وقت بارہ سال کی تھی۔ ابوطالب آپ کا مطلب سمجھ گئے اور کہنے لگے۔

''میں تمہیں اپنے ساتھ لے کر جاؤں گا۔ تمہاری جدائی مجھ سے بھی برداشت نہ ہو سکے گی۔'' چنانچہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ہمراہ لے گئے۔ بصریٰ میں جو شام کی سرحد پر واقعہ ہے، جرجیس نامی ایک عیسائی راہب کا جسے لوگ بحیرا کہتے تھے، صومعہ تھا۔ یہ تجارتی قافلہ اس کے قریب اترا۔ بحیرا کی نگاہ اس قافلہ پر پڑی تو اس نے دیکھا کہ قافلے پر بادل کا ایک ٹکڑا سایہ کئے ہوئے ہے اور آس پاس کے تمام درخت اور پتھر سجدہ ریز ہیں۔ وہ جانتا تھا کہ درخت وغیرہ نبی کے سوا کسی کو سجدہ نہیں کرتے۔ وہ دیر تک یہ نظارہ دیکھتا رہا۔ وہ قافلہ ایک درخت کے

Marfat.com

نیچے اُترا تو اس نے دیکھا کہ اس درخت کی ٹہنیاں ایک طرف کو جھک جھک کر سایہ کر رہی ہیں۔ وہ اس منظر سے بہت متاثر ہوا۔ اس نے قافلے کی مہمانی کا انتظام کر کے کہلا بھیجا کہ قافلے کے تمام افراد آج میرے ہاں کھانا کھائیں۔

کھانے کے وقت قافلے کے تمام افراد صومعہ میں چلے گئے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسباب کے پاس چھوڑ گئے، راہب نے سب سے ملاقات کی اور پوچھا۔

''کوئی شخص پیچھے تو نہیں رہا؟'' انہوں نے کہا۔ ''سب آ گئے ہیں، صرف ایک نوعمر بچہ سامان کے پاس ہے۔'' بحیرہ نے کہا کہ اسے بھی لے آؤ چنانچہ ایک شخص جا کر انہیں لے آیا۔ راہب نے بڑے غور سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ جب کھانے سے فارغ ہوئے تو بحیرا کچھ دیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے باتیں کرتا رہا۔ پھر اس نے شانوں سے کپڑا اٹھا کر مہر نبوت کی زیارت کی۔ ازاں بعد ابو طالب سے مخاطب ہوا۔

''کیا ان کے والد زندہ ہیں؟'' انہوں نے بتایا کہ وہ ان کی پیدائش سے چند ماہ پہلے فوت ہو گئے تھے۔ پھر اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ محترمہ کے بارے میں سوال کیا تو ابو طالب نے کہا۔ ''یہ چھ سال کے تھے کہ ان کی والدہ بھی رحلت فرما گئیں۔'' بحیرا نے اپنے ہر دو سوالات کے جواب پر کہا۔ ''بے شک آپ نے درست کہا۔''

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ سات یہودی جو روم کے رہنے والے تھے، وہاں آ گئے۔ راہب نے ان سے مخاطب ہو کر پوچھا کہ کیا کام ہے، کس طرف اور کس مقصد کیلئے جا رہے ہو؟ انہوں نے کہا۔ ''ہم اس نبی کی تلاش میں ہیں جس کی خبر تورات اور انجیل میں ہے کہ وہ اس مہینے سفر کیلئے نکلے گا۔'' راہب مذکور نے نہایت سنجیدگی سے کہا۔ ''خیر! یہ بتاؤ کہ جس کام کا خداوند تعالیٰ نے ارادہ فرما لیا ہو کیا اس کو کوئی روک سکتا ہے؟'' وہ ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔

پھر انہوں نے کہا۔ ''نہیں روک سکتا۔'' اور بحیرا کے ہاتھ پر عہد کیا کہ وہ اس ارادے سے باز رہیں گے اور اس خیال سے کہ اب واپس جانا بے سود اور خلاف مصلحت ہے، اسی راہب کے پاس ٹھہرنے کے ارادے سے اس کے صومعے میں چلے گئے۔

ازاں بعد بحیرا نے کہا۔ ''هٰذَا رَسُوْلُ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ يَبْعَثُهُ اللّٰهُ رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔''

اور پھر اس نے ابو طالب سے کہا۔ ''آپ انہیں جلد از جلد واپس لے جائیں اور

Marfat.com

یہودیوں سے بچائیں۔ اگر انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لیا تو ایسا نہ ہو کہ وہ انہیں گزند پہنچائیں۔''

اس روایت کو تمام محدثین نے صحیح تسلیم کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں اور صحیح بخاری کے راوی ہیں۔

امانت ہر ایسی شے اور ذمہ داری کو کہتے ہیں جو کچھ عرصہ کیلئے کسی شخص کو دی جائے۔ اس کا اصلی مالک مقررہ مدت کے بعد یا جب چاہے، واپس لے لے۔ امین صفت مشبہ ہے مصدر امانۃ سے جس سے ایسی شخصیت مراد ہے جو امانت میں خیانت یعنی بدعہدی و بے وفائی نہ کرے۔ الف لام نے امین پر داخل ہو کر اسے خاص کر دیا۔ اب الامین فقط ایسی ہستی کو کہا جائے گا جس پر ہر وقت، ہر لحاظ اور ہر اعتبار سے، ہر بات اور ہر معاملے میں پورا پورا اعتماد و بھروسہ کیا جا سکے، جس کے متعلق کبھی، بھولے سے بھی، بدعہدی و بے وفائی کا احتمال نہ ہو۔ بالفاظِ دیگر جس کے جملہ عادات وخصائل بالا استثنیٰ، قابل ستائش ہوں۔

یہ بات سبھی جانتے ہیں کہ قریش مکہ نے دعویٰ نبوت ورسالت سے پہلے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو الامین کا لقب دیا تھا۔ اگر یہی لقب آپ کو دعویٰ نبوت کے بعد دیا جاتا یعنی یہ کہا جاتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس میں تمام وہ اوصاف بدرجہ اتم موجود تھے جنہیں محمودہ کہا جا سکتا ہے اور جو کسی ایک شخصیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کلہم کبھی جمع نہیں ہوئے اور نہ آئندہ کبھی ہوں گے، تو ممکن تھا کہ منافقین ومعاندین، اسے آپ پر ایمان لانے والوں کی خوش عقیدتی پر محمول کرتے لیکن بمصداق ''مشک آنست کہ خود بہ بوید نہ کہ عطار بگوید'' اہالیانِ مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق عظیم اور عادات وشمائل حسنہ سے متاثر ہو کر از خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن اخلاق وشمائل کا اعتراف کیا۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو ہاتھ، پاؤں، آنکھ، کان، ناک، دل و دماغ، عقل وخرد وغیرہ اعضاء قویٰ، جوانی وتندرستی، طاقت وتوانائی، علم و دولت، عزت ومرتبہ وغیرہ نعمتیں اور اختیارات بطور امانت ایک مدت کے لئے مرحمت فرمائے پس جو شخص مذکورہ امانات میں خیانت نہیں کرتا، فرائض منصبی اور ذمہ داریاں بطریق احسن ادا کرتا ہے، صرف اور صرف وہی الامین کا مستحق ہے اور وہ یقیناً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذاتِ مبارک ہے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَo

''اور ہم نے جنوں اور انسانوں کو صرف عبادت کرنے کیلئے پیدا کیا۔''

ہاتھ پاؤں اور عقل و دانش وغیرہ سے اپنے بیوی بچوں کیلئے حلال روزی کمانا، دن بھر کی دیانتدارانہ محنت ومشقت سے تھک کر رات کو سونا، اس کے عطایا میں سے اس کی راہ میں بخوشئ خاطر خرچ کرنا۔ اس کی بارگاہِ عالیہ میں دن رات سربہ سجود ہونے سے کم عبادت نہیں۔ اماناتِ خداوندی کی حفاظت اور ان کا مناسب اور صحیح استعمال ہی وہ ناقابل برداشت بوجھ ہے جس کے تصور ہی سے آسمان اور پہاڑ لرز اٹھے اور ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔

اس ذمہ داری سے عہدہ برآہ ہونا اس قدر دشوار ہے کہ دنیا بھر کا کوئی انسان اس بات کا دعویٰ نہیں کرسکتا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی تفویض کردہ امانات و ذمہ داریوں میں کبھی اور کوئی خیانت نہیں کی بلکہ ان سے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے سوا اور کوئی کام نہیں لیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کو قریش مکہ نے الامین کا لقب دے کر آپ کے جامع جمیع اوصاف و اخلاقِ حمیدہ کا اعتراف کیا اور اللہ تعالیٰ نے بدیں الفاظ قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ الخ'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر فعل و ہر عمل کو اپنی رضا کے مطابق ہونے کا سرٹیفکیٹ عطا فرمایا اور مالک خلق عظیم رحمۃ للعالمین، طٰہٰ و یٰسٓ جیسے خطابات عالیہ سے نوازا۔

متحدہ ہندوستان کی تھیوسافیکل سوسائٹی (Theosophical Society) کی پیشوا مسز اینی بیسنٹ لکھتی ہیں کہ ''پیغمبر اعظم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جس بات نے میرے دل میں ان کی عظمت و بزرگی قائم کی ہے وہ ان کی وہ صفت ہے جس نے ان کو اپنے ہم وطنوں سے ''الامین'' کا خطاب دلوایا۔ کوئی صفت اس سے بڑھ کر نہیں ہوسکتی۔ کوئی بات اس سے زیادہ مسلم و غیر مسلم کیلئے قابل اتباع نہیں۔ ایک ذات جو مجسم صدق ہو، اس کے اشرف ہونے میں کیا شک ہوسکتا ہے۔ ایسا ہی شخص اس قابل ہے کہ پیغامِ حق کا حامل ہو۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اشاعت دین حق شروع کی تو قریش مکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سخت دشمن ہو گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو طرح طرح کی اذیتیں دینے لگے بلکہ شہید کرنے کے منصوبے بنانے لگے۔ اس وقت بھی وہ حسب سابق اپنی امانتیں آنحضرت

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رکھتے تھے۔ مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت علیؓ کو ارشاد فرمانا کہ ''یہ قریش کی امانتیں ہیں یہ ادا کر کے خود مدینے چلے آنا'' اس بات کی واضح دلیل ہے کہ کفارِ مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت و دیانت، ایفائے عہد، عدل و انصاف اور باہمی معاملات میں راستی و صداقت کے دل سے قائل تھے اور مخالفت و دشمنی کے باوجود انہیں اس امر کا مطلق خطرہ نہ تھا کہ ان کی امانتیں غیر محفوظ ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم محض صادق و امین ہی نہ تھے، بلکہ جود و سخا، بردباری، عفو و کرم اور ایفائے عہد کی امتیازی خصوصیات بھی آپؐ کی ذاتِ والا صفات میں بدرجہ اتم موجود تھیں۔

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ ایک بدوی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر اس قدر زور سے کھینچی کہ اس کا کنارہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن مبارک میں کھب گیا۔ پھر وہ بدوی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نام سے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''جو مال تیرے پاس ہے وہ نہ تیرا ہے نہ تیرے باپ کا۔ یہ میرے دو اونٹ ہیں ان کی لاد کا سامان مجھے بھی دو۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے تحمل سے فرمایا۔ ''مال بیشک اللہ تعالیٰ کا ہے مگر جو برتاؤ تم نے مجھ سے کیا ہے، کیا تم اس سے ڈرتے نہیں ہو؟''

اعرابی بولا ''نہیں، میں نہیں ڈرتا۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ ''کیوں؟''

اس نے کہا۔ ''میں جانتا ہوں کہ آپ برائی کے بدلے برائی نہیں کرتے۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور حکم دیا کہ اسے ایک اونٹ کا بوجھ جو، اور ایک کا کھجوریں دی جائیں۔

آنحضرت کے ایفائے عہد کے متعلق ایک صحابی عبداللہؓ کہتے ہیں کہ جن دنوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تجارت کا شغل رکھتے تھے، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک معاملہ کیا جس کے دوران میں نے کہا۔

''آپ یہاں میرا انتظار کریں، میں آتا ہوں۔'' وہ بتاتے ہیں کہ میں جا کر کسی اور کام

میں مصروف ہو گیا اور اپنا وعدہ بھول گیا۔ تیسرے روز مجھے وعدہ گاہ پر جانے کا اتفاق ہوا تو میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں اپنا منتظر پایا۔ میں اپنی وعدہ خلافی سے شرمندہ تھا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف اتنا فرمایا۔

''تم نے مجھے زحمت دی۔ میں تین روز سے اسی جگہ تمہارا منتظر ہوں۔''

مکہ میں حضرت خدیجہؓ ایک بڑی متمول بیوہ خاتون تھیں جن کا سلسلہ نسب قصی بن کلاب پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا ہے۔ لوگ ان کی عفت و شرافت کے سبب ان کو ''طاہرہ'' کے نام سے یاد کرتے تھے۔ انہوں نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت و دیانت کی شہرت سنی تو پیام بھیجا:

''اگر آپ میرے غلام میسرہ کے ہمراہ تجارت کیلئے ملک شام کی طرف جائیں تو میں آپ کو اوروں سے دوگنا معاوضہ دوں گی۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی پیش کش منظور کر لی۔

بصریٰ کے مقام پر پہنچے تو تمام مال تجارت وہیں فروخت ہو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں سے کچھ مال خرید لیا جو واپسی پر مکہ میں نفع کثیر پر فروخت ہوا۔

بصریٰ میں جس جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا، اس کے نزدیک نسطورا نامی ایک راہب کا عبادت خانہ تھا۔ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے سائے میں تشریف فرما تھے کہ نسطورا کا وہاں سے گزر ہوا۔ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ پھر میسرہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق مختصر سے حالات دریافت کر کے کہا۔

''لاریب یہ وہی نبی ہے جس کے بارے میں انجیل مقدس میں پیش گوئی ہے اور جس کی آمد کی بشارت دی گئی ہے۔''

اس واقعہ کے راوی واقدی اور محمد بن اسحٰق ہیں۔ ان کے متعلق امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ میرے نزدیک ان کی حدیث حسن ہے۔

حضرت خدیجہؓ کو اس دفعہ توقع سے زیادہ نفع ہوا۔ مزید برآں میسرہ نے جو اس سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و عادات، حسن تدبیر اور خرید و فروخت میں خیر و برکت دیکھ کر بہت متاثر ہوا تھا، حضرت خدیجہؓ کے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت تعریف و

Marfat.com

توصیف کی نیز نسطورا کا واقعہ سنایا۔ حضرت خدیجہؓ بے حد متاثر ہوئیں۔ عرب میں عورتوں کو ان ایام میں اپنی شادی کے متعلق گفتگو کرنے کی آزادی تھی۔ لہٰذا انہوں نے نفیسہ نامی اپنی ایک سہیلی کے ذریعے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نکاح کی درخواست کی جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا ابوطالب اور دیگر اصحاب سے مشورہ کرنے کے بعد منظور فرما لیا۔ حضرت خدیجہؓ کی طرف سے ان کے چچا عمرو بن اسد اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے آپ کے چچا ابوطالب متولی مقرر ہوئے۔ قریش کے کئی معززین اس تقریب میں شریک ہوئے۔ حضرت ابوطالب نے نکاح پڑھایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر اس وقت پچیس سال اور حضرت خدیجہؓ کی چالیس سال تھی۔

حجر اسود

حوادثِ زمانہ سے کعبہ کی دیواریں شکستہ ہو چکی تھیں۔ قریش نے باہم مشورہ کر کے انہیں گرا کر نئے سرے سے بنانا شروع کیا۔ تمام قبائل نے اس کی تعمیر میں بالفخر حصہ لیا۔ حضرت ابو طالب اور رحمۃ للعالمین خود پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے تھے۔ دیواریں بلند ہوئیں اور حجر اسود کے نصب کرنے کا موقع آیا تو قریش میں باہم جھگڑا پیدا ہو گیا۔ ہر شخص یہ چاہتا تھا کہ حجر اسود کے اٹھانے اور نصب کرنے کی سعادت اسے اور اس کے قبیلے کو حاصل ہو۔ چار روز تک جھگڑا ہوتا رہا۔ تمام قبیلے باہم جنگ کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ تلواریں میانوں سے نکلنے والی تھیں کہ ابو اُمیہ نے جو قریش کے ایک معزز اور معمر ترین شخص تھے کہا۔

''لڑائی جھگڑا مناسب نہیں۔ یہ معاملہ خدا پر چھوڑ دو۔ کل صبح کے وقت جو شخص سب سے پہلے باب بنی شیبہ سے داخل ہو وہ حجر اسود کو نصب کرے۔''

اس تجویز کو سب نے تسلیم کر لیا۔ دوسرے روز سب سے پہلے اس دروازے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوئے۔ قریش کو جب یہ معلوم ہوا تو وہ بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے۔

''باب بنی شیبہ سے سب سے پہلے ''الامین'' داخل ہوئے ہیں۔ لہٰذا فیصلے کے مطابق وہی حجرِ اسود کو اٹھا کر نصب کریں۔''

لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام قبائل کو اس سعادت میں شریک کر لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ردائے مبارک زمین پر بچھا دی اور حجر اسود کو اٹھا کر اس کے درمیان

Marfat.com

رکھ دیا اور فرمایا۔

''ہر قبیلے کا ایک ایک معزز آدمی چادر کو کناروں سے پکڑ کر اٹھائے۔'' حسب ارشاد تمام قبائل کے سرداروں نے ردائے مبارک کو پکڑ کر اٹھایا۔ جب وہ حجر اسود کے نصب کرنے کے مقام تک بلند ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود کو اپنے دست مبارک سے اٹھا کر اس کی جگہ پر نصب کر دیا اور اس طرح عربوں کو خونریز جنگ سے بچا لیا۔

اس طرح کعبہ کی تعمیر مکمل ہوگئی اور چھت ڈال دی گئی۔ تاہم زمین کے کچھ حصے کے گرد چار دیواری کر کے اسے چھت کے بغیر یونہی رہنے دیا۔ یہی وہ حصہ ہے جسے حطیم کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

باب دوم

سنہ نبوی تا ۱۳ سنہ نبوی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر چالیس سال کے قریب ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خلوت نشینی کی طرف مائل ہو گئے۔ حسب ضرورت کھانا ہمراہ لے جاتے اور مکہ سے تین میل دور غارِ حرا میں کئی کئی روز تک خدائے واحد و لاشریک کے ذکر و فکر میں مشغول رہتے۔ ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم غارِ حرا میں حسب معمول یادِ الٰہی میں مشغول تھے، رمضان کی سترہ تاریخ اور پیر کا دن تھا کہ ایک قوی الجثہ شخص آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا۔

اقراء ''پڑھ۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''مَا اَنَا بِقَارِی'' یعنی میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے بازوؤں میں لے کر دبایا اور پھر چھوڑ کر کہا۔ ''پڑھ۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی جواب دہرایا کہ ''میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔'' دوبارہ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سینے سے لگا کر دبایا اور پڑھنے کو کہا مگر آپ نے وہی جواب دیا۔ تیسری دفعہ اس نے کسی قدر زور سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دبایا اور چھوڑ کر کہا:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ o خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ o اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ o الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ o عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ.

''پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا انسان کو ایک لوتھڑے سے۔ پڑھ اور تیرا رب سب سے زیادہ بزرگی والا ہے جس نے علم سکھایا قلم کے ذریعے۔ انسان کو سکھایا جو کچھ وہ نہیں جانتا تھا۔''

حضرت خدیجہ فرماتی ہیں کہ اس روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مذکورہ آیات پڑھتے ہوئے گھر آئے اور فرمایا۔ ''مجھے کمبل اوڑھا دو۔'' اس وقت آپ کا دل دھڑک رہا تھا اور چہرۂ مبارک سے خوف کے آثار نمایاں تھے۔ میں نے کمبل اوڑھا دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو قدرے قرار آیا، خوف دور ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام واقعہ جو غارِ حرا میں آپ پر گذرا تھا، سنایا۔ طبری کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب وہ شخص جس نے مجھے پڑھنے کو کہا تھا، غائب ہو گیا تو میں اٹھا۔ مگر میرے گھٹنے کانپ رہے تھے لہٰذا میں وہیں بیٹھ گیا۔ کچھ دیر کے بعد غار سے نکلا۔ ابھی چند قدم ہی چلا ہوں گا کہ میں نے سنا کہ کوئی کہہ رہا ہے۔ ''اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اللہ کے رسول ہیں اور میں جبرائیل ہوں۔''

یہ آواز آسمان سے آ رہی تھی۔ میں نے سر اٹھایا تو دیکھا کہ ایک شخص کھڑا ہے۔ اس کا سر آسمان پر ہے اور پاؤں زمین پر۔ تمام آسمان اس کے وجود سے بھرا ہوا ہے۔ اس نے دوبارہ وہی الفاظ دہرائے۔ میں خاموش دیکھتا رہا۔ میں نے دائیں بائیں جس طرف بھی نگاہ کی، مجھے وہی نقشہ نظر آیا تا آنکہ وہ غائب ہو گیا۔

پھر آپ نے فرمایا ''لَقَدْ خَشِیتُ عَلی نَفْسِی'' (مجھے اپنی جان کا خطرہ ہے) حضرت خدیجہؓ کا بیان ہے کہ اس پر میں نے عرض کیا۔

''اللہ تعالیٰ آپ کو پریشان خاطر اور رسوا ہرگز نہ ہونے دے گا۔ آپ صادق و امین ہیں۔ صلہ رحمی کرتے ہیں، غریبوں، محتاجوں کے کام آتے ہیں، کمزوروں اور بے آسرا لوگوں کی حمایت و طرفداری کرتے ہیں۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ذرا سکون ہوا تو حضرت خدیجہؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے چچا کے بیٹے ورقہ بن نوفل کے پاس لے کر گئیں۔ ورقہ بن نوفل عیسائی ہو گیا تھا۔ وہ تورات و انجیل کا بہت بڑا عالم اور زاہد و پرہیز گار تھا۔

خدیجہؓ نے کہا۔ ''میرے چچا کے بیٹے! اپنے بھتیجے (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا حال سنو۔''

اس نے کہا۔ ''کہو بھتیجے کیا بات ہے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام واقعہ جو آپ صلی

Marfat.com

اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غار حرا میں گزرا تھا سنایا۔ ورقہ نے جو کتب آسمانی کا جید عالم تھا سن کر کہا۔ ''یہ ناموس اکبر (جبرئیل) ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تھا۔ آپ نبی آخر الزماں ہونے والے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت تکلیفیں پہنچائے گی یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وطن مالوف سے ہجرت کرنے پر مجبور کر دے گی۔ اگر میں آپ کے زمانہ نبوت تک زندہ رہا تو آپ کا ساتھ دوں گا بلکہ جان و مال سے آپ کی ہر ممکن خدمت و مدد کروں گا۔''

بنی امیہ اور بنی ہاشم کے درمیان مدت سے عداوت چلی آتی تھی۔ جیسا کہ پہلے ذکر ہوا کہ قصی بن کلاب کی وفات کے بعد تولیت کعبہ ان کے فرزند عبدالدار کو ملی لیکن وہ اس منصب کا اہل ثابت نہ ہوا لہٰذا رفادہ اور سقایہ کے منصب جو بہت اہم سمجھے جاتے تھے، قصی کے پوتے، عبد مناف کے بیٹے، ہاشم کے سپرد کر دیئے گئے۔

امیہ بن عبدالشمس کو توقع تھی کہ وہ منصب اس کو ملیں گے۔ اس نے کوشش بھی کی مگر اس کی آرزو پوری نہ ہوئی۔ اس ناکامی نے بنی امیہ کو بنی ہاشم کا سخت دشمن بنا دیا۔

عبدالمطلب بڑے اثر و رسوخ والے وجیہہ اور بارعب و پُر جلال تھے۔ ان کے عہد میں بنی امیہ کی کچھ نہ چل سکی۔ جب وہ رحلت فرما گئے تو ان کے بعد خاندانِ ہاشمی میں کوئی شخص ذی اثر نہ تھا۔ جو دولت مند تھا وہ جود و سخا سے عاری تھا اور جو سخی تھا اس کے پاس دولت نہ تھی۔ اندریں حالات تولیت کعبہ حرب بن امیہ کو مل گئی۔ وہ متولی کعبہ بن گیا اور اس طرح بنی امیہ برسر اقتدار آ گئے۔

ظہورِ اسلام کے وقت عرب میں تین قبائل آباد تھے۔ بنو قحطان (جو یمن سے آ کر آباد ہوئے تھے) بنو عدنان (حضرت اسماعیلؑ کی اولاد) اور یہود۔ تینوں قبائل کئی کئی شاخوں میں بٹے ہوئے تھے۔ بلحاظِ مذہب بعض قبیلے عیسائی تھے، بعض یہودی اور بیشتر بت پرست تھے۔ مکہ معظمہ بت پرستی کا گڑھ تھا۔ خانہ کعبہ میں تین سو ساٹھ بت تھے جن کی پوجا کی جاتی تھی۔

بیشتر قبائل صحرا نورد تھے۔ وہ حسب ضرورت اپنی سکونت بدلتے رہتے تھے لیکن ایک دوسرے سے ہمیشہ علیحدہ رہتے تھے۔ جو قبائل شہروں میں آباد ہو گئے، وہ وہاں بھی اپنی رہائش جداگانہ رکھتے تھے اور باہم مخلوط نہ ہوتے تھے۔

Marfat.com

عرب جنگجو قوم تھی۔ معمولی معمولی باتوں پر قبائل کے درمیان جنگ چھڑ جاتی جو سالہا سال جاری رہتی۔ غارت گری، رہزنی واغوا ان کا پیشہ تھا۔ شراب نوشی، سود خوری، زنا، فحاشی و بے حیائی ان کا معمول تھا۔ حرام وحلال کی ان کو مطلق تمیز نہ تھی۔

عورت کی عرب میں کوئی حیثیت نہ تھی۔ وہ گویا ایک متاع تھی، بھیڑ بکریوں کی طرح لیکن بڑی ذلیل وحقیر۔ جس شخص کے گھر لڑکی پیدا ہوتی، وہ شرم کے مارے منہ چھپائے پھرتا۔ بعض لوگ لڑکی کو زندہ دفن کر دیتے تھے۔ اکثر اوقات نکاح کے موقع پر یہ معاہدہ کرلیا جاتا تھا کہ لڑکی پیدا ہوگی تو اسے زندہ گاڑ دیا جائے گا۔

عرب میں چار مہینے رجب، ذیقعد، ذی الحجہ اور محرم قابل احترام سمجھے جاتے تھے۔ ان مہینوں میں جنگ وجدل، قتل وغارت، رہزنی وڈاکہ وغیرہ ممنوع تھے۔ اگر کوئی شخص ماہ ہائے حرام میں رہزنی وقتل وغارت وغیرہ کا مرتکب ہوتا تو تمام قبائل اس کے ساتھ جنگ کرتے اور اس طرح اس کے پورے قبیلے کو اس کا خمیازہ پڑتا تھا۔ ایسی لڑائی جو ماہ ہائے حرام میں پیش آتی، اسے حربِ فجار کہتے تھے۔

ایک دفعہ کنانہ کے ایک شخص نے ہوازن کے سردار عروہ کو ماہِ حرام میں قتل کر دیا۔ قبیلہ کنانہ قریش کا حلیف تھا لہٰذا قریش، کنانہ اور ہوازن میں جنگ چھڑ گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر اس وقت چودہ سال تھی۔ مؤرخین کا بیان ہے کہ قریش کے ہمراہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس حربِ فجار میں شریک ہوئے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود جنگ نہ کی، صرف اپنے چچا کو تیر اٹھا اٹھا کر دیتے رہے۔ اس جنگ میں بالآخر فریقین میں صلح ہوگئی۔

اس کے کچھ عرصے بعد ایک تاجر کچھ مالِ تجارت مکہ میں لایا۔ عاص بن وائل نے وہ مال خرید لیا مگر اس کی قیمت ادا نہ کی۔ عرب میں نہ کوئی پولیس تھی نہ عدالت جس کے سامنے مظلوم اپنی فریاد لے جائے۔ کسی مظلوم کیلئے سوائے اس کے کوئی چارہ کار نہ تھا کہ وہ اپنے قبیلے کے پاس جائے اور اسے آمادۂ جنگ کرے اور لڑائی کر کے ظالم کے قبیلے سے اس کے ظلم کا بدلہ لے۔ مکہ میں دس قبیلے آباد تھے۔ اگر کسی بیرونی قبیلے کے کسی فرد پر مکہ کا کوئی شخص ظلم کرتا تو مظلوم کیلئے اس سے بدلہ لینا دشوار تھا کیونکہ اگر وہ مظلوم اپنے قبیلے کو آمادۂ جنگ کر کے حملہ آور ہوتا تو مکہ کے تمام قبیلے اسے بیرونی حملہ آور تصور کرتے اور متحد ہو کر اس کا مقابلہ کرتے لہٰذا کسی

قبیلے کو مکہ پر حملہ کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی المختصر مظلوم کی دادرسی نہ ہو سکتی تھی۔ ان حالات کے پیش نظر اس تاجر نے کعبہ کے قریب ایک پہاڑی پر کھڑے ہو کر جو زیادتی عاص بن وائل نے اس کے ساتھ کی تھی بآوازِ بلند بیان کی اور اہل دل کو مدد کیلئے پکارا۔ زبیر بن عبدالمطلب نے اس کی فریاد سنی۔ انہوں نے چند باہمت جوانوں سے اس کا تذکرہ کیا۔ وہ سب مظلوم کی امداد کیلئے تیار ہو گئے۔ انہوں نے عبداللہ بن جُدعان کے ہاں اکھٹے ہو کر حلف اٹھایا کہ وہ ہر ظالم کے خلاف مظلوم کی امداد کریں گے۔ اس اجتماع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل تھے۔ پھر وہ سب عاص بن وائل کے پاس گئے اور اسے اس تاجر کا مال واپس کرنے پر مجبور کر دیا۔

قدیم ایام میں قبیلہ جرہم کے دور میں مظلوموں کی امداد کرنے کا ایک معاہدہ عمل میں آیا تھا، جس کے بیشتر محرکین کا نام فضل تھا۔ فضل بن وداعہ بن حارث، فضل بن فضالہ وغیرہ۔ فضول، فضل کی جمع ہے لہٰذا وہ معاہدہ حلف الفضول (یعنی کئی فضلوں کا معاہدہ) کے نام سے مشہور ہوا۔ مذکورہ بالا معاہدہ، جو زبیر بن عبدالمطلب کی تحریک سے عمل میں آیا اگرچہ اس کے محرکین کا نام فضل نہ تھا لیکن چونکہ مظلوموں کی امداد ہی کی غرض سے ہوا تھا لہٰذا اسے بھی حلف الفضول ہی کا نام دیا گیا۔

حلف الفضول کوئی معمولی واقعہ نہ تھا۔ اس نے ایک بے یارو مددگار مظلوم کیلئے دادرسی کی راہ نکالی۔ اہل مکہ کیلئے بھی کسی بے کس پر ظلم کرنا آسان نہ رہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زمانہ نبوت میں فرمایا کرتے تھے کہ اگر مجھے حلف الفضول میں شمولیت سے باز رہنے کے عوض سرخ اونٹ بھی دیئے جاتے تو میں کبھی قبول نہ کرتا۔ اگر اب بھی کسی ایسے معاہدے کی طرف مجھے مدعو کیا جائے تو میں ضرور اس میں شمولیت کروں۔

سہیلی مؤرخ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ ایک عرب اپنی نوجوان کنواری لڑکی کو ساتھ لئے ہوئے مکہ آیا۔ مکہ کے ایک تاجر نے اس لڑکی کو اغوا کر لیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہوا تو آپ نے حلف الفضول کے نوجوانوں کو حرم کعبہ کے پاس جمع کیا۔ وہاں انہوں نے قسم کھائی کہ ہم کسی لالچ کے بغیر مظلوم کی حمایت کریں گے حتیٰ کہ ظالم مظلوم کا حق ادا کر دے۔ اپنی قسم کی مضبوطی کی غرض سے انہوں نے حجر اسود کو آبِ زمزم سے غسل دیا اور وہ پانی پیا۔ اس کے بعد اس تاجر کے مکان کا محاصرہ کر لیا اور اسے کہا کہ ''اس لڑکی کو فوراً اور اسی حالت میں

(یعنی کنواری) اس کے باپ کے حوالے کر دو۔'' اس نے ایک رات کی مہلت مانگی مگر انہوں نے منظور نہ کیا چنانچہ اسے اسی وقت لڑکی کو اس کے باپ کے حوالے کرنا پڑا۔

جزیرہ نمائے عرب کے شمال میں بلادِ شام، مشرق میں خلیج فارس، جنوب میں بحر ہند اور مغرب میں بحر قلزم ہے۔ اس کا رقبہ تقریباً بارہ لاکھ مربع میل ہے، جس کا بیشتر حصہ بے آب و گیاہ ریگستان ہے جہاں خارِ مغیلاں کے سوا کچھ نہ تھا۔ جس سرزمین میں نہ پانی بآسانی دستیاب ہو نہ کھانے کو کچھ ملے اور عموماً اونٹ کے دودھ پر گزر اوقات ہو، وہاں رہنے والوں کا زندہ رہنا اس امر کا بین ثبوت ہے کہ وہ جسمانی اور روحانی ہر دو اعتبار سے مضبوط و توانا تھے۔ گویا ان میں زندہ رہنے کی صلاحیت موجود تھی ورنہ کمزور اور بے شعور اقوام تادیر اور وہ بھی ایسے نامساعد حالات میں، زندہ نہیں رہ سکتیں۔ زمانہ انہیں بہت جلد فنا کر دیتا ہے۔

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ بھوک پیاس پر صبر کرنے سے بڑھ کر نفس امارہ کو مطیع و فرمانبردار کرنے والی کوئی شے نہیں۔ بے آب و گیاہ صحرائے عرب نے اپنے مکینوں کو جہاں ڈاکو و رہزن بنا دیا وہاں ان میں جذبہ صبر بھی پیدا کر دیا تھا جو کہ جامع جمیع صفاتِ انسانی ہے۔ از منہ قدیم کے عرب بھوک پیاس برداشت کرنے کی اتنی طاقت رکھتے تھے کہ غیر عرب اس کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ وہ عموماً اس کا احساس کم کرنے کیلئے پیٹ پر پتھر باندھ لیتے اور اسی حالت میں سخت سے سخت محنت و مشقت کے کام پوری مستعدی سے سرانجام دیتے تھے۔ وہ پیٹ پر پتھر باندھنے کو برا نہیں سمجھتے تھے۔ ان کے نزدیک ناداری یا فقر و فاقہ کوئی عیب یا گناہ نہ تھا بلکہ کسی مشکل کے وقت بے صبر ہونے کو معیوب و قابل نفرت گردانتے تھے۔ نفس امارہ ان کو ''ہائے بھوک، ہائے پیاس'' پکارنے اور مردہ کی طرح پڑے رہنے کی طرف مائل نہ کر سکتا تھا۔

بھوک پیاس کو برداشت کرنا اور صبر کرنا بظاہر کوئی بڑی ریاضت نہیں، لیکن اس کا جو نتیجہ مرتب ہوتا ہے یا جو انعام ملتا ہے (یعنی نفس امارہ کی اطاعت) اس سے بہتر اور اعلیٰ نہ کوئی نتیجہ ہے اور نہ کوئی انعام۔

نہنگ و اژدہا و شیر نر مارا تو کیا مارا
بڑے موذی کو مارا نفسِ امارہ کو گر مارا

نفسِ امارہ تمام عیوب و بداخلاقیوں کی جڑ ہے اور صبر و استقلال تمام فضائل کا منبع۔ اسی

Marfat.com

صبر نے ان رہزنوں، غارت گروں اور وحشیوں میں جذبہ ایثار، عزم و استقلال، قوت ارادی و استقامت اور راست گفتاری وغیرہ جیسے اوصافِ حمیدہ پیدا کر دیئے اور نہیں نفس امارہ کی گرفت سے آزاد کر دیا۔ غلام دراصل وہ شخص نہیں جس کو اس کے ظالم آقا نے آہنی زنجیروں میں جکڑا ہوا ہو، غلام تو صحیح معنوں میں وہ ہے جو نفس امارہ کا تابع فرمان ہے اور اس کے حکم سے سرتابی نہیں کر سکتا۔ وہ لوگ سچ بولنے میں نڈر تھے۔ وعدے کا ایفا ان کے ایمان کا جزوِ اعظم تھا۔ ان کی مہمان نوازی ضرب المثل کی حیثیت رکھتی تھی اور جس عقیدے کو اختیار کرتے اس پر سختی سے قائم رہتے۔

کسی بات یا عقیدے پر قائم رہنے کو بعض لوگ ہٹ یا ضد کا نام دیتے ہیں جس میں کسی بات کو صحیح جان کر بھی اس کی مخالفت کرنے کا مفہوم پایا جاتا ہے جو کہ معیوب ہے۔ یہ بات فرعونیوں میں بے شک تھی۔ بنی اسرائیل اور یہودی اسلام کو سچا مذہب جان کر بھی اپنی ہٹ پر قائم رہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی آخر الزمان پہچان کر بھی ایمان نہ لائے۔

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ یَعْرِفُوْنَہٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَ ھُمْ ط وَاِنَّ فَرِیْقًا مِّنْھُمْ لَیَکْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ

(البقرہ:146)

''جنہیں ہم نے کتاب عطا فرمائی (یعنی یہود و نصاریٰ) وہ اس نبی کو ایسا پہچانتے ہیں جیسا اپنے بیٹوں پہچانتے ہیں اور بے شک ان میں ایک گروہ جان بوجھ کر حق چھپاتے ہیں۔''

لیکن عربوں میں یہ بات نہ تھی۔ ان کا ضمیر اگر کسی عقیدے کو صحیح مان لیتا تھا تو وہ کسی کی پروا نہ کرتے تھے اور بلاوجہ ضد نہ کرتے تھے بلکہ ان کا ظاہر و باطن ایک تھا۔ واقعات شاہد ہیں کہ جس شخص نے بھی اپنے آبائی مذہب یعنی بت پرستی کے مقابل اسلام کو درست سمجھ لیا، اس نے اسی وقت بلاتوقف اسے قبول کر لیا۔ والدین بہن بھائی اعزہ واقربا کسی کی پروانہ کی۔ مال و دولت، جائداد، خاندانی عزت و منزلت جاتی ہے تو جائے لیکن ایمان نہ جائے۔ غلاموں نے، بیچاری کنیزوں نے اپنے ظالم و ستم گار آقاؤں کے انسانیت سوز مظالم برداشت کئے مگر ان کے پائے استقامت میں ذرا بھر بھی لغزش نہ آئی۔

Marfat.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت حسب ذیل رؤسائے قریش بڑے با اثر اور دولتمند تھے:

1۔ ابولہب (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا)
2۔ ابوسفیان (خاندان امیہ کا فرد۔ متولی کعبہ)
3۔ عتبہ بن ربیعہ (معاویہ بن ابوسفیان کا نانا)
4۔ ولید بن مغیرہ (حضرت خالدؓ کا باپ)
5۔ عاص بن وائل (فاتح مصر حضرت عمروؓ کا باپ)

رؤسائے قریش نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تبلیغی پیغام سنا اور سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں کہ ''لات وعزیٰ کی پرستش چھوڑ دو۔ اللہ تعالیٰ واحد اور لاشریک ہے اور وہی پرستش کے لائق ہے، فقط اُسی سے ڈرو، ہر شخص کو اپنا بھائی سمجھو اور کسی پر ظلم نہ کرو۔'' تو انہوں نے ان باتوں کو اپنی عزت وعظمت اور خاندانی وقار کے منافی خیال کیا لہٰذا وہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت پر آمادہ ہو گئے اور جتنا زیادہ کسی کو اپنی عزت و وقار کے نقصان کا خطرہ لاحق ہوا، اتنا ہی زیادہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن ہو گیا۔

قریش کی مخالفت اور دشمنی کے باوجود آہستہ آہستہ لوگ مشرف بہ اسلام ہونے لگے۔ خاموشی اور رازداری سے تبلیغ اسلام کا یہ سلسلہ تین سال تک جاری رہا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کوئی بات بھی حضرت خدیجہؓ سے پوشیدہ نہیں رکھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب معمولی پیغام حق بھی سب سے پہلے انہی کو سنایا۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت و دیانت اور راست گفتاری کی دل سے قائل تھیں، لہٰذا فوراً ایمان لے آئیں۔

حضرت ابوبکرؓ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دیرینہ دوستانہ مراسم تھے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعویٰ نبوت کیا تو وہ مکہ میں نہ تھے، باہر گئے ہوئے تھے۔ واپس آئے تو راستے ہی میں کسی نے ان سے کہا۔

''آپ کے دوست محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا دعویٰ کر دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور مجھ پر اللہ کے پیغام آتے ہیں۔''

Marfat.com

حضرت ابوبکرؓ نے کہا۔ ''اگر وہ کہتے ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں تو سچ کہتے ہیں۔ انہوں نے آج تک کوئی غلط بیانی نہیں کی، کبھی جھوٹ نہیں بولا۔'' وہاں سے سیدھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پہنچے اور پوچھا۔

''کیا آپ نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے؟''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اثبات میں جواب دیا تو حضرت ابوبکرؓ نے بلا تامل اسی وقت کلمہ توحید پڑھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ میں نے جس کے سامنے بھی نبی ہونے کا دعویٰ کیا، اُسے ایمان لانے میں تھوڑا بہت تامل ضرور ہوا سوائے ابوبکرؓ کے جنہوں نے تسلیم کرنے اور ایمان لانے میں ذرہ بھر بھی پس و پیش نہیں کیا۔

حضرت زید بن حارثہ یمن کے ایک معزز قبیلے کے فرد تھے۔ بچپن میں ان کی والدہ ان کو ساتھ لے کر ایک دفعہ اپنے میکے جا رہی تھیں کہ راستے میں قزاقوں نے انہیں اغوا کر لیا اور بازارِ عکاظ میں حکیم بن حزام کے پاس چار سو درہم میں فروخت کر دیا۔ حکیم بن حزام حضرت خدیجہؓ کے بھتیجے تھے۔ انہوں نے زید کو خرید کر خدمت کیلئے اپنی پھوپھی کو پیش کر دیا اور انہوں نے انہیں رحمۃ للعالمین کی غلامی میں دے دیا۔

زید کے والد کو پتہ چلا کہ اس کا بیٹا مکہ میں ہے۔ وہ مکے میں آیا۔ اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دیکھ کر اس نے عرض کیا۔

''زید میرا بیٹا ہے۔ آپ اسے آزاد کر دیں، جس قدر بھی آپ معاوضہ چاہیں میں ادا کرنے کو تیار ہوں۔''

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''زید کو اختیار ہے وہ چاہے تو تمہارے ساتھ چلا جائے، چاہے تو میرے پاس رہے۔'' وہ بہت خوش ہوا۔ اس نے اپنے بیٹے سے کہا۔ ''بتاؤ اب تمہاری کیا مرضی ہے؟''

وہ کہنے لگے۔ ''میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کو آزادی پر ترجیح دیتا ہوں۔''

یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زید کو خانہ کعبہ میں لے گئے اور حجر اسود کے پاس کھڑے ہو کر فرمایا۔ ''میں زید کو آج سے اپنا بیٹا کہتا ہوں۔''

Marfat.com

یہ دیکھ کر ان کا والد بخوشی خاطر انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چھوڑ گیا۔ یہ واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے کا ہے۔ بعثت کے بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعویٰ کیا کہ میں اللہ کا رسول ہوں تو زید بن حارثہ نے فوراً تسلیم کر لیا اور ایمان لے آئے۔

حضرت ابو طالب دولت مند نہ تھے اور کنبہ بھی ان کا بڑا تھا۔ تعمیر کعبہ کے بعد جب مکہ میں قحط پڑ گیا تو ابو طالب کی گزر اوقات مشکل ہو گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تکلیف کو محسوس کر کے ایک دن حضرت عباسؓ سے، جو کہ خاصے مالدار تھے، کہا۔

''چچا ابو طالب کثیر العیال ہیں اور اس وقت سخت مشکل میں ہیں۔ اگر ان کا ایک بچہ میں اپنی کفالت میں لے لوں اور ایک بچہ آپ لے لیں تو اس طرح ان کی کچھ امداد ہو جائے گی اور کسی قدر بوجھ بھی ہلکا ہو جائے گا۔'' حضرت عباسؓ نے اس بات کو پسند کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عباسؓ دونوں حضرت ابو طالب کے پاس گئے اور اپنی تجویز پیش کی۔ انہوں نے کہا۔ ''بہت بہتر مگر عقیل اور طالب کے سوا جس کو آپ چاہیں اپنی کفالت میں لے لیں۔'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو اور حضرت عباسؓ نے حضرت جعفرؓ کو لے لیا۔ حضرت علیؓ کی عمر اس وقت پانچ چھ سال کی تھی۔ اس روز سے وہ ہمہ وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہنے لگے۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعویٰ نبوت کیا تو حضرت علیؓ جن کی عمر اس وقت بارہ تیرہ سال کی تھی، اپنے والد ابو طالب کی اجازت سے مشرف بہ اسلام ہوئے۔ عورتوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ ایمان لائیں، مردوں میں ابو بکرؓ، جوانوں میں حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ اور غلاموں میں حضرت زیدؓ بن حارثہ حلقہ اسلام میں داخل ہوئے۔

حضرت ابو بکرؓ بڑے فیاض اور صائب الرائے تھے اور مکہ بھر میں اپنے اخلاقِ حسنہ کی وجہ سے ہر دلعزیز تھے۔ انہوں نے اپنے ملنے والوں کو دعوتِ اسلام دی۔ حضرت عثمانؓ، زبیر بن العوامؓ، سعد بن ابی وقاصؓ، طلحہ بن عبید اللہؓ اور عبدالرحمٰن بن عوفؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ سے حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

سلسلۂ تبلیغ خاموشی سے جاری رہا۔ چند اصحاب ابو عبیدہؓ بن جراح، ارقم بن ابی ارقمؓ،

Marfat.com

خباب بن ارتؓ، سعد بن زیدؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، ابوذر غفاریؓ، صہیب رومیؓ، حضرت بلالؓ، عامر بن فہیرہؓ، یاسرؓ اور عمارؓ بن یاسرؓ وغیرہ بھی حلقہ اسلام میں داخل ہوکر اَلسَّابِقُوْنَ السَّابِقُوْنَ اُوْلٰینکَ المقَرَّبُون کی صف اول میں شامل ہوئے۔

حضرت ارقمؓ بن ابی ارقم کا خاندان مکہ میں بڑی عزت و منزلت کا مالک تھا۔ ان کا مکان کوہ صفا کے نزدیک بڑی محفوظ جگہ پر تھا۔ انہوں نے اسے خدا کے نام پر وقف کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دیا تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے اپنا تبلیغی مرکز بنائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے گنتی کے چند جاں نثار اس مکان میں محفوظ ہو کر تین سال خوشی سے تبلیغ دین ہدیٰ کرتے رہے۔ اس عرصے میں حلقہ بگوشانِ اسلام کی تعداد چالیس کے قریب پہنچ گئی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ارقمؓ کے مکان میں ہی مقیم تھے کہ خداوند تعالیٰ کی طرف سے اعلانیہ تبلیغ کرنے کا حکم نازل ہوا۔ ارشاد ہوا۔

وَانذِر عَشِیْرَتکَ الْاَقْرَبِیْن وَاخْفِضْ جَنَابَکَ لِمَنِ اتَّبَعَکَ مَنَ الْمُؤْمِنِیْن

''اور تم اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤ اور جو مومن آپ کے سپرد ہوئے ہیں ان کیلئے اپنے (رحمت کے) بازو جھکاؤ۔'' (سورۃ الشعرا)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کے اس حکم کی تعمیل میں کوہِ صفا پر کھڑے ہو کر عرب کے دستور کے مطابق قریش کو پکارا۔ ہر قبیلے کے لوگ وہاں جمع ہو گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے یوں خطاب کیا۔

''اے اولادِ غالب! اگر میں تم سے کہوں کہ اس پہاڑ کے عقب سے ایک لشکر جرار تم پر حملہ کرنے کی غرض سے آرہا ہے تو تمہیں یقین آئے گا کہ نہیں؟'' سب نے بیک زبان ہو کر کہا ہمیں یقین آجائے گا کیونکہ آپ صادق و امین ہیں۔ آپ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔''

بعد ازاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''اللہ وحدہٗ لاشریک ہے اور وہی عبادت کے لائق ہے۔ پتھر اور مٹی کے بنے ہوئے بت پرستش کے لائق نہیں۔ مرنے کے بعد

Marfat.com

انسان کو زندہ کیا جائے گا اور اس کے اعمال کا محاسبہ ہو گا۔ لہٰذا اس آنے والے وقت سے ڈرو اور اپنی جانوں کو آگ سے بچاؤ۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس خطاب سے قریش بڑے برہم ہوئے۔ ابولہب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک پتھر بھی پھینکا اور کہا۔ "کیا اسی لئے تم نے ہمیں یہاں بلایا تھا؟"

حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صاع (ساڑھے تین سیر) غلہ، بکری کا ایک شانہ اور دودھ کا ایک پیالہ مہیا کر کے خاندان عبدالمطلب کے تمام افراد کو دعوت پر بلایا۔ کم وبیش چالیس آدمی آئے۔ سب نے سیر ہو کر کھانا کھایا اور دودھ پیا۔ فارغ ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دعوتِ اسلام کیلئے کھڑے ہوئے۔

ابولہب بولا۔ "آج محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے کھانے پر جادو کر دیا ہے۔ اتنا سا کھانا اور دودھ جو ایک آدمی کیلئے کافی نہ ہو، سب لوگ کھائیں پئیں اور پھر کچھ بچ بھی رہے۔ ہم نے ایسا نہ کبھی دیکھا اور نہ سنا۔" اس پر سب لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سنے بغیر منتشر ہو گئے۔ دوسرے روز پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی قدر کھانے کا انتظام فرمایا۔ خاندان کے کم وبیش سبھی رکن آئے۔ کھانا کھا کر چلے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین کو اللہ تعالیٰ کا پیغام سنایا اور فرمایا۔

"میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک ایسی چیز لے کر آیا ہوں، جو فلاحِ دارین کی کفیل ہے۔ اس کے اٹھانے میں آپ میں سے کون میرا ساتھ دے گا؟" سب خاموش رہے۔ حضرت علیؓ نے جن کی عمر اس وقت تیرہ سال کی تھی، اٹھ کر کہا۔

"اگرچہ میں نوعمر ہوں، کمزور اور لاغر ہوں، تاہم میں آپ کا ساتھ دوں گا۔"

یہ سن کر تمام حاضرین ہنس پڑے۔ ان کے جی میں آیا ہو گا کہ یہ دو شخص جن میں سے ایک تیرہ سالہ بچہ ہے، دنیا بھر کی فلاح و بہبود کا فیصلہ کر رہے ہیں۔

یوں تو تمام اہل مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن ہو گئے تھے لیکن مذکورہ دعوت کے بعد ابوجہل، ابولہب، اسود بن مطلب، حارث بن قیس، اسود بن عبد یغوث، ولید بن مغیرہ، ابی بن خلف، عاص بن وائل، نفر بن حارث، عقبہ بن ابی معیط وغیرہم تو دن رات آنحضرت صلی

Marfat.com

اللہ علیہ وسلم کو دکھ دینے کی فکر میں رہنے لگے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عموماً بازار ذی المجاز میں جا کر لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا پیغام سنانے لگے۔ اس دوران ابوجہل آپ کے پیچھے پیچھے رہتا۔ کبھی آپ پر مٹی پھینکتا اور کبھی پتھر مارتا اور ساتھ ساتھ کہتا جاتا۔ ''اے لوگو اس کی بات نہ سننا، یہ تم سے لات و عزیٰ کو چھڑانا چاہتا ہے۔''

ابوجہل کا اصلی نام عمر بن ہشام تھا۔ اس کی کنیت ابوالحکم تھی۔ ایک دفعہ اخنس بن شریق نے اس سے پوچھا۔ ''اے ابوالحکم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟''

اُس نے کہا۔ ''ہم اور بنو عبد مناف ہمیشہ سے حریف رہے ہیں۔ جو کچھ انہوں نے کیا ہم نے بھی کیا بلکہ ہم نے ان سے بڑھ چڑھ کر فیاضیاں کیں مگر اب بنو ہاشم پیغمبری کے دعویدار بن گئے ہیں۔ واللہ ہم اس پیغمبری پر کبھی ایمان نہ لائیں گے۔''

ایک روز ابوجہل نے مختلف قبائل کے سرداروں سے، جو کہ کعبہ میں بیٹھے تھے، کہا۔ ''اگر تم مجھے اپنی پناہ میں لینے کا وعدہ کرو تو میں کل جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں ہوں گے ایک بڑا پتھر ان کے سر پر مار کر (نعوذ باللہ) انہیں ہلاک کر دوں گا۔''

انہوں نے کہا۔ ''ہم وعدہ کرتے ہیں کہ ہم تمہیں اپنی پناہ میں لے لیں گے۔'' دوسرے روز صبح کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ ابی وامی) جب حسب معمول خانہ کعبہ میں تشریف لائے اور نماز پڑھنے لگے تو ابوجہل جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سجدے کے انتظار میں بیٹھا تھا اٹھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر پتھر مارنے کے ارادے سے چلا۔ سردارانِ قریش ابوجہل کی جہالت و خباثت دیکھنے کی غرض سے وہاں آئے ہوئے تھے۔ جب ابوجہل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب گیا تو اچانک پیچھے کو بھاگا۔ وہ پتھر جو اس کے ہاتھ میں تھا، زمین پر گر گیا۔ یہ دیکھ کر وہ سردار دوڑ کر اس کی طرف گئے اور انہوں نے پوچھا۔ ''کیا ہوا، اس قدر بدحواس کیوں ہو گئے؟''

اس نے کہا۔ ''کیا بتاؤں جب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب پہنچا تو میں نے دیکھا کہ سامنے سے ایک بڑا خطرناک اونٹ منہ کھولے میری طرف آ رہا ہے۔ میں فوراً پیچھے کو دوڑا، اگر میں ایک لمحہ بھی رک جاتا تو یقیناً وہ میرا ایک ہی لقمہ کر لیتا۔''

ایک دفعہ اونٹوں کا ایک سوداگر مکہ میں آیا۔ اکثر لوگوں نے اس سے اونٹ خریدے۔ ابوجہل نے بھی چند اونٹ خرید لئے مگر ان کی قیمت ادا نہ کی۔ سوداگر نے بارہا تقاضا کیا مگر وہ لیت ولعل کرتا رہا۔ ایک روز وہ سوداگر خانہ کعبہ میں گیا۔ چند معززین قریش وہاں بیٹھے تھے۔ اس نے انہیں اپنی داستان سنائی اور کہا۔

''کیا آپ میں سے کوئی ایسا ہے جو ابوالحکم (ابوجہل) سے میرے اونٹوں کی قیمت دلا دے؟'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت کعبہ کے ایک گوشے میں یادِ خدا میں مصروف تھے۔ قریش نے ازراہِ تمسخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''ان سے کہو۔ وہ تمہارے دام دلا سکتے ہیں۔''

وہ سوداگر اجنبی اور قریش کی خباثت سے ناواقف تھا۔ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر کہا۔

''ابوالحکم نے میرے دام دبا رکھے ہیں۔ میں غریب مسافر ہوں۔ ان لوگوں کو میں نے کہا کہ کوئی میرے دام دلا دے۔ انہوں نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے۔ ازراہِ کرم آپ ابوالحکم سے میری رقم دلا دیں۔ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے گا۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''چلو دلا دیتا ہوں۔'' سوداگر آپ کے ہمراہ ہو لیا۔ قریش نے ان کے پیچھے ایک آدمی کو روانہ کیا تا کہ وہ دیکھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے ہیں اور ابوجہل ان سے کیا سلوک کرتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابوجہل کے مکان پر گئے اور دروازے پر دستک دی۔ ابوجہل نے پوچھا۔ ''کون ہے؟''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں۔ جلدی سے باہر آؤ۔'' ابوجہل باہر آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کہا۔ ''اس سوداگر کے دام ادا کر دو۔'' ابوجہل زرد پڑ گیا اور کانپتے ہوئے بولا۔ ''میں ابھی لایا۔'' اور پھر اسی وقت اس نے سوداگر کی مطلوبہ رقم ادا کر دی۔ قریش کے بھیجے ہوئے آدمی نے واپس جا کر قریش کو سارا واقعہ سنایا۔ وہ سوداگر بھی وہاں پہنچ گیا۔ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت دعائیں دیں اور بتایا کہ انہوں نے میرے دام دلا دیئے۔

Marfat.com

ابولہب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا تھا۔ اس کا نام عبدالعزیٰ بن عبدالمطلب تھا۔ جس روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہِ صفا پر کھڑے ہو کر اہل مکہ کو دعوتِ اسلام دی، عام لوگ خاموشی سے باہم ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے مگر ابولہب نے بآوازِ بلند کہا۔ ''اللہ تجھ کو (نعوذ باللہ) ہلاک کر دے۔ کیا تو نے ہمیں اسی لئے بلایا تھا؟'' علاوہ ازیں اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پتھر بھی پھینکا۔

ابولہب بڑا دولت مند تھا اور اسے اپنی دولت کا گھمنڈ بھی بہت تھا۔ سورۂ لہب میں اس کی دولت کی طرف بھی اشارہ ہے۔

تَبَّتْ يَدَا اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ مَا اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ o
سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ o وَاَمْرَاَتُه حَمَّالَةَ الْحَطَبِ o فِیْ
جِيْدِهَا حَبْلٌ'' مِنْ مَّسَدٍ''

''ٹوٹ گئے ہاتھ ابی لہب کے اور ٹوٹ گیا وہ۔ نہ کام آیا اس کے اس کا مال اور جو اس نے کمایا۔ وہ عنقریب پڑے گا شعلہ مارنے والی آگ میں اور اس کی بیوی ایندھن اٹھانے والی، اس کی گردن میں ہے کھجور کے پوست کی رسی۔''

روح المعانی میں ہے کہ غزوۂ بدر کے سات روز بعد ابولہب کے جسم پر طاعون کی ایک پھنسی نکل آئی۔ اہل عرب طاعون سے بہت خائف تھے۔ جب وہ مرا تو متواتر تین روز اس کی لاش پڑی سڑتی رہی۔ اہل خانہ بھی اسے ہاتھ لگانے سے ڈرتے تھے۔ بالآخر حبشی مزدوروں کو بلا کر اس کی لاش کو اٹھوایا گیا۔ انہوں نے بھی اسے ہاتھ سے نہ چھوا۔ ایک گڑھا کھودا اور لکڑی کے ساتھ دھکیل کر لاش کو ڈال دیا۔

ابولہب کی وفات کے ایک سال بعد حضرت عباسؓ نے اسے خواب میں دیکھا کہ نہایت خستہ حالت میں ہے۔ پوچھا، کس حال میں ہو؟ بولا، سخت عذاب میں ہوں۔ صرف ثوبیہ کو آزاد کرنے کی وجہ سے انگلی کی پور جتنا پانی پینے کو مل جاتا ہے۔

ابولہب کی بیوی کو جو کہ ابوسفیان کی بہن تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سخت بیر تھا۔ وہ جنگل سے خود کانٹے لایا کرتی اور رات کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے

Marfat.com

میں بچھا دیتی۔ جب سورۂ لہب نازل ہوئی اور اسے معلوم ہوا کہ اس کے اور اس کے شوہر کے متعلق شعلہ مارنے والی آگ کے عذاب کی خبر دینے والی سورہ نازل ہوئی ہے تو وہ ایک روز بڑبڑاتی ہوئی دونوں ہاتھوں سے ایک پتھر اٹھائے حرم کعبہ میں گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف رکھتے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ صدیق نے اسے اس حال میں دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ام جمیل بدزبانی کرتی ہوئی آ رہی ہے، ایسا نہ ہو کوئی بے ادبی کرے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''وہ مجھے نہیں دیکھ سکے گی۔'' چنانچہ جب وہ وہاں پہنچی اور اس نے چاروں طرف نظر دوڑائی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کو نظر نہ آئے۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ سے پوچھنے لگی کہ ''تمہارے ساتھی کہاں ہیں؟ مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ میری ہجو کرتے ہیں۔ اگر وہ اس وقت مجھے مل جاتے تو میں یہ پتھر ان کے سر پر مارتی۔''

ابولہب کی بیوی، ام جمیل کی موت بالکل اسی حالت میں واقع ہوئی، جو کہ سورہ لہب میں مذکور ہے۔ پشت پر ایندھن کا گٹھا تھا اور گلے میں کھجور کی رسی کا پھندا۔ وہ جنگل سے ایندھن وغیرہ لایا کرتی تھی۔ ایک روز گٹھے کو ایک پتھر پر رکھ کر دم لینے بیٹھ گئی۔ جب چلنے کے لئے اٹھی تو جس رسی سے ایندھن بندھا ہوا تھا، اس کا حلقہ گردن میں پڑ گیا اور گٹھا جھٹکے سے اس کی پشت کی جانب لٹک گیا۔ اس کا وہی حلقہ اس کیلئے پھانسی کا پھندا بن گیا۔

اللہ تعالیٰ نے تمسخر و استہزا کرنے والے کفار و مشرکین سے اعراض (یعنی روگردانی) کرنے کی حسب ذیل آیت میں تلقین فرمائی اور اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی۔

فَاصْدَعْ بِمَا تُو مَرُوَ اَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِئِيْن. (۱۴:نحل)

''آپ اعلانیہ بیان کریں جس کا آپ کو حکم دیا جائے اور مشرکین سے اعراض کریں۔ ہم آپ سے ٹھٹھا کرنے والوں کیلئے کافی ہیں۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز طواف کر رہے تھے کہ جبرئیل امین آئے۔ اتنے میں ولید بن مغیرہ، اسود بن مطلب، اسود بن عبد یغوث، حارث بن قیس اور عاص بن وائل یکے بعد دیگرے حسب عادت تمسخر و استہزا کرتے ہوئے وہاں سے گزرے۔ جبرئیل نے ولید کی شہ رگ کی طرف، اسود بن مطلب کی آنکھوں کی طرف، اسود بن عبد یغوث کے سر کی طرف،

Marfat.com

حارث بن قیس کے پیٹ کی طرف اور عاص بن وائل کے پاؤں کی طرف اشارہ کیا اور ہر دفعہ کہا۔ ''آپؐ اس سے کفایت کئے گئے۔''

ولید بن مغیرہ اسلام کے عظیم سپہ سالار حضرت خالدؓ کا باپ تھا۔ وہ بڑا بااثر رئیس قریش تھا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ ''اگر قرآن کو اترنا تھا تو مجھ پر اترتا کیونکہ میں قریش کا رئیس ہوں یا پھر طائف کے سردار ابومسعود پر نازل ہوتا۔''

وَقَالُوْا لَوْ لَانُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْم

''اور وہ (کفار) کہنے لگے کہ کیوں نہ اتارا گیا قرآن دو بڑے شہروں
میں سے کسی ایک آدمی پر۔''

وہ ایک روز ایک تیر ساز کی دکان کے پاس سے گزرا تو اس کا پاؤں ایک تیر سے چھو گیا۔ جس سے رگ اکحل کٹ گئی۔ خون جاری ہو گیا جو کسی تدبیر سے بند نہ ہوا حتیٰ کہ مر گیا۔

اسود بن مطلب جب بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو دیکھتا تو آنکھوں سے اشارے کرتا اور کہتا۔ ''دیکھئے! یہ ہیں روئے زمین کے بادشاہ بننے والے۔'' تالیاں بجاتا اور طرح طرح کے طنز آمیز جملے زبان سے نکالتا۔ وہ ایک دن ایک کیکر کے درخت کے نیچے جا بیٹھا اور بیٹھتے ہی چلانے لگا۔ ''میری آنکھوں میں کوئی کانٹے چبھو رہا ہے۔'' تھوڑی ہی دیر میں اس کی بینائی مکمل طور پر زائل ہو گئی اور وہ اندھا ہو گیا۔

اسود بن عبد یغوث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ماموں زاد بھائی تھا۔ وہ جہاں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا تو طنز کرتا۔ ''کہئے آج آسمان سے کیا نازل ہوا، کیا حکم آیا؟'' اس کا چہرہ بادِ سموم سے جھلس گیا، سر میں پھنسیاں نکل آئیں۔ گھر گیا تو اسے کسی نے نہ پہچانا چنانچہ گھر سے باہر ہی پیاس کی شدت سے تڑپ تڑپ کر مرا۔

حارث بن قیس کو حارث بن عیطلہ بھی کہتے ہیں۔ عیطلہ اس کی ماں کا نام تھا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ ''محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو دھوکہ دے رکھا ہے بھلا مرنے کے بعد بھی کوئی زندہ ہو سکتا ہے؟'' اس کے پیٹ میں ایسا مرض پیدا ہو گیا کہ اسے منہ کے راستے پاخانہ ہونے لگا۔ یہاں تک کہ اسی مرض میں تڑپ تڑپ کر مرا۔

عاص بن وائل بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عموماً تمسخر کیا کرتا تھا۔ ایک روز وہ

Marfat.com

بیت الحرم کے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھڑے کھڑے کچھ دیر باتیں کرتا رہا۔ جب وہ اندر گیا تو چند قریش نے جو وہاں بیٹھے تھے، پوچھا ''تم کس کے ساتھ باتیں کر رہے تھے؟'' اس نے کہا۔ ''اسی ابتر (بے نسل) کے ساتھ۔'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت عبداللہ کا انہی دنوں انتقال ہوا تھا۔ اس خبیث نے گویا آپ کو طعنہ دیا کہ ان کے بعد ان کا نام لینے والا کوئی نہ ہوگا۔ اس پر سورہ کوثر کا نزول ہوا۔

اِنَّا اَعْطَینٰکَ الْکَوْثَرْ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَالنَّحَرْ اِنَّ شَانِئَکَ هُوَالْاَبْتَرْ

''ہم نے بے شک آپ کو کوثر (کثرت نام لینے والوں کی) عطا کی پس آپ اپنے رب کی نماز پڑھیں اور قربانی دیں تحقیق آپ کا دشمن ہی ابتر (بے نسل) ہے۔''

ہجرتِ مدینہ کے ایک ماہ بعد وہ ایک روز گدھے پر سوار طائف کی طرف جا رہا تھا۔ راستے میں گدھے پر سے گر پڑا۔ اس کے پاؤں میں کسی خار دار گھاس کا کانٹا چبھ گیا یا کسی زہریلے جانور نے کاٹا۔ اس کے پاؤں میں زخم ہو گیا اور سوج کر اونٹ کی گردن کے برابر ہو گیا۔ بہت علاج کئے مگر کوئی کارگر نہ ہوا۔ چند روز تڑپتا رہا۔ بالآخر مر گیا۔

عبداللہ بن عمروؓ بن عاصی سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز حطیم میں نماز میں مشغول تھے کہ عقبہ بن ابی معیط آیا اور اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن میں کپڑا ڈال کر مروڑا اور اس قدر زور سے کھینچا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گلا گھٹنے لگا۔ اتنے میں حضرت ابوبکرؓ صدیق آ گئے۔ انہوں نے دوڑ کر عقبہ کو زور سے دھکا دیا اور آیت ذیل پڑھتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چھڑایا۔

اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَقُوْلَ رَبِّی اللّٰهُ وَقَدْ جَاءَ کُمْ بِالْبَیِّنَاتِ مِنْ رَبِّکُمْ

''کیا تم قتل کرتے ہو ایک آدمی کو کہ وہ کہتا ہے اللہ میرا رب ہے اور وہ لے کر آیا ہے تمہارے پاس رب کی نشانیاں۔''

عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز حرم کعبہ میں

Marfat.com

نماز پڑھ رہے تھے۔ ابوجہل اور اس کے ساتھی بھی وہیں تھے۔ ابوجہل کہنے لگا کیا ہی اچھا ہو کہ کوئی اونٹ کا اوجھ اٹھا لائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت پر ڈال دے۔ عقبہ اسی وقت گیا اور ایک اوجھ لے آیا جو اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت پر ڈال دیا۔ عبداللہ بن مسعود کا بیان ہے کہ مشرکین ہنسنے لگے۔ فاطمۃ الزہرا، جو اس وقت چار پانچ سال کی ہوں گی، بھاگتی ہوئی آئیں اور ان پلیدوں کو برا بھلا کہتے ہوئے وہ اوجھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارک سے ہٹایا۔

نضر بن حارث ملک فارس سے شاہانِ عجم کے تاریخی واقعات کی کتابیں لا کر سنایا کرتا تھا اور کہتا تھا۔ ''محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں عاد و ثمود کے پرانے قصے سناتے ہیں، میں تمہیں ان سے بہتر قصے سناتا ہوں۔'' عرب میں ان دنوں کہانیاں سننے سنانے کا عام رواج تھا۔ اس نے ایک لونڈی بھی اپنے ساتھ رکھی ہوئی تھی۔ وہ گا کر قصے کہانیاں سناتی تو نضر پوچھتا۔ ''بتاؤ یہ بہتر ہے یا وہ چیز جس کی طرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو بلاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں نماز پڑھو، روزے رکھو، بھوکے رہو۔'' حسب ذیل آیات میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ يَشْتَرِى لَهْوَا لَحدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بَغَيْرِ عَلْم وَيَتَّخِذهَا هُزُوًا ط اولٰئِكَ لَهُمْ عَذَاب مُهِيْن

(لقمان)

''اور کچھ لوگ کھیل کی باتیں خریدتے ہیں تاکہ اللہ کی راہ سے بہکائیں بے سمجھے اور اسے ٹھٹھا بنا لیتے ہیں۔ ان کے لئے ذلت کا عذاب ہے۔''

ایک روز ابی بن خلف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک پرانی بوسیدہ ہڈی تھی۔ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اسے ہاتھ سے مسل کر ہوا میں اڑا دیا پھر کہنے لگا۔

''کیا آپ کا خدا اس ہڈی کو بھی زندہ کرے گا؟''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''بے شک بلکہ تم کو بھی اسی طرح نیست و نابود ہونے کے بعد زندہ کرے گا اور آگ میں ڈالے گا۔''

وضَرَبَ لَنَا مَثَلاً وَّنَسِىَ خَلْقَه قَالَ مَنْ يُحْيِ الْعِظَامَ وَهِىَ زَمِيْم

Marfat.com

قُلْ یُحْیِیْھا الَّذِیْ اَنْشَاَ ھَا اَوَّلَ مَرَّۃ

(یٰسین)

''اس نے مثال دی ہمارے لئے اور اپنی پیدائش کو بھول گیا۔ اس نے
کہا کون زندہ کرے گا اس بوسیدہ ہڈی کو۔ تم کہو اسے وہی زندہ کرے گا
جس نے اسے پہلی دفعہ پیدا کیا تھا۔''

قریش نے عقبہ بن معیط اور نضر بن حارث کو مدینے بھیجا تا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات وصفات بیان کر کے علمائے یہود سے دریافت کریں کہ ان کے بارے میں ان کی کتابیں کیا کہتی ہیں۔ وہ دونوں مدینہ گئے اور احبارِ یہود سے ملے۔ انہوں نے ان کو حسب ذیل تین سوال بتائے اور کہا کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے دو کا جواب دیں اور تیسرے سوال کا کوئی جواب نہ دیں تو جان لینا کہ وہ بے شک سچے نبی ہیں۔

1۔ جن جوانوں کے سفر کا واقعہ عجیب ہے وہ کیا تھا اور کیونکر تھا؟

2۔ اس شخص کا حال بتائیں جس نے مشرق ومغرب کا سفر کیا تھا؟

3۔ روح کیا ہے؟

قریش نے حاضر خدمت ہو کر متذکرہ بالا سوالات پیش کئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ''میں ان کے کل جواب دوں گا۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کہتے ہوئے ''انشاء اللہ تعالیٰ'' نہ کہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو امید تھی کہ جبرئیل آئیں گے تو ان سوالات کے جواب بتا دیں گے۔

مگر جبرئیل مسلسل پندرہ روز تک نہ آئے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہتر جانتے ہیں کہ اس میں کیا راز تھا۔ عزیز وحکیم کا کوئی کام مصلحت وحکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ تاہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سخت پریشان ہوئے۔ زندگی بھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی بات یا کسی واقعہ نے اس سے زیادہ پریشان خاطر نہیں کیا۔

پندرہ روز کے بعد نزولِ وحی ہوا۔ سورۃ والضحیٰ اتری اور سورہ کہف کی وہ آیات نازل ہوئیں جن میں ان جوانوں کے (یعنی اصحابِ کہف کے) سفر کا اور مشرق ومغرب کا سفر کرنے والے ذوالقرنین کا بالتفصیل ذکر ہے۔ تیسرے سوال کے متعلق ارشاد ہوا قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ

Marfat.com

ربّی یعنی کہہ دو کہ روح میرے رب کا ایک امر ہے۔

قریش کو تینوں سوالوں کے درست جواب مل گئے مگر بمصداق لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰی اَکْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ان میں سے بہتوں پر سچائی واضح ہوگئی مگر وہ ایمان نہ لائے۔ ہدایت سے محروم رہے۔

سورہ والضحیٰ میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطمینان دلایا۔ فرمایا، ہم نے تمہیں چھوڑا نہیں۔ ہم عنقریب ایسی چیز عطا کریں گے کہ تم خوش ہو جاؤ گے۔ مزید تسلی کیلئے اپنے گزشتہ انعامات یاد لائے۔ فرمایا کہ قبل ازیں ہم نے تمہارے فلاں فلاں کام سرانجام نہیں دیئے اور یہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انشاء اللہ تعالیٰ نہ کہا تھا۔ اس کے متعلق ارشاد فرمایا۔

وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّی فَاعِلٌ ذٰلِکَ غَدًا○ اِلَّا اَنْ یَّشَاءَ اللّٰهُ
وَاذْکُرْ رَّبَّکَ اِذَا نَسِیْتَ

"کسی شے کے متعلق ہرگز نہ کہو کہ میں کل یہ کروں گا مگر انشاء اللہ اس کے ساتھ کہو اور اگر بھول جاؤ تو اپنے رب کو یاد کرو (یعنی جب یاد آجائے تو انشاء اللہ کہہ لو)۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ پیغمبری سے سب سے زیادہ بنی امیہ کو نقصان پہنچنے کا خطرہ لاحق ہوا۔ اسی لئے ابوسفیان جو کہ پہلے ہی بنو ہاشم کا حریف تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت ترین دشمن بن گیا۔ اس نے بحیثیت متولی کعبہ اور سردار قریش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے ماننے والوں کو شدید سے شدید اذیتیں پہنچائیں سنہ ۸ ھ میں فتح مکہ کے موقع پر وہ حلقہ بگوش اسلام ہوا لیکن اس سے پیشتر اس نے اسلام کو مٹانے کی ہر ممکن کوشش کی۔ غزوہ ہائے بدر، احد اور احزاب اسی کی کوششوں کا نتیجہ تھے۔

اشاعت دین حق خاموشی سے جاری تھی۔ لوگ آہستہ آہستہ حلقہ اسلام میں داخل ہو رہے تھے۔ کفار مکہ کو جب کسی کے مشرف بہ اسلام ہونے کا پتہ چلتا تو اُسے مارتے، ایذائیں دیتے اور ہر ممکن طریقے سے اُسے اسلام چھوڑنے پر مجبور کرتے۔ چنانچہ معزز اور بااثر افراد بھی ان کی ایذارسانی سے نہ بچ سکے۔

Marfat.com

حضرت عثمانؓ کو ان کے چچا نے رسیوں سے جکڑ کر بہت مارا اور کہا، خدا کی قسم میں تمہیں اس وقت تک نہ چھوڑوں گا جب تک تم اس نئے دین کو ترک نہ کرو گے۔ حضرت عثمانؓ نے اس کے جواب میں فرمایا، آپ یہ خیال دل سے نکال دیں کہ میں اسلام چھوڑ دوں گا۔ خدا کی قسم میں اسے ہرگز ترک نہ کروں گا۔

حضرت مصعب بن عمیرؓ بڑے ناز و نعم میں پلے ہوئے تھے اور نہایت خوبصورت تھے۔ جب وہ ایمان لائے تو ان کی والدہ نے ان کو زنجیروں میں جکڑ کر بے حد مارا اور سخت اذیتیں پہنچائیں مگر ان کے پائے استقلال میں ذرہ بھر بھی لغزش نہ آئی۔

حضرت ابوبکرؓ کو ان کی ریش مبارک سے پکڑ کر گھسیٹا گیا۔ نوفل بن خویلد نے ان کو اور حضرت طلحہؓ کو ایک ہی رسی میں مضبوطی سے باندھ دیا اور ترکِ اسلام پر آمادہ کرنا چاہا مگر وہ تو شمع رسالت کے پروانے تھے۔

حضرت ابوذر غفاریؓ جس روز مشرف بہ اسلام ہوئے، اسی روز انہوں نے حرم کعبہ میں جا کر اپنے اسلام لانے کا اعلان کر دیا۔ مشرکین نے انہیں پکڑ لیا اور اتنا مارا کہ وہ بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑے۔ حضرت عباسؓ اتفاق سے وہاں آ گئے۔ انہوں نے ان کو ظالموں سے پنجے سے چھڑایا۔

یہ حال ان لوگوں کا تھا جو معزز قبیلوں سے تعلق رکھتے تھے اور جن کو آبائی مذہب ترک کرنے کے باوجود اپنے قبیلے کی حمایت و حفاظت حاصل تھی مگر جو لوگ غریب الوطن تھے یا کسی کمزور قبیلے کے فرد تھے یا غلام تھے اور جن کا کوئی حامی و مددگار نہ تھا، کفارِ مکہ نے ان پر ایسے ظلم کئے کہ تاریخ عالم میں ان کی مثال نہیں ملتی۔

حضرت بلالؓ امیہ بن خلف کے غلام تھے۔ اس کافر نے ان کو بڑی تکلیفیں اور اذیتیں دیں وہ انہیں اتنا مارتا کہ وہ بے ہوش ہو جاتے۔ دھوپ میں گرم ریت پر لٹا دیتا، سینے پر پتھر رکھ دیتا اور کہتا ''اسلام سے باز آ جاؤ ورنہ اسی حال میں مر جاؤ گے۔'' کئی دفعہ ان کے گلے میں رسی باندھ کر شہر کے گلی کوچوں میں انہیں گھسیٹا گیا۔ لیکن ان کے ایمان و یقین کا یہ عالم تھا کہ ہر حال میں زبان سے احد! احد!! پکارتے تھے۔

حضرت ابوبکرؓ کو علم ہوا تو وہ امیہ کے پاس گئے۔ دیکھا کہ حضرت بلالؓ کو گرم ریت پر لٹ

Marfat.com

کر امیہ اذیت پہنچا رہا ہے۔ انہوں نے امیہ سے کہا۔ ''اس غریب پر کیوں اتنا ظلم کر رہے ہو؟''

اس نے کہا۔ ''آپ لوگوں نے ہی تو اسے خراب کیا ہے۔''

ابوبکرؓ کہنے لگے۔ ''اگر یہ بات ہے تو یہ مجھے دے دو۔ اس کے بدلے میں میرا حبشی غلام، جو بڑا تنومند اور تمہارا ہم خیال بھی ہے، لے لو۔'' امیہ مان گیا۔ اس طرح حضرت ابوبکرؓ نے حضرت بلالؓ کو خرید کر آزاد کر دیا۔

ابوفکیہہ صفوان بن امیہ کے غلام تھے۔ انہیں کبھی پاؤں میں رسی باندھ کر اور کبھی بیڑی ڈال کر گرم ریت پر گھسیٹا اور لٹایا جاتا۔ ایک روز امیہ نے ان کو تپتی ہوئی زمین پر لٹا کر اس قدر زور سے ان کا گلا دبایا کہ دیکھنے والوں نے سمجھا کہ ختم ہو گئے۔ اسی اثناء میں حضرت ابوبکرؓ ادھر آ گئے۔ انہوں نے یہ حال دیکھا تو گراں قدر داموں پر ابوفکیہہؓ کو خرید لیا اور آزاد کر دیا۔

حضرت خباب بن ارتؓ قبیلہ تمیم سے تعلق رکھتے تھے اور لوہار کا کام کرتے تھے۔ قریش نے ان کو بے حد تکلیفیں پہنچائیں۔ ایک روز سنگدلوں نے ان کی پیٹھ ننگی کر کے دہکتے کوئلوں پر چت لٹا دیا۔ سینے پر ایک آدمی کھڑا رہا تھا کہ وہ پہلو نہ بدل سکیں۔ حتیٰ کہ ان کے خون اور پسینے سے کوئلے ٹھنڈے ہوئے اور بجھ گئے۔

حضرت سمیہؓ پر ابوجہل نے بڑے ظلم کئے اور انجام کار انہیں برچھی مار کر شہید کر دیا۔ حضرت یاسرؓ کو کافروں نے اتنی ایذائیں دیں کہ وہ شہید ہو گئے۔ حضرت عمارؓ کو حضرت بلالؓ کی طرح گرم ریت پر لٹا لٹا کر تکلیفیں دیتے رہے۔

حضرت صہیبؓ اور حضرت عمارؓ دونوں اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے تھے جبکہ ابھی تین افراد مشرف بہ اسلام ہوئے تھے۔ حضرت صہیبؓ رومی کو قریش نے اتنا تنگ کیا کہ وہ مکہ چھوڑنے پر تیار ہو گئے۔ کفار کو معلوم ہوا تو انہوں نے کہا۔

''تم جب یہاں آئے تھے تو مفلس تھے اب تم دولت مند ہو۔ ہم یہاں سے کمایا ہوا مال لے کر تمہیں کہیں جانے نہ دیں گے۔''

صہیبؓ نے کہا۔ ''میرا تمام مال لے لو اور مجھے جانے دو۔'' اس پر قریش راضی ہو گئے۔ چنانچہ انہوں نے اپنا تمام مال و اسباب دے دیا اور مکہ سے ہجرت کر گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو فرمایا۔ ''صہیبؓ فائدے میں رہے۔''

Marfat.com

حضرت لبینہؓ کنیز تھیں۔ حضرت عمرؓ (اسلام لانے سے پہلے) ان کو مارتے مارتے تھوڑی دیر کیلئے چھوڑ دیتے تو کہتے۔ ''مجھے تم پر رحم نہیں آیا بلکہ میں تھک گیا ہوں۔'' اس کے جواب میں وہ نیک بی بی کہتیں۔ ''اگر تم اسلام قبول نہ کرو گے تو خدا تم سے اس ظلم کا انتقام ضرور لے گا۔''

حضرت زنیرہؓ، نہدیہؓ اور ام عبیسؓ بھی کنیزیں تھیں۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے جرم میں کفار کے ہاتھوں بڑی بڑی تکلیفیں برداشت کیں۔ حضرت زنیرہؓ کی بینائی جاتی رہی۔ کفارِ مکہ کہنے لگے کہ لات وعزیٰ نے اسے اندھا کر دیا۔ زنیرہؓ نے سنا تو کہا۔

''لات وعزیٰ بیچارے کیا کر سکتے ہیں؟ ان کو تو اتنا بھی پتہ نہیں کہ کون ان کی پوجا کرتا ہے اور کون نہیں کرتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، وہ چاہے تو میری بینائی واپس آ سکتی ہے۔'' خدا کی قدرت سے دوسرے روز صبح کو جب وہ سو کر اٹھیں تو بینا تھیں۔

حضرت ابوبکرؓ نے مسلمان ہو کر جو نیک کام کئے ان میں سب سے پہلے یہ کام کیا کہ حضرت بلالؓ، عامر بن فہیرہؓ، زنیرہؓ، لبینہؓ، ام عبیسؓ، نہدیہؓ اور ان کی بیٹی کو گرانقدر داموں پر خرید کر آزاد کر دیا۔

حضرت حمزہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے مگر عمر میں صرف ڈیڑھ دو برس بڑے تھے۔ انہوں نے ثوبیہ کا دودھ پیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ابتداء میں چند روز ان کا دودھ پیا تھا۔ اس لحاظ سے رضاعی بھائی تھے۔ ہم عمر ہونے کے لحاظ سے اکٹھے کھیلے تھے لہٰذا باہم دوست بھی تھے۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت حمزہؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بہت پیار تھا۔ ان کے اسلام قبول کرنے سے پہلے کی بات ہے کہ ایک روز شکار سے واپس آتے ہوئے کوہِ صفا کے نزدیک عبداللہ بن جدعان کی ایک لونڈی نے انہیں کہا۔ ''اگر آپ ذرا پہلے آئے ہوتے تو اپنے بھتیجے کا حال دیکھتے۔ ابوجہل نے آج انہیں بہت ستایا ہے اور گالیاں دی ہیں۔''

حضرت حمزہؓ یہ بات سن کر غصے میں بھرے ہوئے خانہ کعبہ کی طرف گئے۔ وہاں ابوجہل کو دیکھ کر بڑے غصے کے ساتھ اس کے سر پر کمان ماری اور اس کا سر پھاڑ دیا۔ چند آدمی جو وہاں موجود تھے کہنے لگے۔ ''کیا تم نے بھی اپنا آبائی دین چھوڑ دیا ہے؟''

انہوں نے کہا۔ ''بے شک میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں

Marfat.com

اوران کا دین برحق ہے۔"

اس واقعہ کے تھوڑی دیر بعد حضرت ارقم بن ابی ارقمؓ کے مکان پر گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگے۔

"محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہیں خوش ہونا چاہئے۔ میں نے ابوجہل سے تمہارا انتقام لے لیا ہے۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "مجھے کسی سے انتقام لینے کی کوئی خوشی نہیں۔ ہاں! تم ایمان لے آؤ تو مجھے خوشی ہوگی۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات حضرت حمزہؓ کے دل میں گھر کرگئی پس اسی وقت کلمہ توحید پڑھا اور حلقہ اسلام میں داخل ہو گئے۔

نبوت کا پانچواں سال تھا۔ کفارِ مکہ کی مخالفت اور دشمنی زوروں پر تھی۔ انہوں نے شمع رسالت کے پروانوں کے لئے جن کی تعداد ابھی بہت تھوڑی تھی، شہر میں چلنا پھرنا دشوار کر دیا۔ یہ دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کہا۔

"تم لوگ حبشہ چلے جاؤ۔ وہاں کا حاکم منصف مزاج اور رحمدل ہے، امید ہے کہ تمہیں وہاں کسی قدر آرام وسکون مل جائے۔" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ حکم سن کر پانچ عورتیں اور گیارہ مرد جو بے حد ستم رسیدہ اور مظلوم تھے، ماہ رجب پانچ نبوی میں حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ انہیں وہاں پہنچ کر کافی سکون مل گیا جسے دیکھ کر اور بھی کئی اصحاب جن میں حضرت جعفرؓ طیار بھی تھے، یکے بعد دیگرے حبشہ چلے گئے۔

کفارِ مکہ نے جب دیکھا کہ مسلمانوں کو حبشہ میں آرام مل گیا ہے تو انہوں نے نجاشی، حاکم حبشہ کے دربار میں عمرو بن عاص اور عبداللہ بن ابی ربیعہ کو بھیجا۔ انہوں نے دربار میں حاضر ہو کر بہت سے تحائف پیش کئے اور عرض کیا کہ "ہمارے یہاں کے چند لوگوں نے اپنا آبائی دین چھوڑ کر نیا دین اختیار کر لیا ہے۔ اب وہ آپ کے ملک میں آ گئے ہیں۔ آپ ان کو اپنے ملک میں پناہ نہ دیں بلکہ ہمارے حوالے کر دیں۔"

نجاشی نے ان کی درخواست سن کر کہا۔ "میں اپنے پناہ گزینوں کو بلا تحقیق تمہارے سپرد نہیں کر سکتا۔" پھر اس نے مہاجرین کو دربار میں بلا کر پوچھا۔ "وہ کون سا دین ہے جو تم نے آبائی دین کو چھوڑ کر اختیار کیا ہے؟"

اس پر حضرت جعفرؓ طیار کھڑے ہوئے اور نجاشی سے اجازت لے کر ارکان وفد سے یوں گویا ہوئے۔

حضرت جعفر طیارؓ: کیا ہم کسی کے غلام ہیں جو بھاگے ہوئے ہیں؟

عمرو بن عاص: نہیں آپ لوگ کسی کے غلام نہیں۔

حضرت جعفر: کیا ہم قاتل ہیں کہ کسی کو قتل کر کے یہاں آ گئے ہیں؟

عمرو بن عاص: نہیں۔آپ لوگ قاتل نہیں ہیں۔

حضرت جعفر: کیا ہمارے ذمے کسی کا کچھ مال ہے جو کہ ہم لے آئے ہیں؟

عمرو بن عاص: نہیں آپ لوگوں کے ذمے کسی کا ایک ہبہ بھی نہیں۔

جب مہاجرین کی اخلاقی حیثیت بے داغ ثابت ہو گئی تو حضرت جعفرؓ نے نجاشی کو خطاب کرتے ہوئے کہا:

''اے بادشاہ! ہم ایک جاہل قوم تھے۔ بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ مردار کھاتے تھے۔ بدکاری کرتے تھے۔ پڑوسیوں کے ساتھ برا سلوک کرتے تھے۔ ہمارا طاقتور کمزور کو کھا جاتا تھا۔ ہم اس حال میں تھے کہ خدا نے ہماری طرف ہم میں سے ایک رسول بھیجا جس کے حسب نسب کو، صداقت و دیانت اور پاک دامنی کو ہم اچھی طرح جانتے ہیں۔ اس نے ہمیں خدا کی طرف بلایا تا کہ ہم اسے واحد مانیں، اس کی عبادت کریں، بتوں کو چھوڑ دیں جن کو ہم اور ہمارے آباو اجداد اللہ کے سوا پوجتے تھے اور اس نے ہمیں حکم دیا کہ نماز پڑھیں، زکوٰۃ دیں اور روزہ رکھیں۔ نیز ہمیں سچ بولنے، امانت ادا کرنے، صلہ رحمی کرنے، ہمسایوں سے اچھا سلوک کرنے کا اور حرام کاموں اور خون ریزیوں سے بچنے کا حکم دیا اور بدکاری کرنے، جھوٹی گواہی دینے، یتیم کا مال کھانے اور پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانے سے منع کیا۔ پس ہم نے اس کو سچا جانا اور جو احکام وہ خدا کی طرف سے لایا ان میں اس کی پیروی کی۔ ہم نے اللہ کی عبادت کی جو کہ واحد ہے، ہم کسی کو اس کا شریک نہیں ٹھہراتے۔ ہم نے اپنے اوپر اللہ کی حرام کی ہوئی چیز کو حرام اور حلال کو حلال جانا، پس اس بات پر ہماری قوم ہماری دشمن ہو گئی۔ ہمیں تکلیفیں دیں اور ہمارے مذہب سے ہم کو پھرانا چاہا تا کہ ہم پھر سے بتوں کی پوجا کرنے لگیں اور جو برے کام ہم جائز سمجھتے تھے، ان کو پھر جائز سمجھیں۔ جب انہوں نے ہم پر قہر اور ظلم کیا اور ہمیں تنگ کیا

Marfat.com

اور ہمارے دین میں مزاحم ہوئے تو ہم وطن عزیز چھوڑ کر اور تجھے دوسروں سے بہتر جان کر تیرے ملک میں آ گئے اور امید کی کہ تیری موجودگی میں اے بادشاہ! ہم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔''

حضرت جعفرؓ کی تقریر سے نجاشی بہت متاثر ہوا اس نے قریش کے وفد کو کہہ دیا کہ میں پناہ گزینوں کو تمہارے حوالے کرنے کیلئے ہرگز تیار نہیں۔

دوسرے روز عمرو بن عاص نے دربار میں جا کر بادشاہ کو، جو عیسائی تھا، برافروختہ کرنے کی غرض سے کہا کہ ''اے بادشاہ! یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں بھی بہت گستاخیاں کرتے ہیں۔'' اس پر بادشاہ نے مسلمانوں کو پھر بلا بھیجا اور پوچھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق تمہارا کیا عقیدہ ہے؟ حضرت جعفر طیارؓ نے کہا۔

''ہمارے نبی نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے، برگزیدہ رسول اور کلمۃ اللہ ہیں۔''

نجاشی نے زمین پر سے ایک تنکا اٹھایا اور کہا۔ ''بے شک جو انہوں نے فرمایا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس سے ایک تنکا بھر بھی زیادہ نہیں۔'' پھر اس نے وفد قریش کے تحفے، جو انہوں نے دیئے تھے، واپس کر دیئے اور ان کو ملک سے چلے جانے کا حکم دے دیا۔

مہاجرین کو حبشہ میں تقریباً دو ماہ ہوئے تھے کہ مکہ سے خبر آئی کہ قریش کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صلح ہو گئی ہے۔ اس خبر سے مہاجرین کو فطرتاً وطن کا شوق ہوا۔ لہٰذا وہ مکہ کی جانب روانہ ہو پڑے۔ مکہ کے قریب پہنچ کر ان کو معلوم ہوا کہ وہ خبر غلط تھی۔ کفارِ مکہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بدستور بلکہ پہلے سے زیادہ دشمن ہیں۔ وہ بہت پریشان ہوئے مگر اب کیا کر سکتے تھے۔

مہاجرین حبشہ کی واپسی پر ان میں سے حضرت عثمانؓ بن مظعون کو ولید بن مغیرہ نے اپنی پناہ میں لے لیا لہٰذا انہیں قدرے سکون مل گیا۔ لیکن چند ہی روز میں جب انہوں نے دیکھا کہ ان کے دوسرے ساتھی مہاجرین، جو کسی شخص کی پناہ میں نہیں، حسب سابق تکلیف میں ہیں تو ان کے دل میں آیا کہ میرے بھائی تو تکلیف میں ہوں اور میں ایک مشرک کی پناہ لے کر آرام سے رہوں، یہ اچھی بات نہیں۔ یہ خیال آتے ہی ولید کے پاس گئے اور اس سے کہا۔

''میں تمہاری پناہ واپس کرنا چاہتا ہوں۔''

Marfat.com

اس نے پوچھا ''کیوں؟''

انہوں نے کہا۔ ''مجھے اللہ کی پناہ کافی ہے۔''

ولید نے کہا۔ ''سب کے سامنے چل کر اعلانیہ میری پناہ واپس کرو۔''

دونوں بیت الحرام میں گئے۔ ولید نے بآوازِ بلند کہا۔ ''اے لوگو! عثمان بن مظعون میر ی پناہ واپس کرنے آیا ہے۔''

اس پر عثمان نے پکار کر کہا۔ ''ولید سچ کہتا ہے۔ میں نے ولید کو باوفا اور عہد کا نباہنے والا پایا۔ اس میں شک نہیں لیکن میں اپنی مرضی سے اس کی پناہ واپس کرتا ہوں۔ مجھے اللہ کے سوا کسی کی پناہ درکار نہیں۔''

کفارِ مکہ نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے دربار میں اپنے وفد کی ذلت و ناکامی اور مہاجرین کی عزت و منزلت کی وجہ سے مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ ستانا اور تنگ کرنا شروع کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی پریشانیوں کو دیکھ کر دوبارہ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دے دی۔ مشرکین نے ہجرت کرنے والوں کو حبشہ سے ہر چند روکنا چاہا لیکن اس کے باوجود بیس عورتیں اور تراسی مرد حبشہ کی جانب ہجرت کر گئے۔

ابولہب، ابوجہل اور عتبہ بن مغیرہ دن رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دینے کی فکر میں رہتے تھے لیکن جب حسب ذیل آیت نازل ہوئی۔

اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ اَنْتُمْ لَهَا وَارِدُوْنَ

''بے شک تم اور جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو، دوزخ کا ایندھن ہیں تم اس میں داخل ہونے والے ہو۔''

تو ابوجہل کی جہالت نے زور کیا۔ اس نے اپنے ہم خیال قریش کو جمع کر کے کہا۔

''اب ہم سے اپنی اور اپنے معبودوں کی توہین برداشت نہیں ہو سکتی۔ آپ میں سے کون ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا (نعوذ باللہ) خاتمہ کرے اور اس طرح اپنی اور اپنے معبودوں کی عزت بچائے۔ جو یہ کام کرے گا میں اس کیلئے ایک سو اونٹوں کا کفیل اور ضامن ہوں۔'' عمر بن خطاب نے کہا۔ ''یہ کام میں سرانجام دوں گا۔'' یہ کہہ کر وہ اسی وقت تلوار کمر میں حمائل

Marfat.com

کر کے چل پڑے۔ راستے میں انہوں نے ایک بچھڑا دیکھا جسے لوگ ذبح کرنے والے تھے اس کے پیٹ میں سے عمرؓ کو آواز سنائی دی کہ "اے آل ذریح! ایک مرد لوگوں کو فصیح زبان کے ساتھ لَاالٰہ الاَّ مُحمَّد" رَسُوْلُ اللّٰہ کی طرف بلا رہا ہے۔" حضرت عمرؓ کو خیال ہوا کہ اس آواز کا مخاطب میں ہی ہوں تاہم وہ آگے بڑھ گئے تھوڑی دور گئے تھے کہ نعیم بن عبداللہ سے ملاقات ہوئی انہوں نے عمر کو اس ہیئت میں دیکھ کر پوچھا۔ "اے عمر! کدھر جا رہے ہو؟" انہوں نے اپنا ارادہ ظاہر کیا تو حضرت نعیم نے کہا۔ "پہلے اپنے گھر کی خبر تو لو۔ تمہاری بہن فاطمہ اور بہنوئی سعید بن زید دونوں مسلمان ہو چکے ہیں۔"

یہ سن کر عمرؓ نے اپنی بہن کے گھر کا رخ کیا۔ وہاں پہنچے تو دروازہ بند پایا۔ اندر سے کچھ آہستہ آہستہ پڑھنے کی آواز آئی۔ اس وقت حضرت خبابؓ بن ارت انہیں سورہ طٰہٰ پڑھا رہے تھے جو ایک کاغذ پر لکھی ہوئی تھی۔ عمرؓ نے دستک دی اور دروازہ کھولنے کو کہا۔ خبابؓ ایک کمرے میں چھپ گئے۔ فاطمہ نے وہ کاغذ چھپا لیا اور اٹھ کر دروازہ کھولا۔ وہ اندر داخل ہوئے اور پوچھا۔

"تم کیا پڑھ رہے تھے؟"۔

انہوں نے کہا۔ "کچھ بھی نہیں۔"

عمرؓ نے کہا۔ "سچ سچ بتاؤ۔ میں نے خود تمہیں کچھ پڑھتے سنا ہے علاوہ ازیں مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم دونوں نے اسلام قبول کر لیا ہے۔" انہوں نے انکار کیا تو عمرؓ اپنے بہنوئی کو زدوکوب کرنے لگے۔ ان کی بہن اپنے شوہر کو چھڑانے کیلئے آگے بڑھی تو عمرؓ نے انہیں بھی ایک تھپڑ اس زور کا مارا کہ وہ زمین پر گر پڑیں اور زخمی ہوگئیں۔ تب وہ اپنے بھائی کو مخاطب کر کے بولیں۔

"اے بھائی! ہم اللہ تعالیٰ کا کلام پڑھ رہے تھے۔ ہم نے بیشک اسلام قبول کر لیا ہے۔"

پھر کلمہ توحید پڑھا اور کہنے لگیں۔ "اب تم جو چاہو کرو ہم تمہاری مار سے نہیں ڈرتے۔"

حضرت عمرؓ نے جب اپنی بہن کو اس طرح دلیرانہ اقرار کرتے دیکھا تو سوچ میں پڑ گئے۔ بہنوئی کو چھوڑ دیا اور کہنے لگے۔ "اچھا وہ کلام جو تم پڑھ رہے تھے مجھے بھی سناؤ۔"

فاطمہؓ نے کہا۔ "تم ناپاک ہو، پہلے غسل کرو۔" حضرت عمرؓ نے غسل کیا تو فاطمہ نے وہ کاغذ عمر کے سامنے رکھ دیا۔ وہ اسے پڑھنے لگے جب آخری دو آیتیں پڑھیں تو ان پر رقت

Marfat.com

طاری ہوگئی، رونے لگے اور بولے۔

''یہ کیسا اچھا کلام ہے۔'' عمرؓ کی زبان سے یہ الفاظ سن کر حضرت خبابؓ باہر نکل آئے اور کہنے لگے۔ ''خدا کی قسم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کل دعا کی تھی کہ اے اللہ ابوالحکم (ابوجہل) یا عمر بن خطاب کے ساتھ اپنے دین کی تائید فرما۔ اللہ تعالیٰ نے بے شک آپ کو اس دعا کے ساتھ مخصوص کیا۔''

حضرت عمرؓ اسی طرح تلوار حمائل کئے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کیلئے چلے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان دنوں حضرت ارقمؓ کے مکان میں تشریف رکھتے تھے۔ حضرت عمر جب دروازے پر پہنچے اور دستک دی تو ایک صحابی نے دیکھ کر کہا۔

''عمر شمشیر بکف ہے۔'' حضرت حمزہؓ بھی وہاں موجود تھے کہنے لگے۔ ''دروازہ کھول دو اگر عمر نیک نیتی سے آیا ہے تو فبہا ورنہ اسی کی تلوار ہوگی اور اس کا سر ہوگا۔'' دروازہ کھول دیا گیا۔ عمرؓ اندر داخل ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روئے پرنور پر نظر ڈالتے ہی با آواز بلند بول اٹھے **اَشْهَدُان لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه مُحَمَّد'' رَسُوْلُ اللّٰه** حضرت عمر کا کلمہ توحید پڑھنا تھا کہ تمام اصحاب نے جوش مسرت سے بیک زبان نعرۂ اللہ اکبر بلند کیا جس کی صدا سے صفاء مروہ کی پہاڑیاں گونج اٹھیں۔

نبوت کا چھٹا سال تھا۔ مسلمان ابھی تک پوشیدہ طور پر نماز ادا کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ مشرف بہ اسلام ہوئے تو انہوں نے عرض کیا۔ ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ مجھ سے یہ بات گوارا نہ ہوگی کہ مشرکین تو اعلانیہ لات وعزیٰ کی پوجا کریں اور آپ خالق انس و جان کی عبادت چھپ کر کریں۔ آج آپ بیت اللہ میں چل کر طواف کریں اور اعلانیہ نماز ادا فرمائیں۔'' تمام اصحاب نے ان کی تائید کی۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بمعہ صحابہ بیت اللہ کی طرف چل دیئے۔ حضرت عمرؓ ہاتھ میں برہنہ تلوار لئے آگے آگے روانہ ہوئے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عمرؓ جب حلقہ اسلام میں داخل ہوئے اور کعبہ کو بغرضِ نماز چلے تو ایک ہنگامہ برپا ہوگیا۔ لوگوں نے حضرت عمرؓ کو گھیر لیا۔ اتفاق سے عاص بن وائل کا ادھر سے گذر ہوا اس نے پوچھا۔ ''یہ ہنگامہ کیسا ہے؟'' لوگوں نے بتایا کہ عمرؓ مسلمان ہوگئے۔ اس پر عاص بن وائل نے کہا۔ ''اچھا تو کیا ہوا۔ میں نے عمرؓ کو پناہ دی۔'' یہ سن کر تمام لوگ خاموشی سے

منتشر ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بمعہ صحابہ کعبہ میں داخل ہوئے۔ اعلانیہ طواف کیا اور نماز ادا کی۔

حضرت عمرؓ کے حلقہ اسلام میں داخل ہونے سے دعوتِ اسلام قدرے اعلانیہ ہونے لگی۔ لوگ بھی دین ہدیٰ میں زیادہ دلچسپی لینے لگے۔ یہ دیکھ کر کفارِ مکہ گھبرائے۔ انہیں لات وعزیٰ کی بدولت جو اعزاز و مرتبہ حاصل تھا، جاتا نظر آنے لگا۔ وہ اکٹھے ہو کر ایک روز حضرت ابو طالب کے پاس گئے اور کہنے لگے۔

''آپ کا بھتیجا ہمارے بتوں کی توہین اور آبائی مذہب کی مذمت کرتا ہے۔ نیز ہمارے آباؤ اجداد کو گمراہ قرار دیتا ہے۔ آپ اسے ایسا کرنے سے منع کریں ورنہ ہمیں اجازت دیں کہ ہم اس کے ساتھ خود نبٹ لیں۔'' حضرت ابو طالب نے اس وقت انہیں ٹال دیا۔ بعد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سمجھانا چاہا۔ کہنے لگے۔ ''بیٹا! اپنے چچا پر اتنا بوجھ نہ ڈالو جو وہ برداشت نہ کر سکے، قوم کی مخالفت ترک کر دو۔'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں کہا۔ ''میں اشاعت دین حق کسی ذاتی غرض سے نہیں کر رہا۔ اگر آپ میری حمایت نہیں کر سکتے تو نہ سہی۔ میرے لئے اللہ کی حمایت کافی ہے۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس جواب سے ابو طالب پر گہرا اثر ہوا اور انہوں نے کہا۔ ''بیٹا! جاؤ۔ جو چاہو کرو۔ میں تمہیں ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔ میں اس معاملے میں کسی کی پروا نہیں کروں گا۔''

''اللہ کی قسم وہ تم تک ہرگز نہ پہنچیں گے اپنی جمعیت کے ساتھ جب تک
کہ میں مٹی میں دفن نہیں کیا جاتا۔'' (ابو طالب)

چند روز بعد پھر ایک وفد نے حضرت ابو طالب کے پاس جا کر اپنا مطالبہ دہرایا جس کے جواب میں انہوں نے کہا۔ ''میں نہ اپنے بھتیجے کو اس کے کام سے روک سکتا ہوں اور نہ تمہیں اس کو کسی قسم کی ایذا پہنچاتے برداشت کر سکتا ہوں، یہ میرے بس کی بات نہیں۔ وہ میرا بھتیجا ہے اور میری جان کے ساتھ ہے۔''

قریش نے ابو طالب کے اس جواب سے مایوس ہو کر عتبہ بن ربیعہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ اس نے حاضر خدمت ہو کر کہا۔

Marfat.com

''اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ! آپ کو اس تبلیغ وغیرہ سے کیا مقصد ہے؟ کیا آپ دولت چاہتے ہیں یا کسی بڑے گھرانے میں شادی کرنے کے خواہش مند ہیں؟ آپ کو جس چیز کی تلاش ہو ہمیں بتائیں ہم آپ کیلئے سب کچھ کر سکتے ہیں۔ اگر آپ کو سرداری کی تمنا ہے تو تمام مکہ آپ کے زیر فرمان ہو جائے گا۔ آپ صرف ہمارے معبودوں کی مذمت کرنا چھوڑ دیں۔''

جب وہ اپنی بات ختم کر چکا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں سورۃ حٰمٓ سجدہ تلاوت فرمائی۔ وہ خاموش بیٹھا رہا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''اے عتبہ تمہاری سب باتوں کا جواب مل گیا۔''

عتبہ نے قریش کو جا کر کہا۔ ''میں ایسا کلام سن کر آیا ہوں، جو نہ شاعری ہے اور نہ جادو۔ اے قریش! میں کہتا ہوں کہ تم ان کی مخالفت سے باز آجاؤ۔ وہ کلام جو میں سن کر آیا ہوں تمام عالم میں پھیلے گا اور یقیناً پھیلے گا۔''

قریش بولے۔ ''اچھا تم پر بھی ان کا جادو چل گیا۔'' اس نے کہا۔ ''میں نے اپنی رائے بیان کر دی۔ اب تم جانو اور تمہارا کام۔'' عتبہ اگرچہ ایمان نہ لایا لیکن اب اس کی حالت پہلے سے بہت بدل گئی تھی۔

جب کفارِ مکہ نے دیکھا کہ نہ تو ابو طالب ان کی بات مانتے ہیں اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے بتوں کی مذمت سے باز آتے ہیں تو انہوں نے بنی ہاشم کے خلاف تمام قبائل کو جمع کر کے ان کے ساتھ قطع تعلق کرنے کا ایک معاہدہ تیار کیا کہ کوئی قبیلہ بنی ہاشم کے ساتھ کسی قسم کا میل جول، رشتہ ناطہ، لین دین اور خرید و فروخت وغیرہ نہیں رکھے گا۔ یہ معاہدہ منصور بن عکرمہ نے لکھا۔ سب نے اس پر مہریں ثبت کیں اور اسے کعبہ میں لٹکا دیا۔

جب حضرت ابو طالب کو اس معاہدے کی خبر ہوئی تو انہوں نے اولاد ہاشم کو اپنے مکان پر بلایا اور کہا۔

''تمام قریش محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے ہیں۔ اب کیا کرنا چاہئے۔ آپ لوگوں کی اس معاملہ میں کیا رائے ہے؟'' سب نے یک زبان ہو کر کہا۔ ''ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہیں۔'' لہٰذا فیصلہ ہوا کہ شعب ابی طالب میں پناہ لی جائے۔ شعب ابی طالب مکہ سے کافی دور ایک درہ ہے جو بنی ہاشم کی میراث ہے۔ اس کے

Marfat.com

چاروں طرف پہاڑیاں ہیں اور اس میں داخلے کا راستہ بہت تنگ ہے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم، ان کے جاں نثار بنی ہاشم اور ابوطالب وہاں چلے گئے۔ وہاں کم وبیش تین سال نہایت تنگی وعسرت کے عالم میں مقیم رہے، بیشتر اوقات حضرت ابوطالب خود گھاٹی کی نگرانی کرتے، خصوصاً جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آرام فرماتے تو ننگی تلوار لے کر پہرہ دیتے۔

قریش نے شعب ابی طالب میں بھی انہیں چین سے نہ رہنے دیا۔ باہر سے جو تاجر آتا اسے گھاٹی میں نہ جانے دیتے۔ ضروریاتِ زندگی کی خرید وفروخت ان کے لئے بند کر دی اور ایسے ایسے طرز ہائے ستم ایجاد کئے کہ بنی ہاشم کے لئے جینا دشوار ہو گیا۔

کعبۃ اللہ کا حج ایک ایسا فریضہ ہے جو زمانۂ جاہلیت میں بھی ادا کیا جاتا تھا۔ حج کے ایام میں کشت وخون، لڑائی جھگڑا اور ظلم وستم قطعاً ممنوع تھا اور یہ ایسے آداب تھے جن کی پابندی نہایت سختی سے کی جاتی تھی۔ لوگ دور دور سے حج کے لئے مکہ آتے تھے اور امن وچین سے مناسک حج ادا کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان ایام میں گھاٹی سے نکل کر جگہ جگہ تبلیغ کرتے، باہر سے آنے والوں کو اللہ کا پیغام سناتے، دین برحق کی ترغیب دلاتے اور کفر وشرک کو ترک کرنے کی آزادانہ تلقین فرماتے۔ ابولہب اور ابوجہل اکثر اوقات ان ایام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ساتھ رہتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلام سننے سے لوگوں کو روکتے اور آپؐ پر الٹے سیدھے آوازے کستے۔

ایک روز حکیم بن حزام کا غلام سر پر گیہوں اٹھائے شعب ابی طالب میں حضرت خدیجہؓ کے پاس لئے جا رہا تھا۔ حکیم بن حزام بھی اس کے ہمراہ تھے۔ راستے میں انہیں ابوجہل مل گیا جو ایک اونٹ پر سوار تھا۔ اس نے غلام کو روک لیا اور کہا۔ ''میں تمہیں بنی ہاشم کے لئے کوئی چیز نہیں لے جانے دوں گا۔''

حکیم بن حزام نے کہا۔ ''یہ گیہوں میری پھوپھی کے ہیں، ہم انہیں دینے جا رہے ہیں۔'' مگر وہ خبیث نہ مانا۔ اس اثناء میں ابوالبختری بن ہشام وہاں آ گیا۔ اس نے بھی کہا کہ تمہارا اس میں کیا حرج ہے، گیہوں ان کے پاس امانت تھے، وہ ادا کرنے جا رہے ہیں، تم انہیں کیوں روکتے ہو؟' اس پر ان کے درمیان تلخ کلامی ہو گئی۔ ابوالبختری نے اس کے اونٹ کی گردن پکڑی اور اسے مروڑ کر ایسا جھٹکا دیا کہ اونٹ زمین پر بیٹھ گیا۔ ابوالبختری نے ابوجہل

Marfat.com

لعین کو گردن سے پکڑ کر نیچے کھینچ لیا اور خوب زدوکوب کیا۔ کئی لوگ وہاں جمع ہو گئے اور یہ تماشا دیکھتے رہے۔

حضرت ابوبکرؓ کو جو کہ مکہ بھر میں بڑے اثر و رسوخ والے اور ہر دلعزیز تھے، کفار نے بہت تنگ کیا، یہاں تک کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہجرت کرنے کی اجازت چاہی۔ آپؐ نے انہیں اجازت دے دی۔ آپؐ خود ان دنوں شعب ابی طالب میں تھے۔ حضرت ابوبکرؓ مکہ سے نکلے۔ ابھی ایک آدھ منزل گئے ہوں گے کہ انہیں قبیلہ قارہ کا سردار ابن دغنہ ملا۔ اس نے پوچھا۔ ''آپ کدھر جا رہے ہیں؟''

انہوں نے کہا۔ ''قریش نے مجھے مکہ چھوڑنے پر مجبور کر دیا ہے۔ لہٰذا میں ترکِ وطن کر رہا ہوں۔''

اس نے کہا۔ ''میں آپ جیسے نیک دل اور نیک سیرت آدمی کو نہیں جانے دوں گا۔ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، غریبوں محتاجوں کی حاجت روائی اور بے کسوں کی امداد کرنے والے ہیں۔ میں آپ کو اپنی پناہ میں لیتا ہوں۔ آپ واپس چلیں۔''

ابن دغنہ انہیں واپس لے آیا۔ مکہ پہنچ کر اس نے اعلان کر دیا کہ میں نے ابوبکرؓ کو اپنی پناہ میں لے لیا ہے لہٰذا کوئی شخص ان سے کسی قسم کا تعرض نہ کرے۔

حضرت ابوبکرؓ نے اپنے گھر کے سامنے ایک چھوٹی سی مسجد بنائی ہوئی تھی، جس میں بیٹھ کر وہ ہر روز قرآن مجید کی تلاوت کیا کرتے اور رویا کرتے تھے۔ واپس آ کر حسب سابق اس مسجد میں بیٹھ کر تلاوت قرآن پاک کرنے لگے۔ چند روز کے بعد قریش کے بعض آدمی ابن دغنہ کے پاس گئے اور انہوں نے کہا۔

''ابوبکرؓ قرآن پڑھتا ہے اور روتا ہے۔ جب وہ ایسا کرتا ہے تو ہماری عورتیں، ہماری لونڈیاں، بچے اور غلام انہیں حیرت سے دیکھنے لگتے ہیں۔ ہمیں خطرہ ہے کہ وہ بھی ان کی طرح کہیں اپنے آبائی دین سے پھر نہ جائیں۔''

ابن دغنہ نے حضرت ابوبکرؓ کو کہا۔ ''آپ گھر کے اندر جو چاہیں کریں مگر گھر سے باہر قرآن نہ پڑھا کریں۔''

حضرت ابوبکرؓ کہنے لگے۔ ''اگر تم کہو تو میں تمہاری پناہ واپس کر دوں۔''

اس نے کہا۔ ''بے شک واپس کر دو۔''

حضرت ابوبکرؓ نے اسی وقت بآواز بلند پکار کر کہہ دیا کہ ''میں نے ابن دغنہ کی پناہ واپس کی۔ اب میں اللہ کی پناہ میں ہوں۔''

کسمپرسی کے اسی عالم میں خاندانِ بنو ہاشم نے تین سال شعب ابی طالب میں محصور ہو کر گزارے۔ یہ زمانہ ان پر بڑا کٹھن تھا لیکن بالآخر ان کا صبر رنگ لایا اور اس جگہ سے ان کی نجات کا وقت آن پہنچا۔

ہشام بن عمرو عامری قریش کا ایک بڑا اہم اور بااثر سردار تھا۔ وہ عموماً رات کے وقت اونٹ پر گیہوں وغیرہ لاد کر شعب ابی طالب میں بنی ہاشم کو دے آیا کرتا تھا۔ شعب ابی طالب میں بنی ہاشم کو تنگی و عسرت میں وقت گزارتے جب تین سال کا عرصہ ہوا تو ایک روز ہشام بن عمرو نے زبیر بن ابی امیہ کو کہا۔ ''کیا یہ بات تمہیں پسند ہے کہ تمہارے ماموں بنی ہاشم سخت پریشانی و تنگی میں گزر اوقات کریں اور تم لوگ آرام سے رہو، اچھا کھاؤ اور اچھا پہنو؟''

زبیر نے کہا۔ ''میں اکیلا کیا کر سکتا ہوں؟''

ہشام نے کہا۔ ''میں تمہارے ساتھ ہوں۔''

اس نے کہا۔ ''مگر دو تین آدمی اور بھی ہمارے ساتھ ہونے چاہئیں۔'' ہشام وہاں سے یکے بعد دیگرے مطعم بن عدی، ابوالبختری اور زمعہ بن اسود کے پاس گیا اور قریش کے ظلم اور عہد نامے کی بے انصافی کی طرف توجہ دلائی۔ وہ سب اس عہد نامے کو تلف کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ ان پانچوں نے رات کے وقت ایک جگہ اکٹھے ہو کر عہد کیا کہ کل اس عہد نامے کو چاک کر دیں گے دوسرے روز زبیر خانہ کعبہ میں گئے۔ طواف کیا اور پھر لوگوں کو مخاطب ہو کر کہا۔ ''بڑے افسوس کا مقام ہے کہ ہم کو ہر طرح کا آرام میسر ہو لیکن بنی ہاشم سخت مشکل و پریشانی میں دن گزاریں۔ یہ سخت بے انصافی ہے۔ واللہ جب تک یہ عہد نامہ تلف نہ ہو گا میں آرام سے نہ بیٹھوں گا۔''

ابوجہل ایک کونے میں بیٹھا تھا، کہنے لگا۔ ''تم جھوٹے ہو، یہ عہد نامہ ہرگز تلف نہ ہو گا۔''

زمعہ بن اسود نے کہا۔ ''تو جھوٹا ہے اور سخت نالائق ہے۔ جب تو نے یہ عہد نامہ تحریر کیا

Marfat.com

تاہم اس پر تب بھی راضی نہ تھے۔"

ابوالبختری اور مطعم بن عدی نے زبیر اور زمعہ کی تائید کی۔ مطعم بن عدی عہد نامے کو چاک کرنے کیلئے آگے بڑھا تو دیکھا کہ اسے دیمک کھا چکی ہے، صرف خدا کا نام جو اوپر لکھا تھا، باقی ہے۔ تاہم اس نے اسے ابوجہل کے سامنے اتار کر پارہ پارہ کر دیا۔ پھر وہ سب ہتھیار لگا کر شعب ابی طالب میں گئے اور بنی ہاشم کو وہاں سے مکہ لے آئے۔ یہ واقعہ سنہ دس نبوی کا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا دسواں سال تھا۔ بنی ہاشم کو شعب ابی طالب سے اپنے گھروں میں آئے ہوئے ابھی تھوڑا ہی عرصہ ہوا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مہربان و جاں نثار چچا حضرت ابو طالب بیمار ہو گئے اور چند روز کے بعد وفات پا گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی وفات سے بڑا صدمہ ہوا۔ آپ سمجھ گئے کہ اب آزمائش کا مشکل ترین دور شروع ہونے والا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مہربان اور غمخوار چچا حضرت ابو طالب کو ان کی وفات کے وقت کہا کہ ایک دفعہ لَاۤ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہ کہہ دیجئے تاکہ میں آپ کے ایمان لانے کی شہادت دے سکوں۔ اکثر محدثین کا بیان ہے کہ ابوطالب نے کلمہ نہیں پڑھا۔ مسلم اور بخاری میں ابن اسحٰق سے روایت ہے کہ دم آخریں حضرت ابوطالب کے ہونٹ ہل رہے تھے۔ حضرت عباسؓ نے (جو اس وقت تک حلقہ اسلام میں داخل نہ ہوئے تھے) کان لگا کر سنا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا۔"آپ نے جو کلمہ پڑھنے کو کہا تھا وہی پڑھ رہے ہیں۔"

ابھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل سے مہربان چچا کی وفات کا غم ہلکا نہ ہوا تھا کہ آپ کی باوفا، مونس و غم خوار بیوی حضرت خدیجہؓ چند روز بیمار رہ کر انتقال کر فرما گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت ابوطالب اور حضرت خدیجہؓ کی وفات کی وجہ سے اس سال کو تاریخ اسلام میں عَامُ الْحزن یعنی غم کا سال کہتے ہیں۔

حضرت ابوطالب کی وفات کے بعد کفارِ مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والوں پر ظلم وستم کرنے میں دلیر ہو گئے یہاں تک کہ جو لوگ ان کی زندگی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کبھی گہری نگاہ سے دیکھ بھی نہیں سکتے تھے، اب کھلم کھلا گستاخیاں کرنے لگے۔ کوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں کانٹے بکھیرنے لگا تو کسی نے گڑھے کھودنے شروع کر

Marfat.com

دیئے، کوئی برا بھلا کہنے پر اتر آیا اور کوئی بدزبانی کرنے لگا۔ شہر بھر میں ایسے نامساعد حالات پیدا ہو گئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے تبلیغ کرنا تو کجا چلنا پھرنا دشوار ہو گیا۔

ایک عورت گھر میں جھاڑو دے کر کوڑا کرکٹ جمع کر لیتی اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے مکان کے پاس سے گزرتے تو چھت پر سے وہ کوڑا آپ کے سر مبارک پر پھینک دیتی۔ اس نے یہ اپنا معمول بنا لیا تھا وہ کئی روز تک مسلسل یہ نازیبا حرکت پابندی کے ساتھ کرتی رہی۔ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حسب معمول اس عورت کے مکان کے پاس سے گزرے تو کسی نے چھت پر سے کوڑا نہ پھینکا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہر گئے اور اس خیال سے انتظار کرنے لگے کہ ممکن ہے اسے دیر ہو گئی ہو۔ کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد آپ نے اس کے ہمسایوں سے دریافت کیا کہ وہ عورت جو روزانہ میرے اوپر کوڑا کرکٹ پھینکا کرتی تھی آج کہاں ہے، آج اس نے اپنا وظیفہ پورا نہیں کیا۔ لوگوں نے بتایا کہ وہ بیمار ہے۔ یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عیادت کیلئے اس کے ہاں گئے۔ جب اس عورت کو معلوم ہوا کہ خدا کے رسول، جن کے سر پر وہ کوڑا پھینکا کرتی تھی اس کی عیادت کیلئے تشریف لائے ہیں تو وہ بہت نادم ہوئی اور رو رو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور اپنی گستاخی کی معافی مانگنے لگی اور اسی وقت کلمہ طیبہ پڑھ کر مسلمان ہو گئی۔

ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہیں جا رہے تھے کہ ایک عمر رسیدہ شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گذرا۔ وہ ابھی چند قدم گیا ہو گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پیچھے گئے اور اسے مل کر کہنے لگے۔ ''میں آپ سے معافی چاہتا ہوں۔ آپ میرے پاس سے گزر گئے جب کہ میں نے آپ کا ادب و احترام نہیں کیا، سلام نہیں کیا۔'' وہ بوڑھا آپ کو جانتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر کہنے لگا۔ ''یوں نہیں۔ آپ میرے ساتھ میرے گھر چلیں، وہاں آپ کو معافی دوں گا۔'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے ہمراہ چلے گئے۔ اس نے گھر پہنچ کر اپنے خاندان کے تمام افراد کو جمع کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''میں ہمیشہ ان کی مخالفت کرتا رہا ہوں، بایں ہمہ آج انہوں نے میرا اتنا احترام کیا ہے کہ تم میں سے کسی نے اس کا عشر عشیر بھی نہ کیا ہو گا۔ یہ اللہ کے رسول ہیں۔ میں دل و جان سے

Marfat.com

ان پر ایمان لاتا ہوں۔'' یہ دیکھ کر اس خاندان کے تمام افراد مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

طائف مکہ سے تقریباً ساٹھ میل کے فاصلے پر ایک آبادی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہؓ کو ساتھ لیا اور اس خیال سے کہ ممکن ہے وہاں کے لوگ ایمان لے آئیں، طائف چلے گئے اور لوگوں کو پیغامِ حق سنایا۔ انہوں نے کوئی توجہ نہ دی۔ قبیلے کے سرداروں سے ملے مگر انہوں نے بھی استہزا و تمسخر سے کام لیا۔ کسی نے کہا کہ خدا کو پیغمبری کیلئے تمہارے سوا اور کوئی نہ ملا، ایک نے کہا کہ ہم تمہارے ساتھ کلام بھی نہیں کرنا چاہتے۔ اگر تم خدا کے رسول ہو تو تمہاری تردید خطرناک ہے اور اگر تم خدا کے رسول نہیں تو تم لائق التفات ہی نہیں۔ تم یہاں سے چلے جاؤ۔ پھر چند اوباشوں کو اکسایا جو تین میل تک بدزبانی اور سنگ باری کرتے گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت زخم آئے۔ ٹانگوں سے خون بہہ کر نعلین مبارک میں جم گیا۔ زید بن حارثہؓ بھی سخت مجروح ہوئے۔ وہ حفاظت کی غرض سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ پیچھے چلتے اور پتھروں کو اپنی پیٹھ اور سر پر روکتے رہے۔

جب ان بدمعاشوں نے تعاقب چھوڑا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک جگہ سائے میں دم لینے کیلئے بیٹھ گئے اور اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں اپنی کمزوری اور اہل طائف کی بدسلوکی کی شکایت آمیز دعا کی۔

معاً بادل کے ٹکڑے سے جبرئیل نے کہا۔ ''اللہ تعالیٰ نے ملک الجبال کو آپ کے پاس بھیجا ہے۔ آپ اسے جو حکم چاہیں دیں۔'' اسی اثناء میں ملک الجبال نے حاضر ہو کر عرض کیا:

''مجھے آپ کی خدمت میں بھیجا گیا ہے۔ ارشاد ہو تو میں ان پہاڑوں کو جن کے درمیان مکہ اور طائف ہے باہم ملا دوں کہ تمام لوگ فنا ہو جائیں۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''نہیں ایسا نہیں کرنا۔ مجھے امید ہے کہ انہی لوگوں کی نسل میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کو وحدہٗ لاشریک مانیں گے اور اسی کی عبادت کریں گے۔'' کچھ دیر آرام کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے چلے اور مکہ کے قریب مقام نخلہ پر چند روز کے لئے قیام فرما ہوئے۔

نخلہ میں قیام کے دوران ایک رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کے وقت بلند آواز سے قرآن مجید پڑھ رہے تھے۔ جنات کی ایک جماعت کا ادھر سے گزر ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وسلم کی پیاری اور پرسوز آواز ان کے کانوں میں پڑی۔ وہیں ٹھہر گئے اور قرآن پاک سنتے رہے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تلاوت قرآن مجید سے فارغ ہوئے تو وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اسلام کی دعوت دی۔ وہ سب ایمان لے آئے۔ آپ نے ان کو فرمایا کہ اپنی قوم کو بھی دعوت دینا۔ انہوں نے جا کر اپنی قوم کو دین اسلام کے اصول سمجھائے۔ خداوند تعالیٰ نے اس واقعہ کو سورہ جن میں بصراحت بیان فرمایا ہے۔

نخلہ کے مقام سے چل کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کوہِ حرا پر ٹھہرے۔ مکے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت زوروں پر تھی۔ ایسے حالات میں کسی بااثر شخص کی حمایت حاصل کئے بغیر شہر میں جانا مناسب نہ تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اخنس بن شریق کو کہلا بھیجا کہ اگر وہ حفاظت کا ذمہ لے تو میں مکہ جاؤں۔ اخنس نے معذوری کا اظہار کر دیا مگر مطعم بن عدی نے جو بڑے بااثر اور رسوخ والے شخص تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کا ذمہ لے لیا اور کہلا بھیجا کہ آپ بے خطر شہر میں تشریف لے آئیں اور اپنے اعزہ واقربا کو کعبہ میں لے جا کر اعلان کر دیا کہ میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی پناہ میں لے لیا ہے۔ لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مطعم بن عدی کے مکان پر تشریف لے گئے۔

طفیل قبیلہ دوس کے سردار تھے اور بڑے زیرک، مہمان نواز اور بلند پایہ شاعر تھے۔ وہ ایک دفعہ مکہ آئے۔ قریش کے ساتھ ان کے حلیفانہ مراسم تھے۔ انہوں نے طفیل کو کہا کہ یہاں مکہ میں ایک شخص ہے جو لات وعزیٰ کو برا کہتا ہے۔ اس نے ساری قوم کو مصیبت میں مبتلا کر دیا ہے۔ اس کا کلام گویا جادو ہے کہ جو بھی سنتا ہے اس کے دام میں پھنس جاتا ہے۔

حضرت طفیلؓ کا بیان ہے کہ قریش کے کہنے پر میں نے بھی کانوں میں روئی ٹھونس لی تاکہ ایسے شخص کی آواز نہ سنی جائے لیکن ایک روز میں حرم کعبہ میں گیا، وہاں دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے ہیں۔ میں اکیلا ہی تھا، بلا ارادہ ان کے قریب چلا گیا۔ آپؐ کے چند الفاظ بھی میرے کان میں پڑ گئے۔ میرے دل میں آیا کہ میں نادان نہیں، شاعر بھی ہوں۔ کلام کو پرکھ سکتا ہوں۔ یہ تو صریح جہالت ہے کہ ان کی بات ہی نہ سنوں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے گھر کو چلے تو میں بھی آپؐ کے ہاں پہنچ گیا۔ میں نے عرض

Marfat.com

کیا کہ میں سننا چاہتا ہوں کہ آپ کیا فرماتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن مجید کی چند آیات تلاوت فرمائیں جن کی حلاوت میرے رگ و پے میں سرایت کر گئی۔ میں اپنی نادانی پر سخت پشیمان ہوا اور اسی وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کر لی۔ بعد ازاں میں نے عرض کیا:

''یا رسول اللہ میں اپنی قوم کو بھی دعوت اسلام دینا چاہتا ہوں۔ آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے کوئی نشانی عطا فرمائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی۔ اللّٰھم اجعل لہ آیۃ اے اللہ اس کیلئے کوئی نشانی پیدا کر دے۔

حضرت طفیلؓ کہتے ہیں کہ جب میں اپنی بستی کے قریب پہنچا تو میری دونوں آنکھوں کے درمیان ایک نور روشن ہو گیا۔ میرے دل میں آیا کہ اگر میں اس حال میں اپنی قوم کے پاس گیا تو وہ کہیں گے کہ دین کے ساتھ اس کی تو ہیئت ہی بدل گئی۔ پس میں نے دعا کی کہ اے اللہ اس نور کو چہرے کی بجائے کسی اور مناسب جگہ منتقل کر دے۔ میرے ہاتھ میں ایک کوڑا تھا، وہ نور اس کوڑے میں چلا گیا اور تا عمر اندھیری راتوں میں میری رہبری کرتا رہا۔

حج کے دن آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اعلانیہ طور پر دین حنیف کی تبلیغ و اشاعت میں مصروف ہو گئے۔ ایک روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم عرفات میں گئے اور وہاں حاجیوں کو تبلیغ کی۔ پھر منیٰ میں پہنچے، جہاں لوگ قربانیاں کرتے تھے، وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک جگہ چھ آدمی بیٹھے ہوئے دکھائی دیئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس چلے گئے۔ انہیں توحید اور رسالت کا مفہوم سمجھایا اور دین اسلام ان کے سامنے پیش کیا۔ خدا نے ان کے سینے نورِ ایمان سے منور کر دیئے۔ وہ کلمہ توحید پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔ وہ مدینہ رہنے والے قبیلہ خزرج کے افراد تھے۔ ان کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں۔

(۱) اسعد بن زرارہؓ (۲) ابوالہشیم بن تیہانؓ

(۳) عوف بن حارثؓ (۴) قطبہ بن عامرؓ

(۵) رافع بن مالکؓ (۶) جابر بن عبداللہؓ

جب یہ اصحاب واپس مدینہ گئے تو انہوں نے اکثر لوگوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا اور بتایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور توریت اور انجیل کے

Marfat.com

وعدے اور بشارت کے مطابق ہیں۔ چند ہی روز میں مدینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شہرت ہوگئی۔ اکثر لوگ دین اسلام میں دلچسپی لینے لگے۔

دوسرے سال قبیلہ خزرج کے بارہ آدمی حج کیلئے مکہ آئے۔ وہ عقبٰی کے مقام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے اور آپ کے دست مبارک پر بیعت ہوئے۔ اسے بیعت عقبی اولیٰ کہتے ہیں۔ جب وہ واپس مدینہ جانے لگے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مصعب بن عمیر صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن پاک کی تعلیم دینے اور مسائل دین سمجھانے کیلئے ان کے ہمراہ روانہ کر دیا۔

حضرت مصعب بن عمیرؓ بڑے ناز و نعمت میں پلے ہوئے نہایت خوبرو اور خوش پوش نوجوان تھے اور شہر بھر میں اپنے حسن و جمال کی وجہ سے مشہور تھے۔ جن دنوں آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم حضرت ارقمؓ کے مکان میں فروکش تھے، انہی دنوں وہ رحمتہ للعالمین کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ ابتداء میں انہوں نے اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھا۔ ایک دن عثمان بن طلحہ نے انہیں نماز پڑھتے دیکھ لیا اور ان کی والدہ کو اس سے آگاہ کر دیا۔ ان کی والدہ نے ان کو بہت سزائیں دیں۔ زنجیروں میں جکڑ کر اذیتیں پہنچائیں لیکن ان کے پائے استقامت میں ذرہ بھر بھی لغزش نہ آئی پھر موقع پا کر ہجرت کرنے والے پہلے قافلے کے ساتھ حبشہ چلے گئے۔ جب وہاں سے واپس مکہ آئے تو نہایت تنگی و پریشانی میں گزر اوقات کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کفارِ مکہ کے ظلم و ستم، حضرت مصعبؓ کے استقلال اور ان کی معاشی مشکلات سے واقف تھے لہٰذا ان کو قبیلہ خزرج کے بیعت عقبٰی اولیٰ کرنے والے افراد کے ہمراہ مدینہ بھیج دیا۔

حضرت مصعبؓ مدینہ میں حضرت اسعد بن زرارہؓ کے گھر ٹھہرے۔ آپ ہر روز گھر گھر جا کر قرآن مجید پڑھاتے اور دین کے مسائل سکھاتے۔ اس طرح روز بروز مدینہ میں دین اسلام فروغ پانے لگا۔

قبیلہ عبدالاشہل کے سردار سعد بن معاذ کو حضرت مصعبؓ کی تبلیغی سرگرمی کی خبر ملی تو اس نے اپنے ایک دوست اسید بن حضیرؓ کو کہا کہ جاؤ اس مبلغ اسلام کو اپنے محلے سے نکال دو، اگر اسعد جو مصعبؓ کا میزبان ہے، میرا قریبی رشتہ دار نہ ہوتا تو میں خود اس کام کیلئے جاتا۔ اسید گیا

Marfat.com

اورانے مصعبؓ کو کہا۔ ''اگر تمہیں جان پیاری ہے تو فوراً یہاں سے چلے جاؤ۔'' اسعدؓ نے کہا۔ ''اسید! تم دانا آدمی ہو۔ ہماری بات سن لو۔ اگر سمجھ آئے تو مان لینا ورنہ ہم یہاں سے خود بخود چلے جائیں گے۔'' اسید زمین پر بیٹھ گیا۔ حضرت مصعبؓ نے چند آیاتِ قرآن تلاوت فرمائیں اور نہایت عمدگی سے دین کے محاسن بیان کئے۔ اسید سن کر بہت متاثر ہوا اور اسی وقت کلمہ توحید پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ واپس جاتے ہوئے کہنے لگا۔ ''میں سعد بن معاذ کو کسی بہانے آپ کے پاس بھیجتا ہوں۔ اگر وہ ایمان لے آیا تو قبیلہ عبدالاشہل کا کوئی فرد بھی اسلام لائے بغیر نہ رہے گا۔''

اسید نے جا کر سعد بن معاذ کو بھیج دیا۔ وہ بڑے غصے میں تھا۔ حضرت مصعبؓ نے متانت اور سنجیدگی سے اسے کہا۔ ''آپ ٹھنڈے دل سے ہماری بات سن لیں، اگر پسند آئے تو بہتر ورنہ ہم خود کنارہ کش ہو جائیں گے۔'' سعد مان گیا۔ حضرت مصعبؓ نے اس کے سامنے اسلام کے محاسن بیان کئے۔ قرآن کی چند آیات پڑھیں تو سعد کا سینہ نورِ ایمان سے روشن ہو گیا۔ کلمہ شہادت پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔ وہاں سے سیدھا اپنے قبیلے میں گیا، تمام مردوں اور عورتوں کو ایک جگہ جمع کر کے کہنے گا۔ ''اے بنی اشہل! بتاؤ میں کون ہوں؟''

سب نے کہا۔ ''آپ ہمارے سردار ہیں، بڑے دانا اور عالی نسب ہیں۔''

• اس پر سعد نے کہا۔ ''خدا کی قسم جب تک تم خدا اور خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لاؤ گے، میں تمہارے ساتھ بات کرنا بھی حرام سمجھتا ہوں۔'' یہ سن کر قبیلے کے تمام زن و مرد حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

حضرت مصعبؓ کو سعد بن معاذؓ اپنے گھر لے گئے۔ وہ تبلیغ دین حق میں حسب سابق مصروف رہے۔ ان کی سعی و کوشش سے مدینہ میں اکثر لوگ ایمان لے آئے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نادیدہ شیدائی بن گئے۔ بارہ نبوی میں حج کے موقع پر بہتر (۷۲) اکابر مدینہ نے حضرت مصعبؓ کی معیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کی۔ اسے بیعت عقبیٰ ثانیہ کہتے ہیں۔ ازاں بعد انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ آنے کی دعوت دی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباسؓ جو وہاں موجود تھے اور اس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے، کہنے لگے۔

Marfat.com

''اے بنی خزرج! یہ میرے بھتیجے ہیں۔ خاندان میں بڑے معزز ہیں۔ میں ان کو بہت عزیز رکھتا ہوں اگر تم لوگ انہیں مدینہ آنے کی دعوت دیتے ہو تو عہد کرو کہ انہیں کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے دو گے۔ ورنہ ارادہ ترک کر دو۔''

انہوں نے عرض کیا۔ ''ہم دل سے عہد کرتے ہیں کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر دل و جان قربان کر دیں گے اور انہیں کسی قسم کی تکلیف نہیں ہونے دیں گے۔''

اسعد بن زرارہؓ نے کھڑے ہو کر کہا۔ ''بھائیو! معلوم ہے کہ تم کس چیز پر بیعت کر رہے ہو! یاد رکھو یہ عرب و عجم سے اعلانِ جنگ ہے۔''

سب نے بیک زبان کہا۔ ''ہم اسی بات پر بیعت کر رہے ہیں۔''

مشرکین مکہ کو جب بیعت عقبیٰ ثانیہ کا علم ہوا تو انہوں نے ظلم و جور کی رفتار تیز کر دی۔ حضرت ابوطالب کی زندگی میں اگرچہ کفار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بے حد تکلیفیں پہنچائیں، ہر ممکن طریقے سے آپ کو تنگ کیا، ستایا، بنی ہاشم کا مکمل بائیکاٹ کیا تاہم ان کا اتنا اثر ضرور تھا کہ وہ کوئی ایسی حرکت کرنے کی جرأت نہیں کر سکتے تھے، جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات کو کسی قسم کا نقصان پہنچے۔ مگر ان کی وفات کے بعد قریش دلیر ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے جاں نثاروں کو زیادہ سے زیادہ ستانے اور دکھ دینے لگے لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دے دی اور اکثر اصحاب آہستہ آہستہ مدینہ چلے گئے۔

انہی دنوں وہ حیران کن اور عقل و فہم سے ماورا واقعہ رونما ہوا جسے عالم اسلام میں واقعہ معراج کے نام سے یاد کیا جاتا اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مقامِ بلند کی سب سے کھلی نشانی خیال کیا جاتا ہے۔

صحیح بخاری و مسلم میں مروی ہے کہ آنحضرت ایک رات حطیم میں لیٹے ہوئے تھے۔ ماہ رجب ۱۲ نبوی کی ستائیس تاریخ اور سہ شنبہ و چہار شنبہ کی درمیانی رات تھی کہ جبرئیل امین آئے۔ انہوں نے بڑے ادب و احترام سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جگایا اور بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عرشِ معلیٰ پر بلایا ہے۔ پھر انہوں نے سینہ سے زیر ناف تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کو چاک کیا۔ آپ کے قلب مطہر کو آبِ زمزم سے دھویا اور اسے ایمان اور علم و حکمت سے بھر دیا۔

Marfat.com

بعد ازاں براق (ایک بہشتی، جانور، خچر سے چھوٹا اور گدھے سے بڑا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کے لئے پیش کیا۔ بیت معظم سے براق پر سوار ہو کر آپؐ عرش معلیٰ کی جانب روانہ ہوئے۔ جبرئیل امین ہمرکاب تھے، پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام سے، دوسرے پر حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے، تیسرے پر حضرت یوسف علیہ السلام سے، چوتھے پر حضرت ادریس علیہ السلام سے، پانچویں پر حضرت ہارون علیہ السلام سے، چھٹے پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اور ساتویں پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل کے بتانے پر تمام انبیاء علیہم السلام کو سلام کیا۔ انہوں نے جواب دیا اور اخ صالح (نیک بھائی) اور نبی صالح کہہ کر مرحبا کہا۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سدرۃ المنتہیٰ کے مقام پر پہنچے تو حجابِ نور کے قریب جبرئیل رک گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''اے جبرئیل رک کیوں گئے؟''

جبرئیل نے عرض کیا۔ ''یہاں سے آگے جانے کی مجھ میں طاقت نہیں۔'' شیخ سعدیؒ نے اس واقعہ کو بدیں الفاظ میں بیان کیا ہے۔

چناں گرم درتیہ قربت براند — کہ درسدرہ جبرئیل ازو باز ماند
بدوگفت سالارِ بیت الحرام — کہ اے حامل وحی برتر خرام
چو در دوستی مخلصم یافتی! — عنانم صحبت چرا تافتی
بگفتا فراتر مجالم نہ ماند — بماندم کہ نیروئے بالم نماند
اگر یک سرِ موئے برتر پرم — فروغِ تجلی بسوزد پرم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سدرۃ المنتہیٰ سے تنہا حجاب ہائے نور طے کرتے ہوئے ایسے مقام پر پہنچے جہاں براق نے بھی ساتھ چھوڑ دیا۔ وہاں سے آپ رفرف پر سوار ہوئے اور پایۂ عرش کے قریب پہنچے تو درگاہ خداوندی سے لحہ بہ لحہ اُدْنُ منی (یعنی مجھ سے قریب ہو) کا خطاب سنتے اور ہر آواز پر جانے کتنی مسافت طے کرتے ہوئے ثم دنیٰ فتدلیٰ کے مقام قرب پر پہنچے۔ وہاں سے قَابَ قَوسَین اَوْاَدنیٰ کی خلوت گاہ میں داخل ہوئے جہاں فَاَوْحیٰ الیٰ عَبدِہٖ مَا اَوْحیٰ کی پُراسرار اور راز و نیاز کی باتیں سنیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حضور سے امت کے لئے ایک ماہ کے روزے اور روزانہ پانچ وقت کی نماز کا بے

Marfat.com

نظیر تحفہ لائے۔

اللہ تعالیٰ نے سورہ بنی اسرائیل میں مختصر مگر جامع الفاظ میں معراج، معراج کی کیفیت اور اس کی غرض و غایت بیان فرمائی نیز اس طرف بھی توجہ دلائی کہ وہی منزہ و بے عیب اور قابل ستائش و پرستش ہستی ہے جس نے اپنے بندے کو رات کے قلیل وقت میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی۔ ارشاد ہے۔

سُبحٰنَ الَّذِیٓ اَسرٰی بِعَبدِہٖ لَیلاً مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْر

''پاک ہے وہ ذات جس نے سیر کرائی اپنے بندے کو رات کے وقت مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کے گردونواح کو ہم نے برکت والا بنایا، تاکہ ہم دکھائیں اس کو اپنی قدرت کی نشانیاں۔ بے شک وہی ہے سننے اور دیکھنے والا۔''

معراج کوئی معمولی بات نہ تھی، ایک عظیم واقعہ تھا نیز اس کا مقصد بمجوائے اور لنریہ مِنْ آیٰتنا یہی تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ملائکہ، حوروغلمان، عرش وکرسی، بیت معمور، حوضِ کوثر، لوح وقلم، میزانِ عدل وانصاف اور دیگر عجائباتِ قدرت کا ملاحظہ کرایا جائے جن کا قرآن مجید میں ذکر ہے تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جان نثاروں کو بتا دیں کہ وہ آیاتِ خداوندی اور قدرت کے کرشمے اپنی آنکھوں سے دیکھ آئے ہیں لہٰذا صبح کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کا ذکر فرمایا۔ تمام صحابہؓ نے بگوشِ دل سنا۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا۔

''صَدَّقتَ یا رسول اللہ۔'' (یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے سچ فرمایا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف بنظر کرم دیکھا اور فرمایا۔

''اے ابوبکرؓ تم صدیق ہو۔'' اسی دن سے تمام لوگ حضرت ابوبکرؓ کو صدیق کے لقب سے یاد کرنے لگے۔

قریش نے معراج کا واقعہ سنا تو کہنے لگے۔ ''یہ ناممکن ہے۔ ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ ایک شخص رات کے تھوڑے سے وقت میں بیت المقدس جا کر واپس بھی آجائے۔'' جن لوگوں نے

Marfat.com

بیت المقدس کو دیکھا ہوا تھا، وہ مختلف سوالات کرنے لگے مثلاً بیت المقدس کا رخ کیا ہے، اس کا بیرونی دروازہ کس سمت کو ہے، اس کے کتنے محراب ہیں، ان کا رنگ کیا ہے وغیرہ وغیرہ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے تمام سوالات کے صحیح جواب دیئے۔ وہ سن کر متحیر ہو گئے۔ کسی جواب کو غلط نہ کہہ سکے مگر دشمنی و عناد کی وجہ سے کسی نے کہا (نعوذ باللہ) آپ بہک گئے ہیں، یونہی جو جی میں آتا ہے کہہ دیتے ہیں۔

کسی نے کہا۔ ''ان کی آنکھوں کو دھوکا ہوا۔ نہ آپ کہیں گئے اور نہ کچھ دیکھا۔''

کوئی بولا۔ ''پہلے کہتے تھے میں خدا کا پیغمبر ہوں، مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے لیکن اب تو حد سے گزر گئے۔ ایسی ایسی باتیں کہنے لگے ہیں کہ جو سراسر ناممکن و محال ہیں۔''

نمرود نے حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں ڈلوا دیا۔ آگ ہر چیز کو جلا دیتی ہے مگر اس نے ان کو نہ جلایا۔ نمرود اور اس کی قوم نے یہ محیر العقول واقعہ اپنی آنکھوں سے دیکھا مگر ان پر ایمان نہ لائے تو بھلا کفارِ مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بے مثال و عظیم ترین معراج کے واقعہ کو کیونکر مان لیتے جسے انہوں نے دیکھا بھی نہ تھا۔

جو لوگ اللہ تعالیٰ کی ہستی کے منکر ہیں، انسانی ہاتھ کے بنائے ہوئے پتھر اور مٹی کے بتوں کو خدا مان کر پوجتے ہیں، ان کا حقیقت ناشناس فہم و ادراک معراج جیسے عظیم المرتبت واقعہ کو تسلیم کر ہی نہیں سکتا۔ ان کیلئے ہر قسم کے عقلی و نقلی دلائل بے سود ہیں۔ سورۂ نجم میں اللہ تعالیٰ نے منکرین معراج کے محض گمراہ کن تبصروں کو پُر زور الفاظ میں مسترد فرمایا ہے تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر دل و جان سے ایمان لانے والے اس قسم کے وساوسِ شیطانی سے بچیں۔

معراج شریف جسمانی تھا یا روحانی، یہ مسئلہ غیر مسلم اقوام کا نہیں۔ جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغمبر خدا ہی نہیں مانتے، وہ آپ کی معراج کے بھی قائل نہیں۔ لہٰذا ان کو اس کے جسمانی یا روحانی ہونے کے بارے میں غور و بحث کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ یہ مسئلہ تو مسلمانوں کا ہے اور بالخصوص ایسے مسلمانوں کا، جو منکرین خدا و رسول کے دلائل سے غالباً متاثر و مرعوب ہو کر کمزوریٔ ایمان کے سبب اس بحث میں الجھ گئے حالانکہ کفارِ مکہ کا معراج شریف کو ناممکن کہنا ہی اس کے جسمانی ہونے کی روشن دلیل ہے۔

کفارِ مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے معراج کا واقعہ سن کر کہا

Marfat.com

کہ ایک انسان کا رات کے تھوڑے سے وقت میں بیت الحرام سے بیت المقدس جانا اور واپس آنا، عقل سے بہت بعید ہے۔ انہوں نے اگرچہ اس طرح معراج شریف کو تسلیم کرنے سے انکار کیا، مگر اس کے جسمانی یا روحانی ہونے کے مسئلے کو حل کر دیا۔ ان کے انکار سے یہ بات واضح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جسد عنصری کے ساتھ بحالت بیداری معراج پر روانہ ہونا بیان فرمایا تھا۔ اسی لئے انہوں نے اسے ناممکن ومحال کہا اور اس کا انکار کیا۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خواب یا روحانی سفر بیان فرمایا ہوتا تو وہ لوگ اتنی سختی سے اس کی تردید نہ کرتے اور نہ اسے ناممکن ومحال کہتے۔

معجزہ ایسے خارقِ عادت فعل کا نام ہے جس کا مطالبہ لوگ کسی نبی سے کریں یا کسی اہم ضرورت کے تحت خود نبی سے صادر ہو۔ معراج شریف کو معجزہ کہنا ہی درست نہیں۔ نہ لوگوں نے اس کا مطالبہ کیا، نہ یہ کسی ظاہری ضرورت کے تحت وجود میں آیا۔ نہ لوگوں نے اسے دیکھا اور نہ ان کو دکھایا گیا۔ یہ واقعہ درحقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام عروج اور مرتبہ قربِ خداوندی تھا، جس کا لوگوں کو دکھانا مقصود ہی نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی لئے رات کی تاریکی و خاموشی میں روح الامین کو ایک خاص الخاص سواری دے کر بھیجا کہ جاؤ میرے محبوب کو بڑے ادب و احترام سے میرے حریم خاص میں لے کر آؤ۔ چنانچہ وہ آئے، بڑے ادب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جگایا اور بیت المقدس لے کر گئے جہاں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاص الخاص سواری پر تشریف فرما ہو کر آسمان پر اور **قاب قوسین او ادنی** اور **فاوحی الی عبدہ ما اوحی** کے مقاماتِ عالیہ سے سرفراز ہوئے۔ وقوعِ معراج کے وقت کسی متنفس کو اس کی خبر تک نہ ہوئی۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت خود بیان نہ فرماتے تو آج تک بلکہ تا قیامت کسی کو اس کا علم ہی نہ ہوتا اور نہ یہ مسئلہ ہی پیدا ہوتا کہ معراج شریف جسمانی تھا یا روحانی۔

معراج شریف کو روحانی کشف یا خواب کہنے والے مسلمان غالباً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے انکار کرنے والے متعصب و معاند فلسفیوں اور دانش وروں کی عقل و دانش سے متاثر و مرعوب ہیں۔ وہ معراج شریف سے متعلقہ احادیث اور قرآن پاک کی آیات بینات سے تو انکار نہ کر سکے کیونکہ مسلمان تھے اور کفر کے فتوے کا ڈر تھا لہٰذا منکرین خدا رسول کے عقلی

Marfat.com

دلائل واعتراضات سن کر، اپنی عقل کی بحالی کیلئے اسے ان کی عقل کے مطابق کر کے کلام پاک کی آیاتِ بینات اور احادیث نبوی کی تاویلوں پر اتر آئے اور اقرار وانکار کے بین بین سلامتی کی ایک راہ اختیار کی یعنی کہہ دیا کہ ہم معراج شریف کو مانتے ہیں مگر یوں کہ وہ ایک خواب یا روحانی کیفیت تھی۔ اس تاویل سے وہ بزعم خود، کفر کے فتوے سے بھی بچ گئے اور معراجِ جسمانی کے منکر دانشوروں کی نگاہ میں بھی مطعون نہ ہوئے کیونکہ یہ لوگ بھی ان کے ہم خیال یعنی جسمانی معراج کے منکر ہی تھے۔ دونوں پہلو رہ گئے۔

ع رند کے رند رہے ہاتھ سے جنت نہ گئی

اللہ تعالیٰ بے عیب ہے۔ اس کی ذات نہ کسی کام کے کرنے سے عاجز ہے اور نہ کسی کام کے کرنے پر مجبور ہے۔ وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔

مَاشَاءَ اللّٰہُ کَانَ وَمَالَم یَشَاء لَمْ یکن

''جو کچھ اللہ تعالیٰ نے چاہا وہی ہوا اور جو نہیں چاہا وہ نہیں ہوا۔''

سُبحَانَ الَّذی اَسرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلاً کے معنی ہیں: ''پاک و بے عیب ہے (یعنی ہر قسم کی کمزوری و مجبوری سے پاک ہے) وہ ذات (یعنی اللہ تعالیٰ) جس نے سیر کرائی اپنے بندے کو رات کے قلیل وقت میں۔'' عبد سے صرف جسم یا صرف روح مراد نہیں۔ عبد یعنی بندہ، جسد عنصری اور روح کے مجموعے ہی کو کہتے ہیں۔ پس اس آیت سے اللہ تعالیٰ کا اپنی قدرت کاملہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بمعہ جسم اطہر بیت الحرام سے بیت المقدس لے جانا اور سیر کرانا ثابت ہے اور یہ نص صریح ہے جس کا انکار ممکن نہیں۔

کائنات کے پیدا ہونے یعنی وجود میں آنے کے دو ہی سبب ہو سکتے ہیں۔ یا وہ خود بخود موجود ہو گئی یا اسے کسی ہستی نے بنایا، تخلیق کیا۔

ہم دانشورانِ عالم سے پوچھتے ہیں کہ کائنات (Universe) کے خود بخود وجود میں آنے اور خود بخود ایک خاص و مکمل نظام میں مربوط ہونے کے متعلق ان کی عقل رسا کیا کہتی ہے، آیا یہ ممکن ہے؟ اگر وہ کہیں کہ بے شک ممکن ہے بلکہ ہر بات ممکن ہے، کوئی امر ناممکن نہیں تو ظاہر ہے کہ معراج شریف کا واقعہ بھی تو ہر بات میں شامل ہے لہٰذا وہ بھی ممکن ہے۔

کائنات کے خود بخود وجود میں آنے کا عقیدہ رکھنے والے حکما و فلاسفر آنحضرت صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وسلم کے معراج کو تسلیم نہ کریں، وہ بے شک کہیں کہ ہم معراج شریف کے واقعہ کو نہیں مانتے یہ اور بات ہے، مگر انہیں اسے ناممکن ومحال کہنے کا حق ہرگز نہیں پہنچتا جبکہ بقول ان کے ناممکن تو کوئی بات بھی نہیں۔

اور اگر وہ کہیں کہ کائنات از خود وجود میں نہیں آئی۔ اسے ایک عظیم طاقت نے (اللہ تعالیٰ نے) پیدا کیا تو مقام غور ہے کہ جس نے سورج، چاند، سیارے، ستارے زمین وغیرہ اجسامِ فلکی بنائے، جن میں سے بعض اپنی اپنی جگہ پر قائم ہیں اور بعض رفتار ہائے مخصوصہ سے ایک خاص نظام کے تحت جس میں ان کے خالق نے انہیں منضبط کیا اور جس میں کبھی ذرہ بھر بھی فرق نہیں آتا، ہر دم خلا میں رواں دواں ہیں۔ کیا خالق کائنات ایک لاکھ 86 ہزار میل سیکنڈ کی رفتار کو جسے سائنس دان نوری رفتار (Speed of light) کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ باعتبار فزیکل سائنس، جسم انسانی کیلئے ناقابل برداشت ہے، قابل برداشت نہیں بنا سکتا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنی مرضی وخواہش سے معراج پر نہیں گئے بلکہ خالق ارض وسماء نے جس نے جس کے سامنے ہزار کیا ارب ہا کلومیٹر کا فاصلہ بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آسمانی سفر کا انتظام فرمایا۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اس کیلئے تو کوئی بات بھی ناممکن نہیں۔ ہر شے اس کی مخلوق ہے اور اس کے تابع فرمان ہے۔ تمام اجسام اور عناصر اس کے قبضہ قدرت میں ہیں، وہ ان سے جو کام چاہے اور جس وقت چاہے لے سکتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت الحرام سے بیت المقدس لے جانا اور وہاں سے آسمانوں کی سیر کرانا اس کیلئے ناممکن ومحال نہیں بلکہ نہایت آسان ہے۔

اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ انسانوں سے چند افراد، جن کو ہم دانا، حکما یا سائنس دان کہیں، ان کی عقل ودانش خواہ کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو، اپنے پیدا کرنے والے کی عقل ودانش اور حکمت وقدرت کو سمجھ نہیں سکتی۔ کوئی گھری ہوئی شے اپنے گھیرنے والے کو گھیر نہیں سکتی، کوئی نکتہ اپنے محیط کا احاطہ نہیں کر سکتا۔

محیط است علم ملک بر بسیط
قیاس تو بردے نہ گردد محیط

پس کسی دانا، فلاسفر یا سائنس دان کو، اگر اس کا عقیدہ ہے کہ کائنات از خود وجود میں

نہیں آئی، اسے ایک عظیم طاقت نے (یعنی اللہ تعالیٰ نے) پیدا کیا، اس کے اور اپنے پیدا کرنے والے کے متعلق یہ کہنا زیب نہیں دیتا کہ وہ فلاں کام نہیں کر سکتا۔

اس تمام بحث سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمانی معراج کے منکر فلسفیوں اور دانشوروں کے اعتراض کا جواب دینا مقصود نہیں (اگر ان کی سمجھ میں یہ بات آ جائے تو کیا ہی بات ہے) ورنہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لاتا، آپ کو اللہ تعالیٰ کا رسول اور قرآن مجید کو اللہ کلام تسلیم نہیں کرتا، وہ لاجواب ہونے کے بعد بھی ممکن ہے ''میں نہ مانوں۔ میں نہ مانوں۔'' کہے جائے۔

لہٰذا اس بحث سے ہمارا مقصد اپنے عزیز مسلمان بھائیوں اور معاندین اسلام کے اعتراضات کے زیر اثر علماء وحکما کے ایمان ویقین کو سہارا دینا بھی ہے۔

ہم قبل ازیں واضح کر چکے ہیں کہ یہ واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (فداہٗ اَبی واُمی) کا معجزہ نہیں۔ یہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج یعنی مقامِ عروج، مرتبہ قرب خداوندی اور خالق کون ومکان کی قدرت بالغہ وکاملہ کا ایک کرشمہ ہے جس کو روحانی کیفیت یا خواب کہنا اللہ جل شانہ کی قدرت کا صریح انکار ہے۔

اور اس کی قدرت کا انکار اللہ تعالیٰ کی ہستی کا انکار ہے کیونکہ اس کی قدرت اور اس کی ذات دو جداگانہ چیزیں نہیں۔

☆☆☆

باب سوم

۱ھ تا ۴ھ

مکہ میں سب سے زیادہ خطرہ درحقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو تھا مگر رحمۃ للعالمین نے اپنی پروانہ کرتے ہوئے مصلحت وقت کے تحت اپنے اصحاب کو آہستہ آہستہ مدینہ پہنچا دیا۔ صرف حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علیؓ مکہ میں رہ گئے۔ کفار نے غالباً اس موقعہ کو غنیمت جانا۔ وہ ایک روز دارالندوہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف مشورہ کرنے اور تدابیر سوچنے کیلئے اکٹھے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کفار کی مشاورت کا بدین الفاظ ذکر فرمایا ہے۔

وَاِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْکَ اَوْیَقْتُلُوْکَ اَوْیُخْرِجُوْکَ وَیَمْکُرُوْنَ وَیَمْکُرُ اللّٰہُ ط وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ o

(پ ۹)

''اور جب تمہارے متعلق سوچ رہے تھے جنہوں نے کفر کیا کہ تمہیں قید کر دیں یا قتل کر دیں یا شہر بدر کر دیں اور وہ تدبیر کر رہے تھے اور اللہ بھی تدبیر کر رہا تھا اور اللہ بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔''

کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قید کرنے کا مشورہ دیا اور کسی نے شہر بدر کرنے کی صلاح دی لیکن ابوجہل بولا۔ ''جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حیات ہیں، ہم اور ہمارے خدا محفوظ نہیں لہٰذا میری رائے ہے کہ تمام قبائل میں سے ایک ایک جوان منتخب کیا جائے اور رات کے وقت جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی خواب گاہ سے باہر آئیں تو وہ سب بیک

Marfat.com

وقت ان پر وار کریں اور اس طرح (نعوذ باللہ) ان کا خاتمہ کر دیں۔ بنی ہاشم تمام قبیلوں کے ساتھ مقابلہ کی تاب نہ لاسکیں گے اور خون بہا پر راضی ہو جائیں گے۔'' تمام حاضرین نے اس تجویز کو پسند کیا۔ ابوجہل نے مختلف قبائل میں سے ایک ایک جوان چنا اور مجوزہ کام ان کے ذمے لگا دیا۔

کفار نے جو رات اپنے مذموم ارادے اور پروگرام کی تکمیل کیلئے مقرر کی، اسی رات اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ کی جانب ہجرت کرنے کا حکم پہنچ گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکرؓ کے گھر گئے انہیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے مطلع فرمایا اور اپنے ہمراہ چلنے کیلئے تیار کیا۔ شام کے وقت آنحضرت نے حضرت علیؓ کو بلا کر کہا۔

''مجھے یہاں سے ہجرت کرنے کا حکم ہو چکا ہے پس میں آج رات مدینہ کی طرف روانہ ہو جاؤں گا۔ تم میرے بستر پر بے خطر لیٹ رہنا۔'' پھر کفارِ مکہ کی جو امانتیں آپ کے پاس تھیں ان کو دے کر فرمایا۔ ''یہ امانتیں ادا کر کے تم جلد از جلد مدینہ پہنچ جانا۔''

آدھی رات کے قریب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نکلے۔ سورۂ یاسین کی ابتدائی آیات تلاوت کرتے ہوئے، ان جوانوں کے درمیان سے گزر کر، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب گاہ کے اردگرد آپ کے باہر نکلنے کے منتظر کھڑے تھے، حضرت ابوبکرؓ کے مکان پر گئے۔ حضرت ابوبکرؓ صدیق کی بیٹی اسماءؓ نے کھانا تیار کر کے ناشتہ دان میں ڈالا اور اپنا کمر بند، جسے عربی میں نطاق کہتے ہیں، پھاڑ کر اس کا منہ بند کیا۔ یہی وہ کام تھا جس کی بدولت حضرت اسماءؓ کو ذات النطاقین کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ وہاں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ سفرِ ہجرت پر روانہ ہوئے اور سیدھے مدینہ کی طرف جانے کی بجائے الٹے ہاتھ مکہ سے تقریباً تین میل دور غارِ ثور کے پاس پہنچے۔ ابوبکر صدیق نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو باہر ٹھہرایا۔ خود غار کے اندر گئے اور اسے اچھی طرح سے دیکھا بھالا۔ آپ کو اس میں چند سوراخ نظر آئے، اپنی چادر پھاڑ کر انہیں بند کیا اور اسے ہر طرح کی آلائش سے پاک کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے اندر لے گئے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم غار کے اندر داخل ہوئے تو اس کے منہ پر ایک مکڑی نے جالا تان دیا اور ایک کنارے پر کبوتروں کے ایک جوڑے نے گھونسلہ بنا کر اس میں انڈے دے دیئے۔

Marfat.com

کفار رات بھر خوابگاہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکلنے کے منتظر رہے۔ صبح نمودار ہوئی تو وہ خواب گاہ میں داخل ہوئے۔ دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر حضرت علیؓ دراز ہیں۔ انہوں نے پوچھا۔ ''اے علیؓ۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں؟''

حضرت علیؓ نے کہا۔ ''میں ان کا نگران تو نہیں جو میں بتاؤں کہ وہ کہاں ہیں۔''

بعض سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ کفار حضرت علیؓ کو پکڑ کر کعبے میں لے گئے اور کچھ دیر حراست میں رکھ کر چھوڑ دیا۔ اس کے بعد انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں لوگوں کو چاروں طرف دوڑایا نیز اعلان کر دیا۔ ''جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو (نعوذ باللہ) قتل کرے گا یا زندہ پکڑ کر لائے گا اسے ایک سو اونٹ بطور انعام دیئے جائیں گے۔''

دن چڑھے جب کفار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تعاقب کیا تو کچھ افراد غارِ ثور کے دہانے کے پاس پہنچ گئے لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ غار کے منہ پر مکڑی نے جالا تانا ہوا ہے اور اس کے دہانے پر کبوتری نے انڈے دیئے ہوئے ہیں تو کہنے لگے اس غار میں کوئی شخص داخل نہیں ہوا کیونکہ اگر اس میں کوئی داخل ہوا ہوتا تو کم از کم مکڑی کا جالا ٹوٹ گیا ہوتا۔ لہٰذا وہ وہاں سے واپس چلے گئے۔

کفار کو غار کے پاس کھڑے باتیں کرتے سن کر حضرت ابوبکرؓ گھبرائے اور عرض کیا۔ ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر انہوں نے اپنے پاؤں کی طرف نگاہ ڈالی تو ہم ان کو نظر آ جائیں گے۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''گھبراؤ نہیں اللہ ہمارے ساتھ ہے۔''

خدائے بزرگ و برتر نے قرآن مجید میں اس واقعہ کا ذکر فرمایا ہے:

اِذْهُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا

(سورۂ توبہ)

''جب وہ دونوں غار میں تھے تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رفیق کو کہہ رہے تھے غمگین نہ ہو بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تین دن اور تین راتیں غارِ ثور میں رہے۔ اس دوران ابوبکر صدیقؓ کا آزاد کردہ غلام عامر بن فہیرہ، جو غار کے نزدیک بکریاں چرایا کرتا تھا،

روزانہ رات کے وقت دودھ دوہ کر انہیں پلاتا رہا۔ ابن ہشام لکھتے ہیں کہ صدیق ؓ اکبر کی بیٹی اسماءؓ کھانا پہنچاتی رہیں اور عبداللہ بن ابوبکرؓ وقتاً فوقتاً مکہ کے حالات واقعات سے انہیں آگاہ کرتے رہے۔

چوتھے روز عبداللہ بن اُریقط، جو مسلمان نہ تھا لیکن قابل اعتماد تھا، حضرت ابوبکرؓ کے کہنے کے مطابق وقت مقررہ پر دو سفید اونٹنیاں، جنہیں صدیق اکبرؓ ہجرت کے لئے چند ماہ سے تیار کر رہے تھے، لے آیا اور وہ ان پر سوار ہو کر عازمِ مدینہ ہوئے۔ عبداللہ بن اریقط رہنمائی کیلئے آگے آگے روانہ ہوا۔

دوسرے روز دن ڈھلے ہجرت کرنے والا یہ چھوٹا سا قافلہ چلا جا رہا تھا کہ پیچھے سے گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز آنے لگی۔ ابوبکر صدیق ؓ نے مڑ کر دیکھا کہ سراقہ بن مالک آ رہا ہے اور اس کے ہاتھ میں نیزہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''گھبراؤ نہیں۔ اسے آنے دو بے شک اللہ ہمارا محافظ ہے۔''

سراقہ بن مالک کا بیان ہے کہ میں اپنے خیمے میں بیٹھا تھا کہ ایک شخص آیا اور اس نے کہا۔ ''سراقہ! ابھی ابھی میں نے چند اشخاص سفید اونٹنیوں پر سوار ساحل سمندر پر جاتے دیکھتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ ان میں سے ایک یقیناً محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔''

میں سمجھ گیا کہ اس کا خیال درست ہے تاہم اس خیال سے کہ کہیں یہ شخص اس انعام میں شریک نہ ہو جائے جس کا قریش نے ان کو گرفتار کرنے والے کو دینے کا اعلان کیا ہے، میں نے کہا۔ ''وہ تو میرے مہمان تھے۔ آج ہی وہ میرے ہاں سے گئے ہیں''

کچھ دیر کے بعد جب وہ شخص چلا گیا تو میں گھر گیا۔ لونڈی کو کہا کہ اس گھوڑے کو فلاں جگہ لے چل۔ میں ایک نیزہ لے کر اور گھر کے عقب سے نکل کر وہاں پہنچ گیا اور گھوڑے پر سوار ہو کر ان کے تعاقب میں چلا۔ میں نے جلد ہی انہیں جا لیا۔ قریب تر جانے کیلئے جب میں نے گھوڑے کو ایڑ لگائی تو وہ ٹھوکر کھا گیا۔ تین دفعہ ایسا ہی ہوا تب گھوڑے سے اتر کر میں نے فال لی کہ آیا مجھے ان پر حملہ کرنا چاہئے یا نہیں، فال حملہ نہ کرنے کے حق میں نکلی۔ مگر میں نے اس کی پروا نہ کرتے ہوئے گھوڑے پر سوار ہو کر اُسے ایڑ لگائی لیکن اب کے گھوڑا پیٹ تک زمین میں دھنس گیا۔

Marfat.com

یہ دیکھ کر میں نے آپؐ سے فریاد کی۔ ''ازراہِ کرم مجھے اس عذاب سے بچائیں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ جو شخص بھی آپ کے تعاقب میں آرہا ہوگا، اسے آپ کا پتہ نہ دوں گا بلکہ اسے واپس کردوں گا۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی۔ اس کا گھوڑا زمین سے باہر نکل آیا۔ سراقہ نے عرض کیا۔ ''مجھے ایک دستاویز امن تحریر فرمادیں۔'' چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عامر بن فہیرہؓ سے چمڑے کے ایک ٹکڑے پر فرمان امن لکھوادیا اور فرمایا۔

''کیف بک اذا لبست سوای کسری.'' تیرا (خوشی سے) کیا حال ہوگا جب تجھے کسریٰ کے کنگن پہنائے جائیں گے۔''

سراقہ وہیں سے واپس ہوگیا۔ راستے میں جو شخص بھی اُسے ملتا اسے کہہ دیتا۔ ''اس طرف کوئی نہیں۔ میں خود تلاش کرکے آرہا ہوں۔''

فتح مکہ کے کچھ عرصہ بعد، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ طائف سے فارغ ہوئے تو جعرانہ کے مقام پر سراقہ نے حضرت ہوکر آپ کا وہ فرمانِ امن پیش کیا اور دائرۂ اسلام میں داخل ہوگیا۔ عمر فاروقؓ کے عہد میں خلافت میں جب ایران فتح ہوا اور مالِ غنیمت میں کسریٰ کے سونے کے کنگن بھی آئے تو حضرت عمرؓ نے وہ کنگن سراقہ بن مالک کو پہنا دیئے۔ اس وقت سراقہ کو یاد آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ ''کیف بک اذا لبست سوای کسری.''

اُم معبد ایک نہایت شریف اور مشہور مہمان نواز خاتون تھیں۔ راستے میں ان کا خیمہ تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس پہنچے تو پوچھا۔ ''کیا تمہارے پاس کچھ دودھ ہے؟''

انہوں نے عرض کیا۔ ''یہ بکری تو ہے لیکن لاغر و کمزور ہے۔ دودھ نہیں دیتی۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''اگر اجازت ہو تو ہم اس سے کچھ دودھ دوھ لیں۔''

ام معبد کی طرف سے اجازت ملنے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بکری کے تھنوں پر دست مبارک پھیر کر دودھ دوہنا شروع کیا اور اتنا دودھ نکالا کہ خود پیا، اپنے ساتھیوں کو پلایا اور ام معبد کو بھی دیا۔ اس کا شوہر ابوسعید جب شام کو گھر آیا تو ام معبد نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوکھی بکری سے دودھ دوہنے کا حال سنایا۔ اس نے کہا بیشک وہ قریش کے سردار ہیں۔

Marfat.com

چند روز کے بعد دونوں میاں بیوی مدینہ گئے اور مسلمان ہو گئے۔ ام معبد کا بیان ہے کہ وہ بکری حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت تک ان کے پاس رہی اور ہمیشہ صبح و شام دودھ دیتی رہی۔

مکہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روانگی کی خبر مدینہ پہنچ چکی تھی۔ مسلمان ہر روز صبح سویرے گھروں سے نکل کر شہر سے باہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کیلئے آ بیٹھتے اور دیر تک انتظار کرتے۔ ایک روز حسب معمول انتظار میں بیٹھے تھے کہ ایک یہودی جو ایک بلند ٹیلے پر کھڑا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آتے دیکھ کر پکار اٹھا۔

''جن کا آپ انتظار کرتے تھے وہ آ گئے۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی خبر سن کر منتظرین نے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ قبا ایک بستی کا نام ہے جہاں سے مدینہ تین میل کے فاصلے پر ہے۔ وہاں انصار کے کئی گھرانے آباد تھے۔ نعرۂ تکبیر سن کر ان کے مرد، عورتیں، بچے، بوڑھے سبھی بے تابانہ گھروں سے نکل آئے۔ ان میں عمروؓ بن عوف کا خاندان امتیازی حیثیت رکھتا تھا۔ کلثوم بن الہدمؓ نے جو اسی خاندان سے تعلق رکھتے تھے، نہایت گرم جوشی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کیا اور استدعا کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں قیام فرمائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی مہمانی قبول فرمائی اور ان کے ہاں قیام فرمایا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بتاریخ 8 ربیع الاوّل 13 نبوی مطابق 20 ستمبر 622ء قبا میں تشریف لائے۔ اکثر مؤرخین کا اسی پر اتفاق ہے۔ مکہ سے قبا تک پہنچنے میں سات دن اور سات راتیں صرف ہوئیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبا میں چودہ روز ٹھہرے۔ اس عرصے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں اپنے دست مبارک سے ایک مسجد کی بنیاد رکھی اور اس کی تعمیر میں خود مزدوروں کی طرح کام کیا۔ جمعے کے روز وہاں سے مدینہ کی خاص آبادی کی طرف روانہ ہوئے۔ قبا سے مدینہ تک راستے میں دونوں طرف انصار اور مہاجرین صف آرا تھے۔ بنی سالم کے محلے کے پاس جمعہ کی نماز کا وقت ہو گیا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہاں ٹھہر گئے، مختصر سا خطبہ دیا اور نماز جمعہ ادا کی۔ بقول طبری یہ سب سے پہلی نماز جمعہ تھی اور وہ خطبہ سب سے پہلا خطبہ نماز تھا۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے روانہ ہوئے۔ جاں نثار سڑک پر دو رویہ کھڑے تھے۔

Marfat.com

عورتیں اور بچے مکانوں کی چھتوں پر چڑھ کر زیارت کرتے اور بلند آواز سے پکارتے۔ ''رسول اللہ آئے۔ رسول اللہ آئے۔''

بنو نجار جو حضرت ہاشم کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ننھیالی رشتہ دار تھے، ہتھیاروں سے سج سج کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کو آئے۔ ان کی معصوم بچیاں دف بجا بجا کر جوشِ مسرت سے ترانے گانے لگیں۔

طلع البدر علینا

من ثنیات الوداع

وجب الشکر علینا

ما دعی للہ داع

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اونٹنی پر سوار تھے، ہر قبیلہ کا سردار چاہتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے مہمان ہوں لہٰذا اپنے گھر کے سامنے اونٹنی کی نکیل پکڑ کر وہاں رکنے کی استدعا کرتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے۔ ''اونٹنی کی مہار چھوڑ دیں۔ یہ مامور مِنَ اللہ ہے۔ جہاں بیٹھ جائے گی، میں وہیں قیام کروں گا۔''

اونٹنی چلتی گئی۔ جس جگہ اب مسجد نبوی ہے، اس کے پاس ابو ایوب انصاریؓ کا مکان تھا۔ اونٹنی اس کے سامنے خود بخود بیٹھ گئی۔ لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایوب انصاریؓ کے گھر قیام فرمایا۔

جس جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی بیٹھی تھی۔ اس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ یہ زمین کس کی ملکیت ہے۔ اسعد بن زرارہؓ نے عرض کیا۔

''یہ زمین دو یتیم بچوں کی ہے جن کا میں کفیل ہوں۔ میں یہ زمین مسجد اور خانہ مبارک کی تعمیر کے لئے پیش کرتا ہوں۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''یہ زمین یتیموں کی ہے، اگر تمہاری ہوتی تو بھی میں اسے بطور ہدیہ قبول نہ کرتا۔ میں اسے اس صورت میں لے سکتا ہوں کہ مجھ سے اس کی قیمت معمول سے زیادہ لی جائے۔''

Marfat.com

اس پر اسعدؓ نے کہا۔ ''اس کی قیمت سات دینار ہے۔'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیگر اصحاب سے دریافت فرمایا۔ سب نے اس کی تائید کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''میں اسے دس دینار میں خریدتا ہوں۔'' حضرت ابوبکرؓ نے اسی وقت دس سونے کے دینار ادا کر دیئے (فتح الباری) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے دوسرے دن وہاں ایک مسجد کی بنیاد ڈالی۔ سب اصحاب، حتیٰ کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تعمیر کیلئے پتھر اور مٹی لاتے تھے۔ اسی مسجد کو مسجد نبوی کہتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ایک طرف ایک چبوترا بنوا کر اس پر چھت ڈلوادی۔ وہ چبوترہ ایسے تازہ ایمان لانے والوں کے لئے مخصوص کر دیا جن کا کوئی گھر بار نہ ہوتا۔ انہیں اصحابِ صفہ کہتے تھے۔

مسجد تیار ہوگئی۔ لوگ نماز کے وقت کا اندازہ کر کے مسجد میں آکر نماز ادا کرنے لگے۔ لوگوں کو نماز کیلئے بلانے کا کوئی طریقہ رائج نہ تھا لہٰذا باجماعت نماز کا معقول انتظام نہ ہو سکا۔ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق صحابہؓ سے مشورہ کیا۔ انہوں نے مختلف آراء دیں۔ کسی نے ناقوس بجانے کو کہا، کسی نے گھنٹہ بجانے کی تجویز پیش کی۔ بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے کہا کہ میری رائے تو یہ ہے کہ ایک آدمی کھڑا ہو کر یوں (اذان کے الفاظ) پکارے۔ اس سے سب کو نماز کے وقت کی اطلاع ہو جایا کرے گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی رائے کو پسند فرمایا اور حضرت بلالؓ کو حضرت عمرؓ کے تجویز کردہ کلمات بہ آواز بلند پکارنے کا حکم دیا۔ اس طرح اذان کے ذریعے نماز کی اطلاع کے ساتھ دن میں پانچ وقت اسلام کے بنیادی عقیدے کا اعلان بھی ہونے لگا۔

مسجد نبوی کے نزدیک، چھ چھ سات سات ہاتھ کی وسعت کے دو حجرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنوائے۔ ایک ام المومنین حضرت سودہؓ کیلئے اور دوسرا ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے لئے۔ حجرے تعمیر ہو چکے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زیدؓ بن حارثہ کو مکہ روانہ کیا۔ وہ حضرت سودہؓ، حضرت ام کلثومؓ اور حضرت فاطمہؓ کو لے آئے۔ حضرت زینبؓ کو ان کے شوہر نے نہ آنے دیا۔ عبداللہ بن ابوبکرؓ اپنے خاندان کی عورتوں اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کو لے کر مدینہ پہنچ گئے۔ حضرت رقیہؓ، حبشہ میں حضرت عثمانؓ کے ہمراہ تھیں۔ وہ بھی چند روز کے بعد مدینہ آگئیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابوایوب انصاریؓ کے ہاں سات مہینے ٹھہرے۔ مسجد نبوی کی تعمیر کے دوران آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز انصار کو بلایا اور مہاجرین کی طرف اشارہ کر کے، جن کی تعداد پینتالیس تھی، فرمایا۔

''یہ سب تمہارے بھائی ہیں۔'' پھر ایک ایک مہاجر اور ایک ایک انصاری کو نزدیک بلا کر کہا۔ ''تم دونوں بھائی بھائی ہو۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح انصار اور مہاجرین کے درمیان اخوت و محبت کے ایسے خوشگوار تعلقات و مراسم قائم کر دیئے کہ کوئی شخص، بعد میں، یہ تمیز نہیں کر سکتا تھا کہ وہ ماں جائے بھائی نہیں ہیں۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا بھائی چارہ حضرت سعدؓ بن ربیع انصاری کے ساتھ قائم ہوا۔ حضرت سعدؓ نے حضرت عبدالرحمٰنؓ کو کہا۔

''میں اپنے مال و متاع کا نصف آپ کو دیتا ہوں۔ میری دو بیویاں ہیں، آپ انہیں دیکھ لیں۔ ان میں سے جو آپ کو پسند ہو، میں اُسے طلاق دے دوں گا۔ آپ اس کے ساتھ نکاح کر لیں۔''

حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے ان کے ایثار کا شکریہ ادا کیا اور کہا۔ ''آپ کا مال اور آپ کی بیویاں آپ کو مبارک ہوں۔ مجھے آپ بازارِ تجارت کا راستہ بتا دیں۔'' انہوں نے رہنمائی کر دی۔ آپ وہاں چلے گئے اور اسی طرح روزانہ جاتے رہے اور حسب حیثیت تجارت کرتے رہے حتیٰ کہ تھوڑے ہی عرصے میں ان کا شمار مدینہ کے امیر افراد میں ہونے لگا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو اکثر لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کیلئے آنے لگے۔ عبداللہ بن سلام بھی، جو یہود کے بہت بڑے عالم تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کیلئے آئے۔ انہوں نے دیکھتے ہی پہچان لیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم توریت میں بیان کردہ نشانیوں کے مطابق سچے اور آخری رسول ہیں۔ اسی وقت انہوں نے کلمہ شہادت پڑھا اور حلقہ اسلام میں داخل ہو گئے۔

حضرت سلمانؓ، اصفہان کے نزدیک واقع ایک گاؤں کے زمیندار کے بیٹے تھے، جو کہ مجوسی تھا۔ انہوں نے ایک روز گرجے میں عیسائیوں کو عبادت میں مشغول دیکھا۔ ان کا طریق

عبادت آپ کو پسند آیا۔ دیر تک ان کے پاس بیٹھے دیکھتے رہے پھر روزانہ ان کے پاس جانے لگے۔ چند روز کے بعد ان کے مشورے کے مطابق تلاشِ حق میں ملک شام چلے گئے۔ وہاں سے موصل اور نصیبین ہوتے ہوئے عموریہ پہنچے۔ وہاں کے بشپ نے اپنی وفات کے وقت حضرت سلمانؓ کو کہا۔

''نبی آخر الزماں کے ظہور کا وقت قریب ہے۔ اب تم ان کی تلاش کرنا۔ وہ اپنا وطن چھوڑ کر کھجوروں والی سرزمین میں آئیں گے۔ وہ صدقہ قبول نہیں کریں گے البتہ ہدیہ قبول کر لیں گے۔''

بشپ مذکورہ کی وفات کے بعد حضرت سلمانؓ نے وہاں آنے والے چند عرب تاجروں سے درخواست کی کہ وہ انہیں اپنے ساتھ سرزمین عرب لے چلیں۔ معاوضے کے طور پر انہوں نے اپنی ساری بھیڑ بکریاں تاجروں کے حوالے کر دیں اور ان کے ساتھ عرب کے سفر پر روانہ ہو گئے۔ راستے میں ان تاجروں نے دھوکے سے ان کو ایک یہودی کے ہاتھ بطور غلام بیچ دیا۔ اس یہودی کا بھائی ایک دفعہ اسے ملنے آیا تو حضرت سلمانؓ کو خرید کر مدینے یعنی کھجوروں والی سرزمین میں لے گیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ آئے تو عام لوگوں کی طرح، سلمانؓ بھی زیارت کے لئے آئے اور عرض کیا۔ ''میں کھانے کی کچھ چیزیں بطور صدقہ لایا ہوں انہیں قبول فرمایئے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''صدقہ ہم پر حرام ہے۔ آپ غریبوں اور محتاجوں کو دے دیں۔''

دوسرے روز پھر وہ کچھ چیزیں لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ ''میں آج کچھ چیزیں بطور ہدیہ لایا ہوں، انہیں قبول فرمایئے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدیہ قبول کر لیا۔ اس میں سے خود بھی کھایا اور دوسروں کو بھی کھلایا۔ سلمانؓ نے بشپ کی بتائی ہوئی دونوں نشانیاں دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی داستان سنائی اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔ کچھ عرصہ کے بعد اپنے یہودی آقا کو اس کی خواہش کے مطابق، تین سو کھجور کے درخت اور چالیس اوقیہ سونا دے کر آزاد ہو گئے اور پھر ہمہ

Marfat.com

وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین رہنے لگے۔

انہی دنوں میں بئیر رومہ کا واقعہ بھی پیش آیا۔ مدینہ منورہ میں اکثر کنوؤں کا پانی کھاری تھا۔ صرف بئیر رومہ کا پانی میٹھا تھا۔ وہ کنواں ایک یہودی کی ملکیت تھا اور وہ اس کا پانی فروخت کیا کرتا تھا۔ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ''جو شخص بئیر رومہ کو خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کردے اس کے لئے جنت الفردوس ہے۔'' لہٰذا حضرت عثمان غنیؓ نے اسے آٹھ ہزار دینار کے عوض خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا۔

مدینہ میں تین قبیلے، بنی نضیر، بنی قینقاع اور بنی قریظہ آباد تھے۔ یہودی قبائل نے مدینہ کے ارد گرد مضبوط قلعے بنائے ہوئے تھے۔ عرب قبیلے اگرچہ طاقتور تھے لیکن ان کی باہمی دشمنی اور لڑائی نے، جو مدتوں سے ان میں چلی آتی تھی، انہیں خاصا کمزور کر دیا تھا۔ ایسے حالات میں قبیلہ اوس کے سردار عبداللہ بن ابی نے جو کہ بڑا مکار اور چالاک آدمی تھا، یہودی قبائل کو اپنے ساتھ ملا لیا اور مدینہ کا سردار بننے کے خواب دیکھنے لگا۔ انہی ایام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے آئے۔ اکثر لوگوں کی توجہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منعطف ہوگئی چنانچہ عبداللہ بن ابی کو اپنی امیدیں خاک میں ملتی نظر آنے لگیں۔

مکہ میں قریش بیشک اسلام کے دشمن تھے اور ایمان لانے والوں کو سخت تکلیفیں پہنچاتے تھے لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصافِ حمیدہ اور مکارمِ اخلاق کے قائل بھی تھے۔ وہ جانتے تھے کہ آنحضرت الامین اور صادق القول ہیں۔ قریش ایک قوم تھی، جس کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایک فرد تھے۔ ان کی ایذا رسانی ایک نوع کی تھی۔ بخلاف اس کے مدینہ میں تین قسم کے دشمنوں سے واسطہ پڑا۔ ایک وہ لوگ جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے اپنے اثر و رسوخ اور اقتدار کو نقصان پہنچنے کا خدشہ ہوا۔ دوسرے یہودی، جو مذہب، عادات و خصائل وغیرہ میں عرب قبائل سے بالکل مختلف تھے اور تیسرے منافقین جنہیں مارِ آستین کہنا نہایت بجا ہے۔ یہ ایسے لوگ تھے جن کے قبائل کے بیشتر افراد مسلمان ہو گئے تھے لہٰذا انہیں بھی بظاہر اسلام قبول کرنا پڑا لیکن وہ دل سے اسلام کے دشمن رہے۔ ان کا ظاہر کچھ تھا اور باطن کچھ۔ قرآن پاک نے ایسے لوگوں کا رویہ بدیں الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

وَاِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیٰطِیْنِهِمْ قَالُوْٓا اِنَّا

مَعَکُمْ اِنَّمَا نَحنُ مُسْتَھزِءُ وْن

''اور جب (منافق) ایمان لانے والوں کو ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اور جب اپنے سرداروں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں ہم تو ٹھٹھا کرنے والے ہیں۔''

چنانچہ منافقین، یہودیوں سے مل گئے اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرنے لگے۔

علاوہ ازیں قریش مکہ نے مدینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے چند ہی روز بعد عبداللہ بن ابی کو جو منافقین کا سرغنہ تھا، ایک خط لکھا۔ ''تم نے ہمارے آدمی کو پناہ دی ہے ہم خدا کی قسم کھاتے ہیں کہ یا تو تم ان کو قتل کر دو یا مدینہ سے نکال دو ورنہ ہم تمہارے ساتھ جنگ کریں گے اور تمہیں قتل کر کے تمہاری عورتوں پر تصرف کریں گے۔''

انہی ایام میں حضرت سعد بن معاذؓ عمرہ کیلئے مکہ گئے۔ امیہ بن خلف ان کا دوست تھا، اس کے ہاں قیام کیا۔ وہ ایک روز امیہ کے ہمراہ کعبہ کے طواف کو گئے۔ راستے میں انہیں ابوجہل ملا۔ اس نے امیہ سے پوچھا۔

''یہ کون ہے؟'' اس نے بتایا کہ سعد بن معاذؓ ہیں تو ابوجہل بولا۔ ''اگر تم امیہ کے ہمراہ نہ ہوتے تو تم طواف نہ کر سکتے بلکہ واپس مدینہ منورہ بھی نہ جاتے۔''

سعد بن معاذؓ نے اس کے جواب میں کہا۔ ''اگر تم ہمیں حج کرنے سے روکو گے تو یاد رکھو ہم تمہارا تجارت کا راستہ بند کر دیں گے۔''

المختصر قریش نے عبداللہ بن ابی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ابھارا، یہودیوں کو اکسایا اور خود مدینہ پر حملہ کرنے کی پرزور تیاریاں کرنے لگے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب قریش کی ریشہ دوانیوں کی خبر ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبائل یہود کو بلایا، ان سے تبادلہ خیالات کیا اور حالات کی نزاکت اور مدینہ منورہ کی حفاظت کا احساس دلایا جس کے نتیجے میں ان کے ساتھ حسب ذیل شرائط پر ایک معاہدہ طے پا گیا جسے میثاق مدینہ کہتے ہیں۔

1۔ فریقینِ معاہدہ کو مدینہ میں مکمل آزادی حاصل ہوگی۔

2۔ خون بہا اور فدیہ کا جو طریقہ رائج ہے، وہ بدستور رہے گا۔

Marfat.com

3۔ کوئی فریق مدینہ میں خونریزی نہیں کرے گا۔

4۔ اگر دشمن مدینہ پر حملہ کرے تو باہم متحد ہو کر اس کا مقابلہ کیا جائے گا۔

5۔ فریقین میں سے اگر کسی فریق کو جنگ پیش آئے تو دوسرا فریق اس کی امداد کرے گا۔

6۔ تمام جھگڑے آخری فیصلہ کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش کئے جائیں گے۔

7۔ مجرم کو سزا دی جائے گی۔ کوئی شخص مجرم کی امداد نہیں کرے گا۔ خواہ وہ اس کا قریب ترین رشتہ دار ہو۔

میثاق مدینہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے آس پاس دو تین اور یہودی قبائل کے ساتھ بھی باہمی دوستی اور تعاون کے معاہدے کر لئے۔ اس طرح انہوں نے اس طرف سے حفاظت کا ایک عارضی بندوبست کر لیا، بہرحال منافقین کا تا حال کوئی علاج ممکن نہ ہو سکا تھا اور وہ بدستور اپنی سازشوں میں لگے ہوئے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ میں مقام ابراہیم کے مقابل اس طرح نماز ادا کیا کرتے تھے کہ کعبہ اور بیت المقدس دونوں سامنے ہوتے تھے۔ جب آپؐ مدینہ تشریف لائے تو مدت تک بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز ادا کرتے رہے۔ منافقین مسلمانوں سے ملتے تھے اور ان کے ساتھ نماز میں بھی اکثر اوقات شامل ہوتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تو بیشک منافقین چھپے ہوئے نہ تھے لیکن عام مسلمان ان کی خباثت سے واقف نہ تھے۔ یہ عموماً مسلمانوں کی جاسوسی کرتے تھے اور ان کے راز معلوم کر کے قریش کو ان سے آگاہ کرتے رہتے تھے۔

یہودی کہتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے طریق اور مذہب کی مخالفت تو کرتے ہیں مگر باعتبارِ قبلہ ہمارے ہی پیرو ہیں۔ ان کی یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ناگوار گزرتی تھی۔ علاوہ ازیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دلی تمنا تھی کہ ملت ابراہیمی کا قبلہ بھی ابراہیمیؑ ہونا چاہئے۔

ہجرت کا دوسرا سال، رجب کا مہینہ اور دوشنبہ کا دن تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں ظہر کی نماز کی تیسری رکعت کے رکوع میں تھے کہ نزولِ وحی ہوا اور حسب ذیل آیت نازل ہوئی۔

Marfat.com

قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِکَ فِی السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّیَنَّکَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا فَوَلِّ وَجْهَکَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَیْثُ مَا کُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَکُمْ شَطْرَهٗ

(البقرہ)

''بیشک ہم نے دیکھ لیا ہے تیرے چہرے کا پھرنا آسمان کی طرف۔ پس ہم ضرور پھیریں گے تجھ کو اس قبلہ کی طرف جسے تو پسند کرتا ہے۔ پس تو اپنا منہ مسجد حرام کی طرف پھیر لے اور جہاں کہیں تم ہو، اپنے منہ اسی کی طرف پھیرو۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کی حالت میں ہی کعبہ کی طرف رخ کرلیا۔ اسی حال میں تمام مقتدیوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی۔

اس آیت کے نزول کے بعد مسلمان بلا تامل بیت الحرام کی طرف رخ کر کے نماز ادا کرنے لگے۔ منافقین اور یہودیوں کو یہ بہت ناگوار ہوا۔ وہ طرح طرح کی باتیں بنانے لگے۔ سب سے زیادہ مشکل منافقین کو درپیش ہوئی۔ بمصداق نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن، بیت الحرام کو قبلہ تسلیم کریں تو ان کے دوست یہود و قریش ناراض ہوتے ہیں، اگر نہ مانیں تو ان کا نفاق کھلتا ہے۔ اس کشمکش نے مسلمانوں پر ان کی حقیقت واضح کر دی۔ بعض ضعیف الاعتقاد مسلمان بھی کہنے لگے کہ ''قبلہ نہیں بدلنا چاہئے تھا، اس کی ضرورت ہی کیا تھی۔''

اس پر مندرجہ ذیل آیت نازل ہوئی جس نے تحویل قبلہ کا مقصد واضح اور اشتباہ دور کر کے ہدایت یافتہ مومنین کا ایمان و یقین مضبوط تر کر دیا۔

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِی کُنْتَ عَلَیْهَا اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ یَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ یَّنْقَلِبُ عَلٰی عَقِبَیْهِ وَاِنْ کَانَتْ لَکَبِیْرَةً اِلَّا عَلَی الَّذِیْنَ هَدَی اللّٰهُ

(البقرہ: 143)

''ہم نے وہ قبلہ (کعبہ) جس پر تو تھا، اس لئے قبلہ بنا دیا تا کہ ہم جان لیں اس کو جو رسول کی پیروی کرتا ہے اس سے جو مڑ جاتا ہے

Marfat.com

پیچھے کی طرف اور بلا شبہ یہ دشوار ہے سوائے ان کے جن کو اللہ نے ہدایت دی۔"

تاریخ اسلام میں تحویل قبلہ کو خاص اہمیت حاصل ہے اس لحاظ سے کہ اس نے مسلمانوں کو یہود و نصاریٰ سے بالکل الگ اور ممتاز کر دیا اور یہ بات ان پر واضح کر دی کہ اسلام ایک مستقل دین ہے۔ یہودیت اور نصرانیت کے ساتھ اس کا کوئی تعلق و واسطہ نہیں۔

قریش سے مسلمانوں کا مدینہ کی آزاد فضا میں رہنا اور دن بدن ترقی کرنا برداشت نہ ہوا۔ انہوں نے سوچا کہ یہ تو ہمارے چنگل سے نکل گئے۔ وہ چونکہ متولی کعبہ تھے، عرب کے تمام قبائل ان کا احترام کرتے تھے لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ پہنچنے پر قریش نے ان تمام قبائل کو جو ان کے زیر اثر تھے، اسلام کے خلاف بھڑکایا اور مدینہ میں عبداللہ بن ابی کو لکھا کہ مسلمانوں کو اپنے شہر سے نکال دو ورنہ ہم تمہارے ساتھ جنگ کریں گے اور تمہیں تباہ کر دیں گے۔

مدینہ میں منافق بہت زیادہ تھے، جو اسلام کے خلاف جاسوسی کرتے تھے۔ ان سے مسلمانوں کو ہر وقت خطرہ تھا۔ حاکم کی روایت میں بیان ہوتا ہے کہ:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ مدینہ آئے۔ انصار نے ان کو پناہ دی، تو تمام قبائل عرب ان سے جنگ کرنے کو تیار ہو گئے۔ صحابہ عموماً راتوں کو ہتھیار لگا کر سوتے تھے۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدت تک راتیں جاگ کر گزارتے رہے۔"

صحیح بخاری میں ہے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "آج کوئی اچھا آدمی پہرہ دیتا۔" چنانچہ اس رات حضرت سعد بن وقاصؓ نے پہرہ دیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آرام فرمایا۔

4ھ میں جب مندرجہ ذیل آیت نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب میرے لئے کسی حفاظتی انتظام یا پہرے کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے خود میری حفاظت کا ذمہ لے لیا ہے۔

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاس

"اور اللہ آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔"

Marfat.com

ماہ صفر 2ھ میں خداوند تعالٰی کی طرف سے مدافعانہ جنگ کی اجازت مل گئی۔
ارشاد ہوا۔

وَقَاتِلُوْا فِی سَبِیْلِ اللّٰهِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ

(البقرہ 24)

''اور خدا کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تمہارے ساتھ لڑائی کرتے ہیں۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حفظ ماتقدم کے خیال سے پچاس پچاس ساٹھ ساٹھ افراد کے دستے مختلف قبائل کی طرف روانہ کئے جن کا مقصد صرف یہ تھا کہ ان قبائل کے حالات دریافت کریں اور اگر ممکن ہو تو ان سے معاہدہ کرلیں۔ ایسی مہم کو جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بذاتِ خود شامل نہیں ہوتے تھے ''سریہ'' کہا جاتا ہے۔ قبیلہ جہینہ نے غیر جانبدار رہنے کا معاہدہ کرلیا۔ بنوضمرہ اور بنو مدلج مسلمانوں کے حلیف بن گئے۔ ان کے ساتھ ضرورت کے وقت ایک دوسرے کی امداد کرنے کا معاہدہ طے ہو گیا۔

ماہ رجب 2ھ میں بارہ آدمیوں کا ایک دستہ عبداللہ بن جحشؓ کی سرکردگی میں وادیٔ نخلہ کی طرف بھیجا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے روانگی کے وقت عبداللہؓ کو ایک خط دیا اور فرمایا، اسے دو روز کے بعد کھولنا۔ انہوں نے حسب ہدایت دو روز کے بعد خط کو کھولا۔ اس میں لکھا تھا کہ ''مقام نخلہ میں قیام کرو اور قریش کے حالات کا پتہ لگاؤ۔'' راستے میں سعد بن ابی وقاصؓ اور عقبہ بن غزوانؓ کا اونٹ گم ہو گیا۔ انہوں نے اس کی تلاش کیلئے اپنے امیر سے اجازت لے لی لہٰذا وہ پیچھے رہ گئے۔ باقی دس اصحاب آگے وادیٔ نخلہ میں چلے گئے۔

عرب میں چار مہینے محرم، رجب، ذیقعد اور ذی الحجہ ماہ ہائے حرام کہلاتے تھے۔ ان میں کسی پر حملہ کرنا، غارت گری، رہزنی وغیرہ جیسے امور ممنوع تھے۔ ماہ رجب کے ختم ہونے میں ابھی ایک دن باقی تھا کہ مکہ کا ایک قافلہ کچھ مالِ تجارت لئے نخلہ میں اترا۔ عبداللہ بن جحشؓ کے دستے کی اس قافلے سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ ان کا ایک شخص عمرو بن حضرمی مارا گیا، دو گرفتار ہوئے اور باقی بھاگ گئے۔ عبداللہ بن جحشؓ نے دونوں قیدی اور سامان سے لدے ہوئے اونٹ لاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پیش کر دیئے۔

Marfat.com

اہل مکہ کو اس واقعہ کی خبر ملی تو وہ بہت برہم ہوئے اور طرح طرح کی باتیں بنانے لگے کہ مسلمان اپنے آپ کو خدا پرست کہتے ہیں لیکن کیا ماہ رجب میں قتل و غارت کرنا خدا پرستی ہے۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ نے بہت پریشان کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن جحش کو کہا۔

''تمہیں قتل و غارت کی تو اجازت نہ تھی۔'' لیکن جب مندرجہ ذیل آیت نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مطمئن ہو گئے۔

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ

(البقرہ)

''آپ سے لوگ ماہ حرام میں قتال کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ آپ کہہ دیں کہ اس میں قتل و قتال بڑا گناہ ہے اور اللہ کی راہ سے روکنا، اور اس پر ایمان نہ لانا اور مسجد حرام سے روکنا اور اس کے بسنے والوں کو اسی سے نکال دینا اللہ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ ہے اور فتنہ قتل سے زیادہ بڑا (گناہ) ہے۔''

اس آیت میں اللہ نے فرمایا ماہِ حرام میں قتال کے بارے میں پوچھنے والوں سے کہہ دیں کہ ماہِ حرام میں قتل و غارت بے شک گناہِ کبیرہ ہے مگر یہ لوگ اپنی کرتوت پر بھی تو غور کریں۔ اہل حرم کو حرم سے نکالنا اور ان کی زیارت خانہ کعبہ میں مانع ہونا کیا ہے۔ وہ اگر گناہ کبیرہ ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک گناہ اکبر ہے اور فتنہ پردازی (جو یہ لوگ کرتے ہیں) قتل سے بدرجہا عظیم گناہ ہے۔

قریش کے چند آدمی مدینہ آئے۔ انہوں نے اپنے قیدیوں کو فدیہ پر رہا کرنے کی استدعا کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

''ہمارے دو آدمی سعد اور عتبہ، ابھی واپس نہیں آئے۔ وہ واپس آ جائیں تو تمہارے قیدی رہا کر دیئے جائیں گے لیکن اگر تم نے ان کو قتل کر دیا تو تمہارے قیدی بھی قتل کر دیئے

Marfat.com

جائیں گے۔"

چند روز کے بعد سعدؓ اور عتبہؓ واپس آ گئے۔ آنحضرت نے قریش کے قیدی فدیہ لئے بغیر رہا کر دیئے اور ان کا سامان بھی واپس کر دیا۔

انہی ایام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم کو اطلاع ملی کہ قریش کا ایک تجارتی قافلہ جس کے ہمراہ ایک مسلح دستہ بھی ہے، ابوسفیان کی سرکردگی میں شام سے آ رہا ہے۔ نیز یہ کہ عبداللہ بن ابی نے انہیں مدینہ آنے کی دعوت دی ہے اور ان کا پورا پورا ساتھ دینے کا یقین دلایا ہے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر ملی تو آپ کو خیال ہوا کہ وہ دشمن ہیں، اگر مدینہ میں داخل ہوئے تو کوئی شرارت ضرور کریں گے۔

اگرچہ ان دنوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی رقیہؓ سخت بیمار تھیں لیکن متذکرہ بالا حالات کے پیش نظر، حضرت رقیہؓ کی حفاظت ونگہداشت کیلئے آپؐ نے حضرت عثمانؓ اور اسامہ بن زیدؓ کو مدینہ میں چھوڑا اور خود تین سو تیرہ جاں نثاروں کو لے کر مدینہ سے نکلے تا کہ ابوسفیان کے قافلے اور اس کے مسلح دستے کو مدینہ آنے سے باز رکھیں۔ منافقین نے نہ جانے ابوسفیان کو کیا اطلاع دی کہ اس نے فوراً ضمضم غفاری کو مکہ بھیج دیا، جس نے کعبہ میں کھڑے ہو کر اور چلا چلا کر پکارا:

"اے قریش! مدد کے لئے دوڑو۔ مسلمانوں نے تمہارے تجارتی قافلے کو گھیرے میں لے لیا ہے۔"

ضمضم کو مکہ کی طرف روانہ کر کے خود ابوسفیان مدینہ کا راستہ چھوڑ کر ایک اور راستے سے قافلے کو لے گیا۔ قریش مدینہ پر حملہ کرنے کی تیاریاں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ میں آنے کے وقت سے ہی کر رہے تھے۔ عمرو بن حضرمی، جو کہ ایک معزز خاندان کا فرد تھا اس کے قتل سے ایک اضافی بہانہ بھی انہیں مل گیا۔ اس پر ان کے تجارتی قافلے کو مسلمانوں کے گھیرے میں لینے کی خبر نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ ابوجہل فوراً نو سو پچاس مسلح اور زرہ پوش جوان لے کر مدینہ پر حملہ کرنے کے ارادے سے نکلا۔ کچھ دور جا کر انہیں معلوم ہو گیا کہ ضمضم کی خبر غلط تھی لہٰذا بعض لوگوں نے جنگ کو ٹالنا چاہا لیکن ابوجہل کے سر پر تو ذلت کی موت منڈلا رہی تھی۔ وہ نہ مانا اور پیش قدمی جاری رکھی۔ بالآخر بدر کے مقام پر پہنچ کر اس نے پڑاؤ

Marfat.com

ڈال دیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ابوجہل کی آمد کی اطلاع ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجلس مشاورت بلائی۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے بعد دیگرے کھڑے ہو کر اپنی اطاعت و جاں نثاری کا یقین دلایا۔ ان کے بعد مقداد بن عمرؓ نے عرض کیا۔

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ جو حکم آپ کو دیں، ہم اس پر عمل کریں گے۔ ہم بنی اسرائیل کی طرح یہ نہیں کہیں گے:

فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّکَ فَقَاتِلاَ اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْن. (مائدہ:٦)

''تم اور تمہارا رب جاؤ تم دونوں لڑو۔ ہم یہاں بیٹھے ہیں۔''

بعد ازاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کی طرف دیکھا۔ حضرت سعد بن معاذؓ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے۔

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر آپ کا اشارہ ہماری طرف ہے تو عرض ہے کہ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا پختہ ارادہ کر رکھا ہے۔ آپ ہماری طرف سے مطمئن رہیں۔ خدا کی قسم اگر آپ حکم دیں تو ہم سمندر میں کود پڑیں۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین و انصار کی تقریروں سے خوش ہو کر آگے روانہ ہوئے۔ سواری کے اونٹ کم تھے۔ ایک ایک اونٹ تین تین افراد کے حصے آیا لہٰذا دو آدمی سوار ہوتے تو تیسرا پیدل چلتا۔ آنحضرت کے ساتھ علی المرتضیٰؓ اور حضرت ابودردؓا تھے۔ جب ان کے سوار ہونے کی نوبت ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی پیدل چلتے۔ سبحان اللہ! لشکر کا ہر سپاہی آپ پر جاں نثار کرنے کو فخر سمجھتا ہے اور دل سے چاہتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہو جائیں، پیدل نہ چلیں مگر یہاں تو عدل و انصاف اور مساوات کا عملی سبق دیا جا رہا تھا۔

لشکرِ اسلام بدر کے دوسرے کنارے ایک بلند جگہ پر اترا جہاں کوئی کنواں یا چشمہ نہ تھا۔ زمین بھی ریتلی تھی۔ رات کے وقت بارش ہوگئی۔ ریت جم گئی۔ وضو اور غسل کے لئے صحابہ نے چھوٹے چھوٹے حوض بنا لئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس بارش کا قرآن حکیم میں ذکر فرمایا ہے۔

وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً لِيُطَهِّرَكُمْ

(الانفال)

Marfat.com

''اتارا تم پر آسمان سے پانی تا کہ تمہیں پاک کرے۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے حضرت سعد بن معاذؓ کے مشورے کے مطابق ایک ٹیلے پر ایک جھونپڑی بنائی گئی تا کہ یہاں بیٹھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوج کو مناسب ہدایات جاری کر سکیں۔ رات کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز ادا کی اور بارگاہ لم یزل میں ان الفاظ کے ساتھ نصرت کیلئے دعا کی۔

''اے خدا! اگر یہ چھوٹی سی جماعت ہلاک ہوگئی تو تیرا نام لینے والا دنیا بھر میں کوئی نہ رہے گا۔''

دوسرے روز بتاریخ 17 رمضان المبارک 2ھ بروز جمعہ دونوں فوجیں آمنے سامنے ہوئیں۔ قریش کی طرف سے سب سے پہلے عتبہ بن ر ، شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ میدان میں نکلے۔ ادھر سے تین انصار ان کے مقابلے کو گئے۔ عتبہ نے ان کا نام ونسب پوچھا اور جب اسے معلوم ہوا کہ وہ مدینہ کے رہنے والے ہیں تو اس نے پکار کر کہا۔ ''محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! یہ لوگ ہمارے جوڑ کے نہیں ہیں۔''

اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں واپس بلا لیا اور حضرت حمزہؓ، حضرت علیؓ اور عبیدہؓ کو ان کی جگہ بھیج دیا۔ حضرت حمزہؓ نے عتبہ اور حضرت علیؓ نے ولید کو جہنم واصل کیا۔ حضرت عبیدہؓ شیبہ کے ہاتھوں زخمی ہو گئے۔ حضرت علیؓ نے بڑھ کر شیبہ کا کام تمام کیا اور حضرت عبیدہؓ کو خیمہ میں لے آئے۔ اس کے بعد عام لڑائی شروع ہوگئی۔)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مٹھی بھر سنگریزے لشکر کفار کی طرف پھینکے۔ کوئی کافر ایسا نہ رہا جس کی آنکھوں میں ان میں سے کچھ پڑا نہ ہو اور خوفزدہ نہ ہو گیا ہو۔

سہیل بن حنیفؓ فرماتے ہیں کہ ہم میں سے اگر کوئی مجاہد کافر پر وار کرتا تو اس تک تلوار پہنچنے سے پہلے ہی اس کا سر تن سے جدا ہو جاتا۔ ابوداؤدؒ مازنی کا بیان ہے کہ ایک مشرک میری زد میں آیا۔ میں نے اس پر وار کیا۔ مگر میری تلوار بھی اس کی گردن تک نہ پہنچی تھی کہ اس کا سر کٹ کر گر گیا۔ میں نے سمجھا کہ کسی اور مجاہد نے اسے قتل کر دیا۔

ابوجہل لشکر قریش کا سردار تھا اور سبھی جانتے تھے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا دشمن ہے اور یہ کہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت تکلیفیں پہنچائی ہیں۔ انصار

کے دونو جوان، عفرا کے بیٹے، معاذؓ اور معوذؓ، ایک صحابی سے ابوجہل کا پتہ نشان دریافت کر کے باز کی طرح اس پر جھپٹے اور آنِ واحد میں اسے گھائل کر دیا۔ وہ گھوڑے سے زمین پر آ رہا۔ ابوجہل کے بیٹے عکرمہ نے پیچھے سے معاذؓ کے بائیں شانے پر تلوار کا وار کیا۔ ان کا بازو کٹ کر لٹک گیا۔ انہوں نے جب دیکھا کہ وہ بازو لڑائی میں رکاوٹ پیدا کرتا ہے۔ تو ہاتھ کو پاؤں کے نیچے دبا کر زور سے جھٹکا دیا۔ بازو الگ ہو گیا۔ پھر اسی حالت میں جنگ کرتے رہے۔

قریش کے تین نامی سردار پہلے ہی مارے گئے تھے۔ اب ابوجہل کے مرنے پر قریش کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ میدان چھوڑ کر بھاگ گئے۔

قریش کے ستر آدمی مارے گئے اور ستر ہی گرفتار ہوئے۔ مسلمانوں کے چھ مہاجر اور آٹھ انصار شہید ہوئے۔ یہ اسلام اور کفر کی سب سے پہلی جنگ تھی جس میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو، جو سامانِ جنگ کے لحاظ سے کمزور اور تعداد میں بہت کم تھے، اپنے سے تین گنا زیادہ فوج پر، جو تیر و کمان، نیزہ و تلوار اور زرہ بکتر وغیرہ سامانِ حرب سے ہر طرح مسلح تھی، نہایت شاندار فتح عطا فرمائی اور ثابت کر دیا کہ فتح و شکست، کثرت و قلتِ لشکر و سامانِ جنگ پر منحصر نہیں، فتح و کامیابی کیلئے نیک مقصد، قوت ایمانی، صبر و استقلال اور یقین محکم کی ضرورت ہے۔

زید بن حارثہؓ فتح کی خوش خبری لے کر مدینہ گئے۔ وہاں پہنچ کر انہیں معلوم ہوا کہ حضرت رقیہؓ کا انتقال ہو چکا ہے بلکہ لوگ ان کی تجہیز و تکفین سے بھی فارغ ہو چکے ہیں۔

میدانِ بدر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین روز قیام فرمایا اور شہدا کو دفن کیا۔ جب وہاں سے چلے تو راستے میں مجاہدین میں باہم باتیں ہونے لگیں۔ ایک کہتا فلاں کو میں نے قتل کیا۔ دوسرا کہتا میں نے فلاں فلاں کو قتل کیا، کوئی کہتا میرے ہاتھ سے فلاں فلاں قتل ہوئے اس پر حسب ذیل آیت نازل ہوئی:

فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى

(الانفال: 17)

''تم نے ان کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے ان کو قتل کیا اور تم نے نہیں پھینکا

تھا جو تم نے پھینکا تھا بلکہ اللہ نے پھینکا تھا۔"

بالفاظِ دیگر یہ ارشاد ہوا کہ فتح کو اپنی قوت و طاقت اور دلیری و بہادری کی طرف منسوب نہ کرو، یہ تو اللہ تعالیٰ کی خاص امداد و تائید تھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ پہنچ کر قیدیوں کے متعلق صحابہ سے مشورہ طلب فرمایا۔ بیشتر صحابہ نے فدیہ لے کر قیدیوں کو رہا کرنے کا مشورہ دیا۔

حضرت عمرؓ نے کہا۔ "میرا مشورہ تو یہ ہے کہ جو قیدی جس مسلمان کا عزیز رشتہ دار ہو، وہ اس کے حوالے کیا جائے اور وہ اس کو قتل کرے تا کہ کفار کو معلوم ہو کہ اسلام کا کفر و شرک کے ساتھ کوئی رشتہ باقی نہیں رہا نیز انہیں اپنے ظلم و ستم کی سزا بھی ملے جو انہوں نے مسلمانوں پر کئے ہیں۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فدیہ پر قیدیوں کو رہا کرنے کا مشورہ منظور فرمایا۔ لہٰذا ان میں سے جو مالدار تھے انہیں فدیہ لے کر چھوڑ دیا۔ جو فدیہ نہیں دے سکتے تھے، ان کو کہا گیا کہ انصار کے بچوں کو پڑھا لکھنا سکھا دو، یہی تمہارا فدیہ ہے۔ لیکن جو جانتے بھی کچھ نہ تھے، انہیں فدیہ لئے بغیر ہی رہا کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد حسب ذیل آیات نازل ہوئیں جن میں قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑ دینے کی طرف اشارہ ہے۔

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَكُوْنَ لَهٗ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِى الْاَرْضِ ؕ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ لَوْ لَا كِتٰبٌ مِنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَا اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝

(الانفال)

"نبی کیلئے مناسب نہیں کہ ہوں اس کے پاس قیدی حتیٰ کہ خون بہایا جائے زمین میں۔ تم چاہو دنیا کا سامان اور اللہ چاہتا ہے (تمہارے لئے) آخرت اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔ اگر نہ ہوتی اللہ سے لکھی ہوئی ایک بات پہلے سے تو ضرور تمہیں بڑا عذاب پہنچتا بوجہ اس کے جو لیا تم نے۔"

Marfat.com

صحیح مسلم میں ہے کہ جب یہ عتاب آمیز آیات نازل ہوئیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رو پڑے۔ حضرت عمرؓ نے رونے کا سبب دریافت کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''تمہارے ساتھیوں کے فدیہ لینے پر خدا کی طرف سے جو پیش کیا گیا، اس نے مجھے رلا دیا۔''

میثاقِ مدینہ کے مطابق یہودی قبائل کو جنگ بدر میں مسلمانوں کا ساتھ دینا چاہئے تھا لیکن یہی نہیں کہ انہوں نے ساتھ نہ دیا بلکہ الٹا مسلمانوں کے خلاف قریش مکہ سے مل کر سازشیں کرتے رہے۔ ایک روز ایک نقاب پوش مسلمان خاتون بنی قینقاع کے بازار میں کچھ سامان بیچنے گئی۔ سامان فروخت کر کے وہ ایک سنار کی دکان پر بیٹھ گئی۔ اس میں چند یہودی بیٹھے تھے۔ انہوں نے چاہا کہ وہ اپنے چہرے سے نقاب اٹھائے مگر اس نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ سنار نے اس کے کپڑے کا ایک سرا اس کی پچھلی جانب باندھ دیا۔ جب وہ وہاں سے اٹھی تو اس کا نقاب کھل گیا۔ وہ سب ہنس پڑے۔ وہ خاتون چیخ و پکار کرنے لگی۔ ایک مسلمان کو اس یہودی کی یہ حرکت معلوم ہوئی تو اس سے برداشت نہ ہوا لہٰذا اس نے بڑھ کر اس کو قتل کر دیا۔ یہودیوں نے ہجوم کر کے اس مسلمان کو شہید کر دیا۔

اس واقعہ کی خبر جب مسلمانوں کو ہوئی تو وہ جوش میں آ گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قبیلے سے اس واقعہ کے متعلق تصفیہ کی بات چیت کرنی چاہی مگر وہ تصفیہ کی بات کرنے کی بجائے الٹا لڑائی کیلئے تیار ہو گئے اور کہنے لگے۔

''ہم قریش نہیں۔ ہم سے واسطہ پڑا تو ہم دکھا دیں گے کہ جنگ کس کو کہتے ہیں۔''

اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے محاصرے کا حکم دے دیا چنانچہ ان کا محاصرہ کر لیا گیا۔ بنی قینقاع قلعہ بند ہو کر لڑنے لگے۔ پندرہ روز کے بعد ان کے حواس درست ہوئے مگر اب وقت گزر چکا تھا۔ تاہم انہوں نے کہلا بھیجا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے متعلق جو فیصلہ دیں ہمیں منظور ہو گا۔ عبداللہ بن ابی بنی قینقاع کا حلیف تھا۔ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مشورہ دیا کہ، ان کو مدینہ سے نکال دیا جائے، ان کیلئے یہی سزا کافی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات مان لی لہٰذا بنی قینقاع اپنی زمینیں اور جائداد وغیرہ چھوڑ کر شام کی طرف چلے گئے۔

Marfat.com

مدینہ بنی قینقاع کی طرف سے مامون ہو گیا لیکن اصل خطرہ ابھی باقی تھا۔ حضرمی کی موت نے قریش کو جنگ بدر میں دھکیلا اور جنگ بدر کی شکست کی وجہ سے مکہ کا ہر شخص مقتولین بدر کا انتقام لینے کیلئے بیقرار ہو گیا۔ عرب میں اگر کوئی قتل ہو جاتا تو مقتولین اور قاتل کے قبیلوں اور ان کے حلیفوں کے درمیان جنگ چھڑ جاتی، خون کی ندیاں بہ جاتیں، قاتل اور اس کے قبیلے کا نام لکھ کر وراثت کے طور پر خاندان میں محفوظ رکھا جاتا، بچوں کو ان کے نام یاد کرائے جاتے تاکہ وہ بڑے ہو کر خون کا بدلہ لیں۔ بدر کی شکست نے جو آج کفارِ مکہ کے دلوں میں بھڑ کائی تھی، اس کی لپٹوں کو کسی نہ کسی روز دوبارہ سر اٹھانا ہی تھا۔ دست قدرت نے جلد ہی اس کے اسباب پیدا کرنا شروع کر دیئے۔

کعب بن اشرف ایک یہودی شاعر مسلمانوں کا سخت دشمن تھا۔ جنگ بدر میں قریش کے جو سردار مارے گئے تھے، اس نے ان کے مرثیے لکھے جو قریش کو سنائے اور انہیں انتقام کی ترغیب دلائی۔ ابوسفیان نے اس کے ہمراہ کعبہ میں جا کر مقتولین بدر کا انتقام لینے کا عہد کیا۔ اس نے قسم کھائی کہ جب تک جنگ بدر میں مرنے والوں کا انتقام نہ لوں گا، غسل نہ کروں گا اور نہ سر میں تیل ڈالوں گا۔ لہٰذا وہ دو سو شتر سوار لے کر چپکے سے مدینہ کی طرف روانہ ہوا اور عریض کے مقام پر جہاں سے مدینہ تین میل کے فاصلے پر ہے، حملہ آور ہوا۔ اس نے سعد بن عمروؓ کو شہید کر دیا، چند مکانات اور گھاس کے انبار جلا دیئے گویا اس طرح اس نے اپنی قسم پوری کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو آپ نے خروج کیا۔ ابوسفیان اور اس کے ساتھی خوف زدہ ہو کر بھاگے۔ ان کے پاس کھانے کیلئے صرف ستو تھے، بوجھ ہلکا کرنے کی غرض سے ستوؤں کے بورے پھینکتے گئے جو مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ عربی میں ستوؤں کو سویق کہتے ہیں لہٰذا اس مہم کا نام غزوۂ سویق پڑ گیا۔

کعب بن اشرف نے مدینہ آ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو میں اشعار کہے۔ اس کے علاوہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک دعوت میں مدعو کر کے دھوکے سے شہید کر دینے کی سازش کی۔ مسلمان اس کی شرارتوں اور شر انگیزیوں سے تنگ آ گئے۔ ایک روز حضرت محمد بن مسلمہؓ نے جو ایک صحابی تھے، کعب بن اشرف کو کسی بہانے گھر سے باہر بلا کر قتل کر دیا اور اس طرح مسلمانوں کو اس کی سازشوں سے نجات دلائی۔

Marfat.com

اسی سال ماہ رمضان المبارک کے اختتام سے دو روز پہلے صدقہ فطر اور نماز عید کا حکم نازل ہوا۔ مال کی زکوٰۃ پیشتر ازیں فرض ہو چکی تھی۔ ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ جب حاکم حبشہ نے پوچھا کہ تمہارے نبی تم کو کس چیز کا حکم دیتے ہیں تو حضرت جعفر طیارؓ نے کہا ..... انه یامربا لصلوة والذکوٰة.

غزوۂ سویق کی نسبتاً چھوٹی جھڑپ اور کعب بن اشرف کے قتل کے بعد حالات میں جو تغیر آیا، اس کے نکتہ عروج پر پہنچنے میں زیادہ وقت نہیں لگا۔ اسباب تو پہلے ہی پیدا ہونا شروع ہو چکے تھے۔ قریش غزوۂ بدر میں شکست فاش کھا کر مکہ پہنچے تو گھر گھر صفِ ماتم بچھ گئی۔ کئی روز تک ماتم ہوتا رہا۔ عورتوں نے رو رو کر مردوں کو طعنے دیئے، شرم دلائی اور جنگ کے لئے آمادہ کیا۔ کاروان تجارت نے اپنا تمام نفع جنگی اخراجات کیلئے وقف کر دیا۔ ہر شخص نے اپنی حیثیت سے بڑھ کر چندہ دیا۔ کل چندہ ایک ہزار اونٹ اور پچاس ہزار مثقال سونا جمع ہوا۔ بعض یہودی قبائل بھی قریش کے ساتھ مل گئے۔ بتاریخ 3 ماہ شوال 3ھ ابوسفیان تین ہزار کا لشکر لے کر بڑے ساز و سامان کے ساتھ مدینہ پر حملہ کرنے کے ارادے سے نکلا اور جبل احد کے قریب خیمہ زن ہوا۔ قریش بہت سی عورتوں کو بھی اپنے ہمراہ لے آئے تاکہ وہ غیرت دلائیں اور مردوں کو جنگ پر آمادہ کریں۔

جب قریش کی جنگی تیاریوں کی خبر مدینہ پہنچی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمنوں کی تعداد اور ان کی جنگی تیاری کے پیش نظر صحابہؓ سے مشورہ طلب فرمایا۔ بیشتر نوجوانوں نے، جو جنگ بدر میں کسی وجہ سے شریک نہ ہو سکے تھے، میدان میں نکل کر مقابلہ کرنے کا مشورہ دیا۔ عبداللہ بن ابی بھی مجلس مشاورت میں حاضر تھا، وہ کہنے لگا۔

''شہر کے اندر رہ کر دشمن کا مقابلہ کرنا مناسب ہے۔'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر گھر چلے گئے اور تھوڑی دیر بعد زرہ پہن کر باہر تشریف لائے اور فرمایا۔ ''پیغمبر کے لئے مناسب نہیں کہ ہتھیار لگا کر یونہی اتار دے۔'' جمعہ کا دن تھا پہلا نماز جمعہ ادا کر کے ایک ہزار مسلمانوں کو ساتھ لے کر کفار کے مقابلہ کیلئے مدینہ سے روانہ ہوئے۔

راستے میں ایک جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ لشکر میں چند چھوٹی عمر کے لڑکے ہیں۔ آپؐ نے انہیں واپس چلے جانے کا حکم دیا۔ رافع بن خدیج کو جب واپسی کیلئے کہا

Marfat.com

گیا تو وہ ایڑیاں اٹھا کر کھڑے ہو گئے تا کہ ان کا قد لمبا نظر آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی یہ ادا پسند آ گئی۔ لہٰذا انہیں شرکت کی اجازت مل گئی۔ جب سمرہؓ کو واپس جانے کیلئے کہا گیا تو وہ کہنے لگے۔

''اگر رافع کو اجازت مل سکتی ہے تو مجھے بھی ملنی چاہئے کیونکہ میں اسے پچھاڑ لیتا ہوں۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی کشتی کرائی۔ سمرہؓ نے اپنے دعویٰ کے مطابق رافع کو پچھاڑ لیا لہٰذا انہیں بھی جنگ میں شرکت کرنے کی اجازت مل گئی۔

منافقین اس نازک موقع پر بھی اپنی ریشہ دوانیوں سے باز نہ آئے۔ لشکر اسلام جب مقام شوط پر پہنچا تو اچانک عبداللہ بن ابی اپنے زیر اثر تین سو ساتھیوں کو لے کر واپس جانے لگا۔ عبداللہ بن عمروؓ نے اسے واپس ہونے سے منع کیا مگر وہ نہ مانا، کہنے لگا۔ ''جب تم لوگ ہماری رائے پر عمل نہیں کرتے تو ہم تمہارے ساتھ موت کے منہ میں کیوں جائیں۔''

عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھی ظاہر میں مسلمان تھے لیکن ان کے دلوں میں نفاق تھا جو مناسب موقع پر ظاہر ہو گیا ورنہ عین جنگ کے دوران اگر وہ لوگ اس قسم کی کوئی حرکت کرتے تو نہ جانے اس کا کیا نتیجہ ہوتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بقیہ سات سو جاں نثاروں کو لے کر احد کے مقام پر پہنچے اور جبل احد کو پشت پر رکھ کر صف آرا ہوئے۔ جبل احد میں ایک درہ تھا۔ اس خیال سے کہ دشمن عقب سے حملہ نہ کر دے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پچاس تیر اندازوں کو عبداللہ بن جبیرؓ کی کمان میں اس درے پر متعین فرمایا۔ انہیں تاکید فرمائی کہ خواہ فتح ہو یا شکست تم اس جگہ کو ہرگز نہ چھوڑنا۔

ماہ شوال 3ھ کی سات تاریخ کو دونوں فوجیں آمنے سامنے ہوئیں۔ سب سے پہلے قریش کی فوج کا علم بردار طلحہ میدان میں نکلا۔ ادھر سے حضرت علیؓ اس کے مقابلے کو گئے اور ایک ہی وار میں اس کا کام تمام کر دیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا میدان میں آیا حضرت حمزہؓ نے بڑھ کر اُسے واصل جہنم کیا۔

پھر گھمسان کی جنگ ہونے لگی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دست مبارک میں تلوار لے کر فرمایا:

''کون اس کا حق ادا کرے گا؟'' اس تلوار کو لینے کیلئے بہت سے ہاتھ بڑھے مگر یہ سعادت عرب کے مشہور پہلوان حضرت ابو دجانہؓ کے مقدر میں تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ تلوار ان کو دی۔ وہ تلوار لے کر خیمے کے اندر چلے اور سر پر سرخ رومال باندھ کر بڑی تمکنت کے ساتھ اکڑتے ہوئے میدان میں نکلے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ کر فرمایا:

''چال اللہ کو سخت ناپسند ہے لیکن اس وقت پسندیدہ ہے۔''

حضرت ابو دجانہؓ، حضرت حمزہؓ، حضرت علیؓ اور دیگر مجاہدین نے کفار پر ایسے شدید حملے کئے کہ ان کی صفوں کی صفیں الٹ دیں۔ اُن کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ پسپا ہو کر عورتوں کے خیموں تک پہنچ گئے۔ میدان صاف ہو گیا۔ مسلمان فتح کی خوشی میں مالِ غنیمت اکٹھا کرنے لگے۔ درے پر مقرر کئے ہوئے تیر اندازوں نے جب یہ حال دیکھا تو ان سے رہا نہ گیا۔ اپنی جگہ چھوڑ کر وہ بھی مالِ غنیمت کیلئے دوڑے۔ عبداللہ بن جبیرؓ نے بہتیرا منع کیا مگر وہ نہ رکے اور مالِ غنیمت جمع کرنے والوں میں شامل ہو گئے۔

قریش کے لشکر میں ایک دستے کے سردار خالد بن ولیدؓ تھے (جو کہ بعد میں مسلمان ہو کر اسلام کے بڑے نامور سپہ سالار ہوئے) انہوں نے جب دیکھا کہ درہ خالی ہے تو ادھر سے اچانک حملہ کر دیا۔ قریش کی شکست خوردہ فوج بھی خالد کے حملے کو دیکھ کر دوسری طرف سے مجتمع ہو کر حملہ آور ہو گئی۔ مسلمان دو طرف سے گھر گئے۔ کفار نے احد پر سے پتھراؤ کرنا شروع کر دیا جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک اور پہلوئے اقدس پر شدید چوٹیں آئیں، سامنے کے دو دانت شہید ہو گئے اور اس حال میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک گڑھے میں گر گئے۔

حضرت مصعب بن عمیرؓ جو لشکر اسلام کے علم بردار تھے، جوانمردی سے لڑتے اور مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔ وہ نہایت حسین و جمیل تھے۔ ان کی مشابہت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑتی تھی۔ دشمنوں نے انہیں دیکھ کر شور مچا دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے۔ یہ سن کر مسلمان کے لشکر میں بددلی پیدا ہو گئی اور وہ گھبرا کر بھاگنے لگے۔

حضرت علیؓ اور حضرت طلحہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گڑھے سے نکالا۔ خود کا ایک کنارہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جبڑے میں گڑ گیا تھا۔ ابو عبیدہؓ نے اُسے اپنے دانتوں

Marfat.com

سے پکڑ کر باہر کھینچا جس سے ان کے اپنے دو دانت اکھڑ گئے۔

کفار کا تمام تر زور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تھا۔ انہوں نے زبردست پتھراؤ کیا، بارش کی طرح تیر برسائے اور شدید حملے کئے۔ ان کو کوشش تھی کہ وہ کسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ جائیں لیکن حضرت علیؓ، حضرت سعد بن وقاصؓ، حضرت ابوبکرؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھیرے میں رکھا اور کفار کے حملے روکتے رہے۔ حضرت طلحہؓ دشمن کی تلواروں کے وار اپنے بازوؤں پر روکتے رہے یہاں تک کہ ان کا ایک ہاتھ کٹ کر زمین پر گر پڑا۔ حضرت ابودجانہؓ نے کفار کے بیشتر تیر اپنی پشت پر روکے۔ حضرت انس بن نضرؓ حضرت سعد بن معاذؓ سے کہنے لگے۔ ''مجھے جنت کی خوشبو آ رہی ہے۔'' یہ کہا اور شوق شہادت سے مغلوب ہو کر کفار کی صفوں پر ٹوٹ پڑے۔ بیسیوں کو تلوار کے گھاٹ اتارنے کے بعد وہ خود بھی شہید ہو گئے۔ بعد ازاں جب انہیں دفنایا گیا تو دیکھا کہ ان کے جسم پر تلوار اور نیزے کے اسی سے زیادہ زخم تھے۔

ابوطلحہؓ انصاری مانے ہوئے تیز انداز تھے۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک کھڑے تیر پر تیر برسا رہے تھے۔ اس روز ان کے ہاتھ سے تین کمانیں ٹوٹیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک چمڑے کی ڈھال سے ڈھانپا ہوا تھا۔ جب کبھی آپ ذرا گردن بلند کر کے دشمن کی طرف دیکھتے تو ابوطلحہؓ کہتے۔

''میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ آپ گردن بلند نہ کریں ایسا نہ ہو کہ آپ کے کوئی تیر لگ جائے۔''

حضرت قتادہ بن نعمانؓ ایک انصاری تھے۔ ان کی آنکھ میں دشمن کا ایک تیر لگا جس سے ان کا ڈیلا باہر نکل آیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت اپنے دست مبارک سے ڈیلا واپس اس کی جگہ پر رکھ دیا اور دعا کی۔ ان کی آنکھ فوراً درست ہو گئی۔

حضرت عبداللہ بن جحشؓ کی تلوار ٹوٹ گئی۔ وہ بہت گھبرائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو انہیں بلا کر کھجوروں کی ایک شاخ پکڑا دی اور فرمایا اس کے ساتھ جنگ کرو۔ حضرت عبداللہ بن جحشؓ کا بیان ہے کہ میں نے اسے ہاتھ میں لیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ ایک نہایت عمدہ تلوار ہے۔ (خصائص کبریٰ)

Marfat.com

ام عمارہؓ ایک انصاری خاتون تھیں۔ وہ اس غزوہ میں زخمیوں کو پانی پلا رہی تھیں۔ انہوں نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمن کے نرغے میں دیکھا تو مشکیزہ پھینک کر تلوار پکڑ لی اور کفار پر حملہ کر دیا اور مردانہ وار لڑتی ہوئی زخمی ہو گئیں۔

کفار بارش کی طرف تیر برسا رہے تھے۔ پتھراؤ کر رہے تھے لیکن رحمۃ للعالمین کی زبان پر یہ الفاظ تھے۔

زب اغفر قومی فانھم لا یعلمون

''اے رب! میری قوم کو بخش دے۔ بیشک وہ جانتے نہیں۔''

اسی اثناء میں حضرت کعب بن مالکؓ نے دور سے دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لیا اور بآواز بلند پکارا۔

''رسول اللہ یہ ہیں۔'' حضرت کعبؓ کی آواز سن کر وہ لوگ جو بددل ہو کر بھاگ رہے تھے، ان کی طرف لپکے اور اللہ اکبر کا فلک شگاف نعرہ بلند کیا۔ مایوس ہونے والوں کے حوصلے بڑھ گئے۔ حضرت حنظلہؓ کفار کی صفوں کو چیرتے اور دائیں بائیں مشرکین کو قتل کرتے ہوئے ابوسفیان تک پہنچ گئے۔ انہوں نے اس پر تلوار کا وار کیا، شداد بن اسود نے آگے بڑھ کر اسے روک لیا اور خود وار کر کے حضرت حنظلہؓ کو شہید کر دیا۔

جنگ احد میں حضرت عائشہؓ، ام سلیمؓ اور ام عمارہؓ مشکیزہ پانی سے بھر کر اور کمر پر لاد کر لاتی تھیں اور زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں۔

چند گھنٹے سخت مقابلہ ہوا۔ قریش کی طرف سے طعیمہ بن عدی، ارطات، عثمان اور سباع بن عبدالعزیٰ یکے بعد دیگرے میدان میں نکلے اور مبارز طلب ہوئے۔ حضرت حمزہؓ نے ان چاروں کا کام تمام کر دیا۔ جب لشکر قریش نے اپنے نامور سرداروں کا انجام دیکھا تو ان کے حوصلے پست ہو گئے۔ اب کسی کو میدان میں نکلنے کی جرأت نہ ہوئی۔ حضرت حمزہؓ نے تنہا ان کی صفوں پر حملہ کر دیا۔ جدھر کا رخ کرتے کفار خوفزدہ ہو کر بھاگتے۔

جبیر بن مطعم نے جس کے چچا طعیمہ بن عدی کو حضرت حمزہؓ نے غزوۂ بدر میں قتل کیا تھا، اپنے حبشی غلام وحشی کے ساتھ وعدہ کر رکھا تھا کہ اگر وہ حضرت حمزہؓ کو شہید کر دے تو اسے آزاد کر دیا جائے گا۔ لہٰذا وہ ایک پتھر کی اوٹ میں چھپ کر حضرت حمزہؓ کی تاک میں بیٹھا تھا۔ اتفاق

Marfat.com

سے حضرت حمزہؓ اس پتھر کے قریب سے گزرے۔ وحشی نے ان پر برچھی پھینکی جوان کے پیٹ کے نچلے حصے میں ایسی پیوست ہوئی کہ وہ جانبر نہ ہو سکے۔

ابوسفیان کی بیوی، ہندہ، جس کے باپ عتبہ کو حضرت حمزہؓ نے معرکہ بدر میں مارا تھا، ان کی لاش کے پاس گئی، ان کا پیٹ چاک کیا اور کلیجہ نکال کر چبایا، جب وہ گلے سے نہ اترا تو اگل دیا۔ اسی وجہ سے کتب تاریخ میں ہند کا لقب جگر خوار لکھا جاتا ہے۔

حضرت حمزہؓ کو راہِ خدا میں ٹکڑے ٹکڑے ہونے کی سعادت نصیب ہوئی لیکن وہ یہ اعزاز پانے والے اکیلے مجاہد نہ تھے۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے مروی ہے کہ عبداللہ بن جحشؓ نے غزوۂ احد سے پہلے مجھے کہا۔ ''آؤ ہم اپنی اپنی آرزو کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں دعا کریں۔'' ہم دونوں ایک طرف چلے گئے۔ میں نے دعا کی۔

''الٰہی! کل جب دشمن کا سامنا ہو تو میرا مقابل حملہ کرنے اور مدافعت میں چالاک اور ہوشیار ہو۔ ہم دونوں باہم لڑیں۔ میرا لڑنا تیرے لئے ہو۔ پھر مجھے اس پر فتح حاصل ہو۔ میں اسے قتل کر دوں اور اس کا سامان لے لوں۔'' اس پر عبداللہ نے کہا۔ ''آمین۔''

ازاں بعد عبداللہ نے دعا کی۔ ''الٰہی! کل میرا مقابلہ ایسے شخص سے ہو جو مدافعت اور حملہ کرنے میں کامل ہو، ہم دونوں لڑیں۔ میرا لڑنا تیری راہ میں ہو۔ وہ مجھے قتل کر دے اور میری ناک اور کان کاٹ لے۔ جب مجھے تیرے سامنے پیش کیا جائے تو تو پوچھے:

''اے عبداللہ! تیری ناک اور کان کیوں کاٹے گئے؟ تو میں عرض کروں۔ ''تیری اور تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں۔'' پھر تو فرمائے۔ ''ہاں تو نے سچ کہا۔''

سعدؓ کا بیان ہے کہ عبداللہؓ کی دعا میری دعا سے بہتر تھی۔ ان کی دعا قبول ہوئی اور وہ اسی طرح شہید ہوئے۔

مدینہ میں منافقین نے افواہ اڑا دی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے۔ یہ افواہ سن کر حضرت یمانؓ اور حضرت ثابتؓ احد کی طرف بھاگے۔ حضرت ثباتؓ کو راستے میں مشرکین نے شہید کر دیا۔ حضرت یمانؓ کو اس ہنگامے میں مسلمان پہچان نہ سکے اور وہ ان کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔

حضرت صفیہؓ (حضرت حمزہؓ کی بہن) میدان اُحد میں جا پہنچیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم نے چاہا کہ وہ اپنے بھائی کی لاش نہ دیکھیں۔ مگر حضرت صفیہؓ نے کہا:

''میں سب کچھ سن چکی ہوں، یہ کوئی بڑی قربانی نہیں۔'' پھر وہ حضرت حمزہؓ کی لاش کے پاس گئیں۔ جسم کے ٹکڑے بکھرے ہوئے دیکھ کر **اناللہ وانا الیہ راجعون** پڑھا۔ دعائے مغفرت کی اور خاموش ہو رہیں۔

انصار میں سے ایک عورت جس کا باپ، بھائی اور شوہر تینوں اس جنگ میں شریک تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی افواہ سن کر احد کی طرف بھاگی۔ راستے میں اسے اپنے بھائی، باپ اور شوہر کے شہید ہونے کی خبریں ملیں لیکن اس نیک بی بی نے ہر خبر دینے والے سے یہی دریافت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیسے ہیں۔ جب انہوں نے میدان میں پہنچ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی آنکھوں سے بخیر و عافیت دیکھ لیا تو کہنے لگیں۔

''آپ کے ہوتے ہوئے تمام مصیبتیں ہیچ ہیں۔''

غایت آنست کہ ماد سرکار توردیم
مرگ ما باک نہ باشد چو بقائے تو بود

غزوۂ احد میں مسلمانوں کا بہت نقصان ہوا۔ ستر صحابہ شہید ہوئے اور بہت سے زخمی ہوئے تاہم حسب ارشاد باری تعالیٰ **کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی** حق غالب ہوا اور مشرکین میدان چھوڑ کر بھاگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''ان کا تعاقب کرو۔'' دور تک ان کا تعاقب کیا گیا مگر وہ بچ کر نکل گئے۔

حضرت حمزہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے۔ حضرت حمزہؓ نے بھی چند روز بی بی ثوبیہ کا دودھ پیا تھا لہٰذا وہ آپؐ کے رضاعی بھائی بھی تھے۔ عمر میں حضرت حمزہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف ڈیڑھ دو سال بڑے تھے، گویا ہم عمر تھے اور بچپن میں ایک ساتھ کھیلے تھے لہٰذا دوست تھے۔ یہی وجہ تھی کہ ان میں باہم بے حد محبت تھی۔ جنگ ختم ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی لاش کے پاس گئے اور اس کی ناگفتہ بہ حالت دیکھ کر آبدیدہ ہو گئے اور فرمایا۔

''واللہ! مجھ پر تمہارا انتقام لینا واجب ہے۔'' اس کے تھوڑی دیر بعد حضرت جبرئیل اللہ تعالیٰ کی طرف سے انتقام لینے کی ممانعت کا حکم لے کر آ گئے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

نے قسم کا کفارہ ادا کیا اور صبر اختیار کیا۔

جب 9ھ میں اہل طائف کے قاصد آنحضرت کی خدمت میں آئے تو وحشی بھی ان کے ہمراہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھ کر پوچھا۔ ''کیا تو وحشی ہے اور کیا تو نے ہی حمزہؓ کو قتل کیا تھا؟''

اس نے کہا۔ ''مجھ سے ہی ایسا ہوا۔''

اس پر آپؐ نے فرمایا۔ ''تو میرے سامنے نہ آیا کر۔''

یہ اسی محبت کا تقاضا اور انتقام نہ لینے کے حکم کی تعمیل تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جب مسیلمہ کذاب ظاہر ہوا اور مسلمانوں کی اس کے ساتھ جنگ ہوئی تو آخری جنگ میں وحشی نے اسی انداز میں برچھی پھینک کر اس کا کام تمام کیا اور جھوٹی نبوت کے دعویدار کو اس کے اصل انجام تک پہنچایا۔ اس کے بعد مرتے دم تک وحشی کو اس بات کا اطمینان رہا کہ حضرت حمزہؓ کو شہید کر کے جو گناہ ان سے سرزد ہوا ہے، خدا نے مسیلمہ کو موت کے گھاٹ اتارنے کا موقع دے کر اس کی تلافی کرنے کا موقع فراہم کر دیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ پہنچے تو ہر گھر ماتم کدہ بنا ہوا تھا۔ ہر طرف سے رونے پیٹنے کی صدائیں بلند تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت حمزہؓ کے ساتھ بے حد محبت تھی، بے اختیار آپ کی زبان مبارک سے نکلا۔

''حمزہؓ کا رونے والا کوئی نہیں۔'' چند انصار نے یہ الفاظ سن لئے۔ وہ اسی وقت گھروں کو گئے اور اپنی عورتوں کو حضرت حمزہؓ کا ماتم کرنے کیلئے بھیج دیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دروازے پر عورتوں کو حضرت حمزہؓ کا ماتم کرتے، بال نوچتے اور رخساروں پر تھپڑ مارتے دیکھا تو ان کے حق میں دعائے خیر کی، ان کی ہمدردی کا شکریہ ادا کیا اور فرمایا:

''مسلمان کی شان نہیں کہ مردوں پر نوحہ اور ماتم کرے۔'' پھر آپؐ نے ماتم کرنے کی رسم بد کو تاکیداً منع فرما دیا۔

☆☆☆

باب چہارم

۴ھ تا ۶ھ

غزوۂ احد کے بعد قبیلہ عضل و قارہ کے چند افراد نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ ''آپ چند اصحاب کو ہمارے ساتھ بھیج دیں جو ہمیں قرآن پڑھائیں اور دین کے مسائل سمجھائیں۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چھ صحابہؓ کو ان کے ہمراہ روانہ کر دیا۔ جب وہ لوگ رجیع کے مقام پر پہنچے تو انہوں نے قبیلہ ہذیل کو ان صحابہ کے خلاف امداد کے لئے پکارا۔ صحابہؓ یہ دیکھ کر اپنی سواریوں سے اتر پڑے اور انہوں نے ان بدعہد منافقین کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ حضرت عاصم بن ثابتؓ، مرثد غنویؓ اور ابن بکیرؓ شہید ہو گئے۔ باقی تین گرفتار ہو گئے۔ ہذیلی ان قیدیوں کو قریش کے پاس فروخت کرنے کیلئے مکہ لے چلے۔ راستے میں عبداللہ بن طارقؓ نے رسی میں سے اپنا ہاتھ نکال لیا اور تلوار لے کر مقابلے پر کھڑے ہو گئے۔ ہذیلیوں نے پیچھے ہٹ کر ان پر پتھروں کی بارش کر دی یہاں تک کہ وہ شہید ہو گئے۔ حضرت خبیبؓ اور زیدؓ بن دثنہ کو مکے لے جا کر انہوں نے فروخت کر دیا۔

ابن اسحٰق کی روایت ہے کہ ابن دثنہ کو صفوان بن امیہ نے خریدا اور اپنے باپ امیہ بن خلف کے عوض حرم کعبہ سے باہر لے جا کر قتل کر دیا۔ حضرت خبیبؓ کو حجیر تمیمی نے، جس کے باپ حارث کو جنگ احد میں انہوں نے قتل کیا تھا، اس کے بدلے میں قتل کرنے کیلئے خرید اور اشہر حرم کے اختتام پر بڑی بے دردی سے پھانسی پر چڑھا دیا۔ جس وقت حضرت خبیبؓ کو پھانسی دینے لگے، اس وقت ابوسفیان نے (جو ابھی ایمان نہ لایا تھا) کہا:

Marfat.com

''اے خبیبؓ! کیا تمہیں یہ بات پسند نہ ہوگی کہ اس وقت تمہاری جگہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اور تم اپنے اہل وعیال میں آرام سے بیٹھو۔''

انہوں نے کہا۔ ''او بد بخت! مجھے تو یہ بھی گوارا نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پائے مبارک میں معمولی سا کانٹا چبھے جس کے بدلے میں میری جان بچے۔''

جس وقت کفار نے حضرت خبیبؓ کو پھانسی دی اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں بیٹھے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت خبیبؓ نظر آئے۔ انہوں نے سلام عرض کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب دیا اور ان کیلئے دعا کی۔ وہ رو بہ قبلہ ہوئے اور خالق حقیقی سے جا ملے۔

حارث بن ہشام سے مروی ہے کہ ماہ صفر ۴ھ میں ابوالبراء نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر استدعا کی آپ چند اصحاب کو نجد میں بھیج دیں تا کہ وہ اس علاقے کے لوگوں کو اسلام کی طرف بلائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلمؐ نے فرمایا:

''مجھے اہل نجد سے اپنے آدمیوں کیلئے ڈر لگتا ہے۔''

ابوابراء نے کہا۔ ''آپ مطمئن رہیں ہیں ہر حال میں ان کے ساتھ رہوں گا۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر آدمی جن میں بیشتر حافظ قرآن تھے، منزر بن عمروؓ کی قیادت میں اس کے ساتھ روانہ کر دیئے۔ بیئر معونہ کے مقام پر پہنچ کر حرام بن ملحانؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ مبارک لے کر رئیس قبیلہ عامر بن طفیل کے پاس گئے۔ اس نے ان کو شہید کرا دیا اور پھر بنو سلیم کو ساتھ لے کر نکلا اور مسلمانوں کو گھیرے میں لے لیا۔ صحابہؓ جنگ کیلئے تیار نہ تھے، تاہم انہوں نے ان کا مقابلہ کیا اور کعب بن زیدؓ کے سوا سب شہید ہو گئے۔ وہ سخت زخمی حالت میں بے حس وحرکت زمین پر پڑے تھے۔ دشمنوں نے انہیں مردہ سمجھا لہٰذا وہ بچ گئے اور زندہ رہے حتی کہ غزوۂ احزاب میں شہید ہوئے۔

دو انصاری، عمرو بن امیہؓ اور منذرؓ بن محمد کسی وجہ سے ان ستر صحابہؓ میں سے پیچھے رہ گئے تھے۔ وہ جب وہاں پہنچے تو ان ظالموں نے حضرت منذرؓ کو شہید کر دیا اور عمرو بن امیہؓ کو گرفتار کر لیا۔ اتفاق سے عامر بن طفیل کی ماں کے ذمے ایک غلام آزاد کرنا تھا۔ لہٰذا اس نے ان کی پیشانی کے بال کاٹ کر انہیں چھوڑ دیا۔ گویا اس طرح اس نے اپنی ماں کی طرف سے ایک غلام

آزاد کر دیا۔ عمرو بن امیہؓ وہاں سے چلے۔ راستے میں انہیں بنی کلاب کے دو آدمی ملے۔ عمرو نے انہیں دشمن کے آدمی خیال کیا لہٰذا موقعہ پا کر دونوں کو قتل کر دیا۔ مدینہ پہنچ کر اپنے تمام ساتھیوں کی شہادت کا واقعہ سنایا اور یہ بھی بتایا کہ راستے میں فلاں فلاں دو آدمیوں کو میں نے قتل کر دیا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بیئر معونہ کا واقعہ سن کر سخت صدمہ ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل ایک ماہ فجر کی نماز میں بعد از رکوع دعائے قنوت پڑھتے اور اس طرح اپنے غم کا اظہار کرتے رہے۔

بنی کلاب کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معاہدہ تھا لہٰذا آپؐ نے فرمایا۔ ''ان کے مقتولین کا خون بہا دینا پڑے گا۔''

بنو کلاب بنونضیر کے حلیف تھے لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنی نضیر کے محلے میں گئے اور بنی کلاب کے مقتولین کے خون بہا کے حصے کا مطالبہ کیا۔ انہوں نے بظاہر مان لیا لیکن در پردہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف سازش کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک دیوار کے سائے میں بیٹھے تھے۔ بنونضیر نے ایک آدمی کو چھت پر چڑھایا تا کہ وہ اوپر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک بڑا پتھر پھینک دے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخبر حقیقی نے ان کی سازش سے آگاہ کر دیا لہٰذا آپ اس جگہ سے ہٹ گئے اور واپس آ گئے۔

اس واقعہ سے چند روز پہلے قبیلہ بنونضیر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کہلا بھیجا کہ ہم چاہتے ہیں کہ تیس احبار (علماء یہود) اس میدان میں جو آپ کی اور ہماری آبادی کے درمیان ہے، آ جائیں۔ آپ بھی تیس صحابہ کے ہمراہ وہاں تشریف لے آئیں اور وہاں بیٹھ کر باہم دلہ خیالات کریں۔ اگر ہمارے نمائندے مطمئن ہو گئے تو ہم سب اسلام قبول کر لیں گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تجویز منظور فرمائی لیکن بعد میں انہوں نے پیغام بھجوایا کہ کہ تیس تیس آدمی زیادہ ہیں، صرف تین تین آدمی آئیں اور باہم مذاکرہ کریں۔ اس تجویز کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس میدان کی طرف تشریف لے جا رہے تھے کہ بنو نضیر کی ایک یہودی عورت نے اپنے بھائی کے ہاتھ کہلا بھیجا کہ ''بنونضیر کی مذکورہ پیش کش کی تہ

Marfat.com

میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کرنے کی سازش ہے۔ جو تین یہودی گفتگو کیلئے آئیں گے انہوں نے اپنے لباس کے نیچے خنجر چھپائے ہوئے ہوں گے۔'' لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم راستے سے ہی واپس ہو گئے۔

یہ سازش قابل مواخذہ تھی مگر رحمۃ للعالمین نے درگذر فرمایا لیکن جب انہوں نے دیوار پر سے پتھر گرانے کی سازش کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے محاصرہ کا حکم دے دیا۔

مذکورہ سازش اور میثاقِ مدینہ کی خلاف ورزی کے پیش نظر بنونضیر کا محاصرہ کر لیا گیا۔ ان کو اپنے مضبوط قلعوں پر بڑا ناز تھا۔

سورۃ الحشر میں ارشاد ہے:

وَظَنُّوٓا اَنَّهُم مَّانِعَتُهُم حُصُونُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ

''اور ان لوگوں کو گمان تھا کہ ان کے قلعے ان کو اللہ سے بچالیں گے۔''

لیکن دو ہفتے کی جنگ نے ان کا غرور توڑ دیا۔ انہوں نے کہلا بھیجا کہ ہم مدینہ سے نکل جائیں گے اگر ہمیں اس بات کی اجازت ہو کہ ہم جس قدر مال و اسباب لے جا سکیں، لے جائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اجازت دے دی پس وہ قلعوں اور گھروں کو چھوڑ کر اس طرح گاتے بجاتے اور ناچتے ہوئے نکلے گویا وہ ایک جشن تھا۔ حی بن اخطب وغیرہ ان کے سردار خیبر کے مقام پر جا کر آباد ہو گئے۔

مریسیع ایک چشمے کا نام ہے جو مدینہ منورہ سے تقریباً نوے میل کے فاصلے پر ہے۔ وہاں ایک خاندان بنومصطلق آباد تھا جس کے سردار کا نام حارث بن ابی ضرار تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ حارث بن ابی ضرار مدینہ پر حملہ کرنے کی تیاریاں کر رہا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حصیبؓ کو اس خبر کی تصدیق کیلئے روانہ فرمایا۔ انہوں نے واپس آ کر بتایا کہ خبر درست ہے لہٰذا ان کے انسداد کے لئے اسلامی فوج 20 شعبان 5ھ کو مدینہ سے روانہ ہوئی۔ مریسیع میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ سے روانگی کی خبر پہنچی تو حارث کی فوج منتشر ہو گئی۔ یہ دیکھ کر خود حارث بھی فرار ہو گیا۔ کچھ لوگوں نے جو وہاں مقیم تھے مقابلہ کیا لیکن جلد ہی مغلوب ہو کر بھاگے۔ ان کے دس آدمی قتل ہوئے اور تقریباً چھ سو گرفتار ہوئے۔

Marfat.com

یہ ایک نہایت معمولی جنگ تھی لیکن اس کے دوران دو ایسے واقعات رونما ہوئے جن کی وجہ سے اسے تاریخ اسلام میں خصوصی اہمیت دی جاتی ہے۔

پہلا واقعہ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کے حوالے سے ہے وقوع پذیر ہوا۔ اسلامی فوج ابھی چشمہ مریسیع پر ہی تھی کہ چشمے سے پانی لینے پر جہجاہ (حضرت عمرؓ کے اجیر) اور سنان نامی ایک انصاری کے درمیان جھگڑا ہو گیا۔ جہجاہ نے اس کے ایک تھپڑ رسید کر دیا۔ سنان نے انصار کو مدد کیلئے پکارا۔ جہجاہ نے مہاجرین کو آواز دی۔ دونوں طرف سے کافی لوگ جمع ہو گئے قریب تھا کہ تلواریں میانوں سے نکل آئیں کہ چند با اثر افراد نے بروقت مداخلت کر کے معاملہ رفع دفع کرا دیا۔ منافقین نے اس واقعہ سے فائدہ اٹھانا چاہا۔ رئیس منافقین عبداللہ بن ابی نے اپنی قوم کو مخاطب کر کے کہا۔

''اگر تم ان کو (مہاجرین کو) شہر میں جگہ نہ دیتے تو آج یہ تمہارا مقابلہ نہ کرتے۔ خدا کی قسم اب ہم مدینہ پہنچے تو طاقت ور اور عزت والا کمزور اور ذلیل کو شہر سے نکال دے گا۔''

اس بد باطن کا مطلب تھا کہ میں طاقت ور اور عزت والا ہوں لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے رفقاء کو شہر سے نکال دوں گا۔ ایک نو عمر لڑکا زید بن ارقم اس وقت وہاں موجود تھا۔ اس نے یہ بات سن لی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر بیان کر دی۔ عبداللہ بن ابی کو پتہ چلا تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا۔

وَاللّٰہِ مَاقُلْتُ مَاقَالَ وَمَا تَکَلَّمْتُ بِہٖ

''یعنی خدا کی قسم میں نے وہ بات نہیں کہی جو اس نے (زید نے) بیان کی ہے اور نہ میں نے اس سے کوئی بات کی۔''

انصار نے جو اس وقت وہاں موجود تھے کہا۔ ''ممکن ہے زید بن ارقم کو دھوکا ہوا ہو یا جو بات اس نے کہی ہو اسے یاد نہ رہی ہو۔''

زید بن ارقمؓ بہت پریشان ہوئے، وہ خدا کی بارگاہ میں دست بدعا ہوئے کہ الٰہی! تو جانتا ہے جو ہم چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں پس تو ہی اس معاملے میں سچے اور جھوٹے کا فیصلہ کر۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی پکار سن لی۔ چنانچہ حسب ذیل آیات نازل ہوئیں۔

یَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَا اِلَی الْمَدِیْنَۃِ لَنُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْھَا الْاَذَلَّ ط

Marfat.com

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ○

"کہتے ہیں کہ اگر ہم لوٹ گئے مدینہ کو تو بے شک بہت عزت والا نکال دے گا اس میں سے بڑے ذلیل کو اور عزت اللہ کیلئے اس کے رسول کیلئے اور مومنین کے لئے ہے لیکن منافقین نہیں جانتے۔"

جب عبداللہ بن ابی کی منافقت اور شرارت کے بارے میں صریح آیت نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زیدؓ بن ارقم کا کان پکڑ کر فرمایا۔ "اس کان کی اللہ تعالیٰ نے تصدیق فرمادی۔"

اتفاق کی بات ہے کہ عبداللہ بن ابی جس قدر بڑا منافق اور دشمن اسلام تھا، اس کے فرزند جن کا نام عبداللہ ہی تھا، اسی قدر زیادہ اسلام کے شیدائی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثار تھے۔ ان کو جب آیت مذکورہ سے ثابت ہو گیا کہ ان کے والد نے واقعی یہی بات کہی تھی تو وہ مدینہ کی طرف جاتے ہوئے اپنے باپ کے راستے میں کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے۔

"سب سے زیادہ عزت والے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور سب سے زیادہ ذلیل تم ہو۔ لہٰذا میں تمہیں ہرگز آگے نہیں جانے دوں گا۔"

اسی اثناء میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری وہاں پہنچ گئی۔ جب آپؐ نے دیکھا کہ بیٹا اپنے باپ کو شہر میں داخل نہیں ہونے دیتا تو آپ نے فرمایا۔

"عبداللہ! اپنے باپ کو شہر میں جانے دو۔"

فرمانِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سن کر وہ فوراً ایک طرف ہو گئے اور باپ کو مخاطب کر کے کہا۔ "سب سے زیادہ عزت والی ہستی کی اجازت سے تم شہر میں جا سکتے ہو۔"

دوسرا واقعہ اس وقت پیش آیا جب اسلامی فوج غزوۂ مریسیع سے واپس لوٹ رہی تھی۔ تاریخ اسلام میں اس واقعے کو "افک" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ افک کے معنی ہیں بہتان، غزوۂ مریسیع سے واپسی سے ایک جگہ حضرت عائشہؓ جو اس سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھیں، رفع حاجت کے لئے باہر گئیں۔ جب واپس آئیں تو انہیں معلوم ہوا کہ ان کا ہار کہیں راستے میں گر گیا ہے۔ اسے ڈھونڈنے کیلئے واپس گئیں۔ اس کی تلاش میں انہیں کسی قدر

Marfat.com

دیر ہوگئی۔ واپس آئیں تو قافلہ وہاں سے جا چکا تھا۔ ہووج اٹھانے والوں نے خیال کیا کہ ام المومنین ہووج کے اندر ہی ہیں کیونکہ وہ کم عمر اور دبلی پتلی تھیں لہٰذا انہوں نے حسب معمول ہووج اٹھایا اور اسے اونٹ پر رکھ کر روانہ ہو گئے۔

حضرت صفوانؓ ساقۃ العسا کر پر متعین تھے۔ ان کی ڈیوٹی تھی کہ فوجوں کی روانگی کے بعد چلیں تا کہ اگر کوئی گری پڑی چیز دیکھیں تو لیتے آئیں۔ انہوں نے حضرت عائشہ کو دیکھا تو انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا اور کہا اوہ! یہ تو ام المومنین ہیں پھر انہوں نے اونٹ قریب کر دیا اور خود پیچھے ہٹ کر انہیں اس پر سوار ہونے کو کہا۔ وہ سوار ہو گئیں۔ حضرت صفوانؓ اونٹ کی مہار پکڑے ہوئے لشکر سے جا ملے۔

جب منافقین کو معلوم ہوا کہ حضرت عائشہؓ پیچھے رہ گئی تھیں تو انہوں نے ان پر بہتان تراشی شروع کر دی۔ حضرت عائشہؓ مدینہ پہنچ کر بیمار ہو گئیں۔ ان کا بیان کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف لاتے تو سلام کے بعد صرف اتنا پوچھتے کہ تمہاری طبیعت کیسی ہے۔ میں حیران تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مجھ پر پہلے سا لطف و کرم نہیں، بات کیا ہے۔ تاہم مجھے استفسار کی جرأت نہ ہوئی۔

میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر اپنے میکے چلی گئی۔ ایک رات رفع حاجت کیلئے باہر گئی۔ ام مسطح میرے ہمراہ تھیں۔ راستے میں انہیں ٹھوکر لگی تو کہنے لگیں۔ ''مسطح ہلاک ہو۔''

میں نے کہا۔ ''آپ ایسے شخص کو برا کہہ رہی ہیں جو غزوۂ بدر میں شریک تھا۔''

وہ بولیں۔ ''بھولی بیٹی! تمہیں پتہ نہیں کہ وہ تمہارے متعلق کیا کہتا ہے۔'' پھر انہوں نے میرے متعلق بہتان تراشی کا قصہ بیان کیا جسے سن کر مجھ پر گویا غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ گھر پہنچی تو میرے آنسو نہ تھمتے تھے۔ میں دو راتیں اور ایک دن متواتر روتی رہی۔ یہ حالت ہو گئی کہ میں نے سمجھا کہ اب میرا جگر پھٹ جائے گا۔

ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میری خبر لینے کیلئے تشریف لائے۔ اس وقت ایک انصاری عورت اور میرے والدین بھی بیٹھے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''اے عائشہ! لوگوں کی چہ میگوئیاں تمہیں معلوم

Marfat.com

ہو چکی ہیں پس اللہ سے ڈرو۔ اگر تم اس برائی میں پڑی ہو تو توبہ کرو۔ اللہ تعالیٰ تواب و رحیم ہے۔ وہ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے۔"

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ الفاظ سن کر زار و قطار رونے لگی۔ مجھے خیال تھا کہ میرے والدین کچھ جواب دیں گے مگر وہ چپ رہے۔ میں نے اُن سے کہا۔

"آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب کیوں نہیں دیتے؟"

وہ کہنے لگے۔ "خدا کی قسم ہماری سمجھ میں کچھ نہیں آتا، ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب کیا دیں۔" جب میں نے دیکھا کہ وہ خاموش ہیں۔ کچھ نہیں بولتے تو میں نے روتے ہوئے عرض کیا:

فَلَئِنْ قُلْتُ لَكُمْ اِنِّي بَرِيْئَة" لَا تُصَدِّقُوْنِيْ وَلَئِنْ اعْتَرَفْتُ لَكُمْ بِاَمْرٍ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنِّيْ مِنْهُ بَرِيْئَة" لَتُصَدِّقُنِيْ فَوَاللّٰهِ لَا اَجِدُلِيْ وَ لَكُمْ مَثَلاً اِلَّا اَبَا يُوْسُفَ حِيْنَ قَالَ فَصَبْر" جَمِيْل" وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۹۶)

"پس اگر میں آپ سے کہوں کہ میں بے گناہ ہوں تو آپ نہ مانیں گے اور اگر میں اس کا اقرار کروں اور اللہ جانتا ہے کہ میں پاک ہوں اس سے پس اللہ کی قسم میرے اور آپ کے لئے حضرت یوسف کے باپ کی مثال ہے جب کہ انہوں نے کہا میرے لئے صبر جمیل ہے اور اللہ مددگار ہے (میرا) اس پر جو تم بیان کرتے ہو۔"

عائشہ صدیقہؓ کہتی ہیں کہ میں اس قدر پریشان خاطر تھی کہ کوشش کے باوجود مجھے اس وقت حضرت یعقوبؑ کا نام یاد نہ آیا۔ میں زار و قطار رو رہی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہیں تشریف رکھتے تھے کہ وحی کا نزول ہوا۔ تب آپؐ نے مسکراتے ہوئے فرمایا۔

"عائشہ! خوشخبری سن لو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہاری بریت نازل فرما دی۔

لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا

Marfat.com

وَّ قَالُوْا هٰذا اِفک" مُبِیْن

(النور)

''جب تم نے ایسا سنا تھا تو کیوں نہ مومن مردوں اور عورتوں نے اپنے لوگوں پر نیک گمان کیا اور کہا کہ یہ صریح بہتان (جھوٹ) ہے۔''

حضرت صدیقہؓ کا بیان ہے کہ مجھے یہ امید تھی کہ خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر میری بریت ظاہر کر دی جائے گی مگر ایسی عزت افزائی کا گمان تک نہ تھا کہ نزولِ وحی ہو گا اور میری بریت وصفائی میں آیات نازل ہوں گی جو تا قیامت تلاوت کی جاتی رہیں گی۔

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسطح ابن اثاثہ، حسان بن ثابت اور حمنہ بنت جحش کو حد تہمت کی سزا کا حکم دیا۔ ان تینوں نے اس بہتان کی اشاعت میں بہت حصہ لیا تھا۔

غزوۂ بدر اور غزوۂ احد کے تیسری بڑی جنگ جو فتح مکہ سے پہلے مسلمانانِ مدینہ اور کفارِ مکہ کے درمیان لڑی گئی، وہ غزوۂ احزاب یا غزوۂ خندق ہے۔ احزاب جمع ہے حزب کی، جس کے معنی گروہ کے ہیں۔ چونکہ عرب کے کم وبیش تمام قبائل، کیا عرب اور کیا یہودی اس جنگ میں شریک تھے، لہٰذا اسے غزوۂ احزاب کہتے ہیں اور اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غزوہ میں کفار کا مقابلہ کرنے کیلئے ایک خندق کھدوائی تھی، اسے غزوۂ خندق بھی کہتے ہیں۔

یہودی قبیلہ بنونضیر مدینہ سے جلا وطن ہوا تو خیبر میں آباد ہو گیا۔ اسے اپنی جلا وطنی کھٹکتی تھی۔ اس کے سرداروں نے قریش کے پاس جا کر مدینہ پر حملہ کرنے کے عہد و پیمان کئے۔ تمام عرب میں دورہ کیا اور مختلف قبائل کو یہ بتا کر کہ قریش مکہ ہمارا ساتھ دینے کا وعدہ کر چکے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ کی دعوت دی۔ اس طرح انہوں نے بہت سے قبائل کو اپنے ساتھ ملا لیا اور بزعم خود اللہ کے نور کو بجھانے کے خیال سے دس ہزار کا لشکر تیار کر کے ابوسفیان کی قیادت میں مدینہ کی جانب روانہ ہوئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہود اور قریش کی جنگی تیاریوں کی خبر سنی تو صحابہ سے مشورہ کیا۔ حضرت سلمان فارسیؓ جو اصفہان کے قریب ایک گاؤں کے رہنے والے تھے، ایران کے طریقہ ہائے جنگ سے بخوبی واقف تھے۔ انہوں نے مشورہ دیا کہ کسی محفوظ مقام کے گرد گہری خندق کھودی جائے اور اس کے اندر رہ کر دشمن کا مقابلہ کیا جائے۔ انہوں نے

Marfat.com

جب اس طریق جنگ کی وضاحت کی تو تمام حاضرین نے اسے پسند کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کھودنے کی تیاری کا حکم دے دیا۔

شہر سے باہر سلع نامی پہاڑی کے آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود خندق کی حدود کا تعین فرمایا اور ہر دس آدمیوں کیلئے دس گز لمبی اور چوڑی اور پانچ گز گہری خندق کھودنے کا کام مقرر کر دیا۔ رحمۃ للعالمین کی نگرانی میں، جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنفسِ نفیس مزدوروں کی طرح کام کرتے تھے، تین ہزار صحابہ کی دن رات کی محنت و کوشش سے بیس روز میں مطلوبہ خندق تیار ہوگئی۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ کا بیان ہے کہ خندق کھودنے کے دوران ایک جگہ نہایت سخت زمین آگئی جس کا کھودنا دشوار ہوگیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے آگاہ کیا گیا۔ آپؐ نے ایک برتن میں پانی طلب فرمایا، اس میں لعاب دہن مبارک ڈال کر دعا فرمائی اور وہ پانی اس جگہ چھڑکوا دیا۔ وہ لوگ جو اس جگہ کو کھودتے تھے کہتے ہیں کہ:

''قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی برحق بنا کر مبعوث فرمایا کہ وہ زمین ایسی نرم اور بھربھری ہوگئی کہ اس کے کھودنے میں ذرہ بھی دشواری نہ رہی۔''

حضرت سلمان فارسی کا بیان ہے کہ میں ایک جگہ خندق کھود رہا تھا کہ ایک سخت چٹان سامنے آگئی جس پر کوئی ضرب کچھ کام نہ کرتی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے نزدیک ہی تھے۔ میری دشواری کو محسوس کر کے میرے پاس آئے، خندق میں نیچے اترے اور دست مبارک میں کدال لے کر ایک ایسی ضرب لگائی کہ وہ چٹان ریزہ ریزہ ہوگئی۔

کھدائی کے کام کے دوران ایک روز، حضرت جابرؓ نے ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک پر کمزوری کے کچھ آثار دیکھے۔ وہ اسی وقت گھر گئے۔ بیوی سے دریافت کیا کہ گھر میں کچھ کھانے کو ہے۔ اس نے بتایا کہ ایک صاع جو کا آٹا ہے اور ایک بکری ہے۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ حضرت جابرؓ نے بکری کو ذبح کیا اور کھانا تیار کرنے کو کہہ کر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بلانے چلے گئے۔

حضرت جابرؓ کے دو کم سن بیٹے تھے، انہوں نے اپنے باپ کو بکری ذبح کرتے دیکھا

Marfat.com

تھا۔ وہ دونوں چھری لے کر مکان کی چھت پر چڑھ گئے۔ بڑے نے چھوٹے بھائی کو زمین پر لٹایا اور باپ کی نقل میں اس کے گلے پر چھری چلا دی۔ جب اس نے اس کا خون دیکھا تو گھبرا کر بھاگا۔ اس کی والدہ نے دیکھ لیا۔ وہ اس کے پیچھے دوڑیں۔ بچے نے خوفزدہ ہو کر چھت سے چھلانگ لگا دی اور وہیں جان دے دی۔ ان کی والدہ نے چپ چاپ دونوں کو کمرے میں ایک چارپائی پر لٹا دیا اور ان پر ایک چادر دے دی تا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پریشان نہ ہوں اور دعوت بے لطف نہ ہو جائے۔

حضرت جابرؓ نے آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر آہستہ سے کھانے کی دعوت دی اور عرض کیا کہ چند ایک صحابہؓ کے ساتھ غریب خانہ پر تشریف لے چلیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت قبول فرمائی اور تمام صحابہ کو، جو خندق کھودنے میں دن بھر مصروف رہے تھے، آواز دینے کو فرمایا۔ حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ تمام صحابہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ غریب خانہ پر تشریف لے گئے۔ میں نے ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' پڑھا اور تمام کھانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لا کر رکھ دیا اور تناول فرمانے کو عرض کیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''بچوں کو بلاؤ تا کہ کھانا کھائیں۔'' انہوں نے عذر کیا کہ وہ کہیں کھیلتے ہوں گے۔ بعد میں کھا لیں گے۔ آپ تناول فرمائیں۔'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ ان کو اپنے ساتھ کھانا کھلاؤ۔ یہ سن کر حضرت جابرؓ اور ان کی بیوی رونے لگے۔ سارا واقعہ بیان کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے، اس کمرے میں تشریف لے گئے۔ بچوں کو دیکھا اور ان کے لئے بارگاہ خداوندی میں دعا کی۔ بحکم خداوندی دونوں بچے زندہ ہو گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانا کھانے دسترخوان پر آ بیٹھے۔

ازاں بعد صحابہ کرامؓ باری باری آتے گئے اور کھانا کھاتے گئے حتیٰ کہ سب نے سیر ہو کر کھایا مگر پھر بھی کافی مقدار میں کھانا بچ رہا۔

کم مقدارِ خوراک سے زیادہ اصحاب کے سیر ہو جانے کے حوالے سے ایک واقعہ اور ملتا ہے۔ بشیر بن سعدؓ کی بیٹی کا بیان ہے کہ ایک روز میری والدہ نے کچھ کھجوریں میری جھولی میں ڈالیں اور کہا۔ ''یہ اپنے باپ اور ماموں کو دے آؤ۔'' میں وہ کھجوریں لے کر چل پڑی۔ میرا

Marfat.com

گزرا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا:

''اے بچی ادھر آؤ یہ تمہارے پاس کیا ہے؟''

میں نے عرض کیا۔ ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ کھجوریں ہیں جو میں اپنے باپ اور ماموں کیلئے بغرض ناشتہ لائی ہوں۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''ادھر لے آؤ۔'' میں نے وہ کھجوریں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں ہاتھوں میں انڈیل دیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چادر منگوا کر بچھائی اور اس پر انہیں بکھیر کر ایک شخص کو کہا کہ خندق کھودنے والوں کو آواز دو کہ وہ سب آ کر ناشتہ کرلیں۔ چنانچہ لوگ آتے گئے اور کھجوریں کھاتے گئے حتیٰ کہ سب نے ناشتہ کر لیا لیکن کھجوریں اسی طرح چادر پر بکھری پڑی رہیں۔

خندق تیار ہو چکی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں اور بچوں کو محفوظ قلعوں میں بھیج دیا اور تین سو آدمیوں کو ان کی حفاظت کیلئے مقرر فرمایا کیونکہ بنوقریظہ کی طرف سے ہر وقت بدعہدی کا اندیشہ تھا۔ اس موقعہ پر بنوقریظہ نے قریش مکہ اور بنونضیر کی شہ پا کر وہ معاہدہ بھی فسخ کر دیا جوانہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا ہوا تھا۔

ابوسفیان دس ہزار کا لشکر لے کر جو عرب اور یہودی قبائل پر مشتمل تھا، تین طرف سے مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوا لیکن جب اس نے خندق کو دیکھا تو حیران رہ گیا۔ عرب میں کسی نے اس سے پہلے خندق نہیں دیکھی تھی۔ وہ اسے عبور نہ کر سکے اور وہیں رک کر خندق کا محاصرہ کر کے دور سے تیر اور پتھر برسانے لگے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں اس حملے کی شدت کا نقشہ بدیں الفاظ کھینچا ہے، ارشاد ہوتا ہے۔

اذ جَاءُ وْ كُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْزَاغَتِ الْاَبصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَا جِرَوَ تَظُنُّونَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَاo هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالاً شَدِيْداً. (الاحزاب:۱۰۔۱۱)

''(یاد کرو) جب آپڑے تم پر لشکر تمہارے اوپر سے اور تمہارے نیچے سے اور جھک گئیں آنکھیں اور پہنچے دل حلقوں میں اور گمان کئے تم نے

اللہ کے ساتھ طرح طرح کے گمان وہاں آزمائے گئے ایمان
والے اور ہلائے گئے، سخت ہلانا۔"

غزوۂ احزاب بے شک مسلمانوں کا بڑا سخت امتحان تھا، منافقین حملہ آوروں کی کثرت اور حملے کی شدت کو دیکھ کر خوفزدہ ہو گئے۔ ان میں تاب مقاومت نہ رہی ان کا نفاق چھپا نہ رہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے۔

"ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں لہٰذا ہمیں شہر میں چلے جانے کی اجازت دی جائے۔"

بخلاف منافقین کے جو سچے مسلمان تھے، ان کے حوصلے اور بلند ہو گئے۔ حملے کی شدت اور دشمن کی کثرت وہ بھی دیکھتے تھے لیکن وہ جواں مردی اور ثابت قدمی سے حملہ آوروں کے مقابلے میں ڈٹ گئے۔

خندق کھودنے اور اس کے اندر رہ کر جنگ کرنے کا مشورہ حضرت سلمان فارسیؓ نے دیا تھا۔ غزوۂ احزاب میں اس کی افادیت کے پیش نظر مہاجرین کہتے تھے، سلمان منا یعنی سلمان ہم میں سے ہیں، اور انصار بھی کہتے تھے سلمان منا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو فرمایا سلمان منا اھل البیت یعنی سلمانؓ ہمارے اہل بیت کا ایک فرد ہے۔

عاصم بن عمرد بن قتادہؓ سے انصار کے حوصلے، ایمان اور جاں نثاری کے بارے میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے محاصرے کی شدت کو دیکھ کر قبیلہ غطفان کے دو سرداروں کو بلایا اور ان کو مدینہ کی پیداوار کا تیسرا حصہ دینا منظور کیا اس شرط پر کہ وہ اپنے ساتھیوں سمیت مسلمانوں کی مخالفت چھوڑ دیں اور واپس چلے جائیں۔ شرائط معاہدہ لکھی گئیں۔ تاہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری فیصلے سے پہلے رؤسائے انصار، سعد بن معاذؓ اور سعد بن عبادہؓ کو بلا کر ان سے مشورہ طلب فرمایا۔ سعد بن معاذؓ نے عرض کیا۔ "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اگر یہ اللہ کا حکم ہے تو سر تسلیم خم ہے لیکن اگر آپ یہ معاہدہ ہماری خاطر کرنا چاہتے ہیں تو عرض ہے کہ یہ لوگ ہم سے اس وقت کچھ نہ لے سکے جب ہم گمراہ تھے اور راہِ راست سے بھٹکے ہوئے تھے لیکن اب تو ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت رہِ مستقیم پر ہیں۔ ہمیں عزت و مرتبہ حاصل ہے لہٰذا ہم ان کو خراج کیوں دیں۔ ہمارے پاس ان کے لئے تلوار کے سوا کچھ نہیں۔"

ان کا جواب سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''فانت و ذاک.'' پس تم جانو اور وہ۔ سعد بن معاذؓ نے وہ کاغذ لے کر شرائط معاہدہ کو قلم زد کر دیا اور کہا۔ ''لیجھدوا علینا.'' یہ ہمارے خلاف کوشش کر لیں۔

محاصرہ کئی روز تک جاری رہا اس دوران ان کے مختلف دستوں کے سردار باری باری سے جنگ کے میدان میں نکلتے مگر خندق کو دیکھ کر کہتے۔ ''واللہ یہ ایسی تدبیر ہے کہ عرب اس سے واقف نہ تھے۔''

ایک دن دشمن کی تمام فوجیں میدان میں نکل آئیں۔ ان کے سردار آگے آگے چلے ضرار، نوفل، عمرو عبدود وغیرہم نے جو عرب کے نامور بہادروں میں شمار ہوتے تھے، خندق کے کنارے پہنچ کر اپنے گھوڑوں کو ایسی ایڑ لگائی کہ وہ خندق عبور کر گئے۔ ان میں عمرو عبدود ایک ہزار سوار کے برابر سمجھا جاتا تھا۔ وہ آگے بڑھا اور مبارز طلب ہوا۔ ادھر سے حضرت علیؓ اس کے مقابلے کو نکلے۔ حضرت علیؓ نے کہا۔ ''کیا تمہارا یہ قول ہے کہ اگر کوئی تمہیں تین باتوں کی دعوت دے تو تم ایک ضرور قبول کر لو گے؟''

اس نے کہا۔ ''ہاں! بے شک یہ میرا قول ہے۔''

اس کا جواب سن کر حضرت علیؓ نے اسے پہلی دعوت دیتے ہوئے کہا۔ ''میں تمہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔''

عمرو بن عبدود نے جواب دیا۔ ''یہ نہیں ہو سکتا۔''

اس پر حضرت علیؓ نے کہا۔ ''واپس چلے جاؤ۔''

عمرو بن عبدود نے کہا۔ ''میں عورتوں کے طعنے نہیں سن سکتا۔''

آخری دعوت کے طور پر حضرت علیؓ نے کہا۔ ''میرے ساتھ جنگ کرو۔''

یہ سن کر عمرو حیرت سے مسکرایا اور کہنے لگا۔ ''مجھے اس آسمان کے نیچے کسی شخص سے اس قسم کی دعوت کی امید نہ تھی۔'' پھر اس نے کہا۔ ''تم کون ہو؟''

حضرت علیؓ نے اپنا نام و نسب بتایا تو اس نے کہا۔ ''خدا کی قسم میں تمہیں قتل کرنا پسند نہیں کرتا۔''

اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا۔ ''مگر خدا کی قسم میں تمہیں قتل کرنا پسند کرتا ہوں۔''

Marfat.com

حضرت علیؓ پیدل تھے۔ عمرو نے پیدل پر حملہ کرنا اپنی جوانمردی و شہرت کے منافی سمجھا لہٰذا گھوڑے سے اترا اور اس کے پاؤں پر تلوار مار کر اس کی کونچیں کاٹ دیں۔ پھر آگے بڑھ کر حضرت علیؓ پر ایک بھرپور وار کیا جو ان کے سر پر پڑا اور ان کی پیشانی تک اتر گیا۔ حضرت علیؓ نے زخم کی پروانہ کرتے ہوئے تیزی سے بڑھ کر اس پر وار کیا۔ ذوالفقار علیؓ اس کے شانے کو کاٹتی ہوئی سینے میں اتر گئی۔ وہ زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ حضرت علیؓ نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔ اس کے بعد ضرار اور نوفل نے حملہ کیا لیکن ذوالفقار کی روانی کو دیکھ کر پیٹھ دکھا کر بھاگے۔

وہ بڑی آزمائش کا دن تھا دشمن بارش کی طرح مسلسل تیر اور پتھر برسا رہے تھے۔ اس روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسلسل چار نمازیں قضا ہوئیں۔

ایک روز بنو قریظہ کا ایک آدمی اس قلعے پر جس میں مستورات تھیں، حملہ کرنے کا موقع تلاش کرنے کیلئے اس کے دروازے کے قریب آ گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی یعنی حضرت حمزہؓ کی بہن، حضرت صفیہؓ نے خیمے کی ایک چوب اٹھائی اور قلعے سے اتر کر اس کے سر پر ایک ایسی ضرب لگائی کہ اس کا سر پھٹ گیا اور وہ زمین پر گر پڑا۔ انہوں نے آگے بڑھ کر اس کا سر کاٹ لیا اور اسے قلعے کے سامنے پھینک دیا۔ بنو قریظہ نے یہ حال دیکھ کر سمجھا کہ قلعہ میں فوج موجود ہے لہٰذا اس کے بعد انہیں ایسی کوئی حرکت کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔

ممکن تھا کہ یہ جنگ کچھ عرصہ مزید جاری رہتی لیکن ایک نومسلم صحابی کے فراست و دانشمندی نے اسے اختتام پذیر کر دیا۔

ایک روز قبیلہ غطفان کے ایک رئیس نعیم بن مسعود جو مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے، لیکن قریش اور یہود کو اس کا علم نہ تھا، بنو قریظہ کے پاس گئے اور انہیں کہا۔

''تم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے معاہدے کی خلاف ورزی کر کے سخت غلطی کی ہے۔ قریش محاصرہ چھوڑنے والے ہیں۔ تم مسلمانوں کے ساتھ دشمنی کیوں مول لیتے ہو۔ اگر کوئی ایسی ہی بات ہے تو قریش سے کہو کہ وہ اپنے چند معزز افراد بطور یرغمال تمہارے پاس بھیج دیں تا کہ اگر وہ جنگ کا فیصلہ کئے بغیر یہاں سے چلے گئے اور ادھر مسلمانوں نے تم پر حملہ کر دیا تو اس صورت میں قریش اپنے معززین کی حفاظت کی غرض سے تمہاری امداد ضرور کریں گے۔''

بنو قریظہ کو یہ مشورہ مناسب معلوم ہوا لہٰذا انہوں نے قریش کو کہلا بھیجا کہ وہ مختلف قبائل

Marfat.com

کے چند معزز آدمی اس مفروضہ کے پیش نظر، بطور ضمانت ان کے پاس بھیج دیں۔ قریش نے اس قسم کی ضمانت دینے سے انکار کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بنو قریظہ نے قریش کا ساتھ چھوڑ دیا اور محاصرہ ترک کر کے اپنے قلعوں میں واپس چلے گئے۔

جنگ جتنا طول پکڑتی گئی محاصرین کے حوصلے اتنے ہی پست ہوتے گئے۔ سامانِ رسد بھی ختم ہو گیا۔ مزید برآں ایک رات اس قدر تیز آندھی چلی کہ خیموں کی طنابیں اکھڑ گئیں. گھوڑے بھاگ گئے، چولھوں پر سے برتن الٹ گئے، کپڑے اڑ گئے، موسم سردی کا تھا، لوگ ٹھٹھرنے لگے۔ ابوسفیان نے ان حالات کو دیکھا تو فوج سے مخاطب ہو کر کہا۔

''یہود نے ساتھ چھوڑ دیا، رسد ختم ہو گئی اور موسم بھی خراب ہے۔ ایسے نامساعد حالات میں محاصرہ جاری رکھنا بے سود ہے۔'' یہ کہہ کر اس نے کوچ کا طبل بجانے کا حکم دے دیا۔ فوج منتشر ہو گئی اور صبح تک میدان صاف ہو گیا۔

محاصرہ ختم ہو گیا اور لشکر کفار کوچ کر گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجاہدین کو ساتھ لے کر شہر میں تشریف لے آئے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور ہتھیار اتار دیئے۔ ظہر کا وقت تھا کہ جبرئیل امین رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے۔

''آپ نے ہتھیار اتار دیئے مگر ملائکہ نے ابھی نہیں اتارے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ بنو قریظہ کی طرف بڑھو۔ میں بھی انہی کی طرف جا رہا ہوں۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت منادی کرا دی کہ سب لوگ عصر کی نماز بنو قریظہ کی بستی میں پہنچ کر ادا کریں۔ علم حضرت علیؓ کے حوالے کر کے ایک دستے کے ساتھ انہیں گے بھیج دیا گیا۔ وہ جب قلعے کے پاس پہنچے تو اندر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ الفاظ سنے گئے لہٰذا انہوں نے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ بنو قریظہ بھی کوئی جائے فرار نہ پا کر قلعہ بند ہو گئے۔

محاصرہ طول کھینچتا گیا اور ہوتے ہوتے پچیس روز گزر گئے۔ پچیسویں روز جب راشن ختم ہو گیا، موت نظر آنے لگی، اور کوئی بھی امداد کو پہنچتا ہوا دکھائی نہ دیا تو بنو قریظہ نے کہلا بھیجا کہ ازراہِ کرم ابولبابہ کو ہمارے پاس بھیجیں ہم ان کے ساتھ کچھ مشورہ کرنا چاہتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابولبابہؓ کو بھیج دیا۔ جب وہ بنو قریظہ کے قلعے میں پہنچے تو انہیں دیکھ کر لوگ

Marfat.com

ان کے گرد جمع ہو گئے۔ عورتیں اور بچے زار زار رونے لگے۔ مرد بھی خوفزدہ تھے۔ انہوں نے حضرت ابولبابہؓ سے دریافت کیا، آپ کی کیا رائے ہے کیا ہم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق قلعہ چھوڑ کر نیچے اتر آنا چاہئے؟

ابولبابہؓ نے کہا۔ ''ہاں تمہیں قلعہ چھوڑ دینا چاہئے۔''

لیکن اس کے ساتھ ہی گردن پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اشارۃً بتایا کہ قلعہ سے اترو گے تو ذبح کر دیئے جاؤ گے۔ حضرت ابولبابہؓ کا بیان ہے کہ یہ اشارہ کرنے کے ساتھ ہی معاً مجھے احساس ہوا کہ میں نے اللہ اور اللہ کے رسول کے ساتھ خیانت کی ہے۔ لہٰذا میں اسی وقت وہاں سے چلا آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جانے کی بجائے مسجد میں گیا اور اس کے ایک ستون کے ساتھ اپنے آپ کو باندھ لیا اور کہا:

''میں اس وقت تک یہاں سے نہیں جاؤں گا جب تک اللہ تعالیٰ میری توبہ قبول نہ فرمائے۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابولبابہؓ کے انتظار میں تھے کہ آپ کو ان ستون کے ساتھ بندھ جانے کی اطلاع ملی۔ آپؐ نے فرمایا۔

''ابولبابہ میرے پاس آ جاتے تو میں ان کیلئے دعائے مغفرت کرتا لیکن موجودہ صورت میں انہیں اس وقت تک رہا نہیں کیا جا سکتا جب تک اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول نہ کریں۔''

حضرت ابولبابہؓ چھ روز متواتر ستون کے ساتھ جکڑے رہے۔ پنجگانہ نماز کے اوقات میں ان کی بیوی ستون سے انہیں کھول دیتی اور وہ نماز ادا کر کے بدستور ستون کے ساتھ بندھ جاتے۔

ام المومنین حضرت ام سلمیٰؓ کا بیان ہے کہ ایک روز صبح کے وقت میں نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہنس رہے ہیں۔ میں نے ہنسنے کا سبب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا۔

''ابولبابہؓ کی توبہ قبول ہو گئی۔''

میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے حجرے کے دروازے میں کھڑے ہو کر ابولبابہؓ کو یہ خوشخبری سنا دی۔ جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ ان کی توبہ قبول ہو گئی تو وہ ان کو ستون سے کھولنے کیلئے دوڑے لیکن ابولبابہؓ نے کہا۔

Marfat.com

''جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنے مبارک ہاتھوں سے مجھے نہ کھولیں گے میں رہا نہ ہوں گا۔''

صبح کی نماز کے لئے جب آنحضرت ابولبابہؓ کے پاس سے گزرے تو انہیں ستون سے کھول کر رہا کر دیا۔ مسجد نبوی کے اس ستون کو آج تک ستون ابی لبابہ کہتے ہیں اور عقیدت مند اپنے گناہوں کی معافی کیلئے وہاں نفل پڑھتے اور استغفار کرتے ہیں۔

حضرت ابولبابہؓ کے ساتھ مشورہ کرنے کے دوسرے روز صبح کے وقت بنوقریظہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق قلعہ سے نیچے اتر آئے، قبیلہ اوس قبل از اسلام، بنوقریظہ کا حلیف تھا لہٰذا ان کے سربرآوردہ افراد نے ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی پرزور سفارش کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کیا تم لوگ اس بات پر راضی ہو کہ تمہیں میں سے کوئی شخص ان کے متعلق فیصلہ دے؟'' انہوں نے رضامندی کا اظہار کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

''سعد بن معاذؓ کے ساتھ بات کرو۔''

غزوۂ خندق میں حضرت سعد بن معاذؓ زخمی ہو گئے تھے۔ ان کو ایک تیر لگا تھا جس سے ان کی رگِ اکحل (ہفت اندام) کٹ گئی۔ جنگ کے اختتام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے علاج کا خاص انتظام فرمایا۔ مسجد کے صحن میں ایک خیمہ لگوایا۔ رفیدہ نامی ایک خاتون جو اس جنگ میں شریک تھی اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھی، اس کی نگرانی میں ان کا علاج جاری تھا۔ دو دفعہ ان کے زخم کو داغا گیا۔ مگر وہ مندمل نہ ہوا وہ ابھی زیر علاج تھے۔ وہ لوگ ان کے پاس گئے اور انہیں ایک سواری پر بٹھا کر بڑی احتیاط سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا تو حاضرین سے فرمایا۔

''اپنے سردار کیلئے کھڑے ہو جاؤ۔''

انصار اور مہاجر سبھی کھڑے ہو گئے اور انہوں نے سعد بن معاذؓ سے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو بنوقریظہ کے معاملے میں حکم مقرر فرمایا ہے۔ اس پر حضرت سعد بن معاذؓ نے اپنی قوم کی طرف رخ کر کے کہا۔

''کیا تم عہد کرتے ہو کہ میں جو فیصلہ دوں گا وہ تمہیں منظور ہو گا؟''

Marfat.com

انہوں نے کہا۔ ''بیشک ہمیں منظور ہوگا۔'' پھر سعدؓ نے اس طرف دیکھا جدھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے تھے لیکن احتراماً اپنا سوال نہ دہرایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس طرف دیکھنے کا مطلب سمجھ کر فرمایا۔

''ہمیں آپ کا فیصلہ منظور ہوگا۔'' یہ سن کر حضرت سعد بن معاذؓ نے بنوقریظہ کی شریعت کے مطابق یہ فیصلہ دیا کہ ان کے مرد، جو لڑنے کے قابل ہوں، قتل کر دیئے جائیں، عورتوں اور بچوں کو قید کر لیا جائے اور ان کا مال و اسباب غنیمت قرار دیا جائے۔

بنوقریظہ نے غزوۂ خندق میں قریش کا ساتھ دے کر معاہدے کی علانیہ خلاف ورزی کی تھی اور قلعہ میں پناہ گزین عورتوں اور بچوں پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا تھا لہٰذا غداری، عہد شکنی اور بغاوت جیسے جرائم کے مرتکب افراد کے حق میں اس کے سوا اور کیا فیصلہ دیا جا سکتا تھا۔ بنو قریظہ کو جب یہ فیصلہ سنایا گیا تو وہ کہنے لگے۔

''یہ فیصلہ بے شک توراۃ کے عین مطابق ہے۔''

اس فیصلے پر عمل کیا گیا۔ مقتولین کی تعداد بعض مؤرخین نے چھ سو اور بعض نے چار سو لکھی ہے۔ مقتولین پر ایک عورت بھی تھی جس نے ایک مسلمان کو قلعے پر سے پتھر گرا کر شہید کر دیا تھا، وہ اس کے قصاص میں قتل کی گئی۔

بنوقریظہ کا معاملہ طے ہو چکنے کے چند روز کے بعد سعد بن معاذؓ کا زخم پھر کھل گیا۔ اسے دوبارہ داغا گیا لیکن پھر وہ مندمل نہ ہوا۔ اسی زخم کے سبب وہ چند روز کے بعد وفات پا گئے انا للہ و انا الیہ راجعون .

معاذ بن رفاعہؓ سے روایت ہے کہ آدھی رات کا وقت تھا جب سعد بن معاذؓ کا انتقال ہوا۔ اس وقت حضرت جبرئیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور پوچھنے لگے۔'' یہ کس کی میت ہے جس کیلئے آسمانوں کے دروازے کھولے گئے ہیں اور عرش معلیٰ بھی لرز گیا ہے؟''

راوی کا بیان ہے کہ یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جلدی سے سعد بن معاذؓ کی طرف گئے، خیمے میں پہنچے تو اس وقت سعدؓ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر چکی تھی۔

حضرت سعد بن معاذؓ قوی الجثہ تھے لیکن جب ان کا جنازہ اٹھایا گیا تو لوگ کہنے لگے کہ

Marfat.com

سعدؓ آدمی تو موٹے تازے تھے۔ لیکن خدا کی قسم! جتنا ہلکا ان کا جنازہ ہے اتنا ہلکا جنازہ ہم نے نہیں دیکھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو فرمایا۔ ''اِنّ له حملة غیر کم'' یعنی ان کو اٹھانے والے تمہارے علاوہ اور بھی ہیں (یعنی فرشتے)۔

جابر بن عبداللہؓ کی روایت کے مطابق، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ذی قعدہ ۶ھ میں چودہ سو اصحاب کے ہمراہ عمرہ کرنے کے ارادے سے عازم مکہ ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روانگی سے پہلے حکم دیا کہ کوئی شخص تلوار کے علاوہ کوئی ہتھیار ساتھ نہ لے اور یہ کہ تلوار بھی نیام میں ہو۔ آپ نے قربانی کے اونٹ ساتھ لئے اور ذوالحلیفہ کے مقام پر پہنچ کر احرام باندھا۔

حدیبیہ ایک کنوئیں کا نام ہے جہاں سے مکہ ایک منزل کے فاصلے پر ہے۔ اس کنوئیں کے پاس اسی نام سے ایک آبادی بھی موجود ہے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہاں پہنچے تو آپ کی اونٹنی خود بخود بیٹھ گئی۔ آپؐ نے وہاں قیام کرنے کا حکم دیا۔ صحابہ نے عرض کیا کہ حدیبیہ میں پانی بہت کم ہے، اس قافلے کی ضرورت اس سے پوری نہ ہو سکے گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ترکش میں سے ایک تیر نکال کر حضرت براء بن عازبؓ کو دیا اور فرمایا، اس تیر کو کنویں میں گاڑ دو۔ انہوں نے حسب ارشاد، کنوئیں میں اتر کر وہ تیر اس کے درمیان گاڑ دیا۔ چند لمحوں کے بعد اسی کنوئیں میں سے جو کہ خشک تھا، اس قدر پانی جاری ہوا کہ صحابہ مطمئن ہو گئے۔

قبیلہ خزاعہ مسلمانوں کا حلیف تھا۔ اس کے سردار بدیل بن ورقاء نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ قریش وسیع پیمانے پر آپ کے ساتھ جنگ کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ انہوں نے عہد کیا ہے کہ آپ کو کعبہ میں کبھی نہیں جانے دیں گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''قریش سے جا کر کہو کہ ہم عمرہ کے ارادے سے آئے ہیں جنگ کرنا ہمارا مقصد نہیں ہماری راہ میں رکاوٹ پیدا نہ کریں بلکہ کچھ مدت کے لئے صلح کر لیں۔ لیکن اگر وہ اس بات پر راضی نہ ہوں اور ہمیں جنگ کے لئے مجبور کریں تو واللہ! ہم اس وقت تک لڑیں گے کہ اللہ کو جو فیصلہ کرنا ہو کر دے۔''

Marfat.com

بدیل بن ورقاء نے مکہ جا کر قریش کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام دیا۔ عروہ بن مسعود ثقفی وہاں موجود تھا۔ اس نے قریش کو مخاطب کر کے کہا۔

''میرے بارے میں تمہیں کوئی بدگمانی تو نہیں؟''

قریش نے کہا۔ ''نہیں ہرگز نہیں۔''

عروہ نے کہا۔ ''تو پھر مجھے اجازت دو کہ میں جا کر ان سے بات کروں۔'' قریش نے کہا۔ ''ہاں آپ کو اجازت ہے''

عروہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا۔ ''اگر آپ نے قریش کو شکست دی اور ہلاک کر دیا تو گویا آپ نے اپنی ہی قوم کو مٹا دیا جس کی مثال دنیا بھر میں کہیں نہ ملے گی۔ لیکن اگر لڑائی کا رخ بدل گیا تو آپ کے سب ساتھی گرد کی طرح اڑ جائیں گے۔''

حضرت ابوبکرؓ صدیق پاس ہی بیٹھے تھے۔ وہ عروہ کی اس بات سے غصے میں آ گئے۔ انہوں نے عروہ کو گالی دے کر کہا۔ ''کیا تو سمجھتا ہے کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دیں گے؟''

عروہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یہ کون ہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ ''یہ ابوبکر ہیں۔'' عروہ کہنے لگا کہ میری گردن پر ان کا ایک احسان ہے جو میں ابھی تک اتار نہیں سکا ورنہ میں ان کی سخت کلامی کا جواب دیتا۔

عروہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بڑی بے تکلفی سے آزادانہ گفتگو کر رہا تھا اور عرب کے عام دستور کے مطابق بات کرتے کرتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک پکڑ لیتا تھا، حضرت مغیرہؓ بن شعبہ ہتھیار لگائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے تھے، ان کو عروہ کی یہ حرکت ناگوار گزری۔ کہنے لگے۔

''عروہ! اپنا پلید ہاتھ پیچھے ہٹا لے۔ اگر یہ اب کے آگے بڑھا تو واپس نہ جا سکے گا۔ میں اسے قلم کر دوں گا۔''

عروہ نے پوچھا۔ ''یہ کون ہے؟''

Marfat.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''میرا بھتیجا مغیرہ بن شعبہ ہے۔''

عروہ نے مغیرہ کو دیکھا اور کہا۔'' بڑا احسان فراموش ہے۔'' دائرہ اسلام میں داخل ہونے سے پہلے مغیرہ نے ایک دفعہ تیرہ آدمی قتل کئے تھے اور عروہ نے اپنی جیب سے ان کا خون بہا ادا کیا تھا۔ یہ اس کا اس پر احسان تھا جس کی طرف اس نے اشارہ کیا۔

عروہ بن مسعود کی گفتگو کسی نتیجے پر نہ پہنچی اور وہ واپس چلا گیا۔ اس نے قریش سے جا کر کہا۔ ''میں نے قیصر و کسریٰ کے دربار دیکھے ہیں اور میں بڑے بڑے عالیشان بادشاہوں کے دربار میں گیا ہوں لیکن مجھے جو عقیدت و جاں نثاری محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکاروں میں نظر آئی ہے۔ میں نے کہیں نہیں دیکھی۔''

چونکہ مصالحت کی کوئی بات طے نہ ہوئی تھی لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خراش بن امیہ کو اپنی سواری کا اونٹ دے کر قریش کے پاس بھیجا۔ قریش نے ان کے ساتھ گفتگو کرنے کی بجائے ان کے اونٹ کو مار ڈالا۔ حضرت خراشؓ کسی طرح جان بچا کر واپس آ گئے۔ انہی دنوں قریش نے ایک مسلح دستہ مسلمانوں پر شب خون مارنے کیلئے روانہ کیا۔ اتفاق سے وہ سب گرفتار ہو گئے۔ رحمۃ للعالمین کی بارگاہ میں پیش ہوئے تو آپؐ نے ان سب کو رہا کر دیا اور فرمایا۔ ''ہم عمرہ کی نیت سے آئے ہیں۔ کشت وخون ہمارا مقصد نہیں۔''

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کو مکہ روانہ فرمایا۔ انہوں نے قریش کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام دیا لیکن وہ تو گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی میں اندھے ہو گئے تھے۔ انہیں عداوت کے سوا کچھ اور سوجھتا ہی نہ تھا لہٰذا صلح کی کوئی بات کرنے کی بجائے انہوں نے حضرت عثمانؓ کو نظر بند کر لیا۔ عام لوگوں میں مشہور ہو گیا کہ قریش نے حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے سائے میں بیٹھے تھے کہ حضرت عثمانؓ کے شہید کئے جانے کی افواہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی جسے سن کر آپ کو بے حد رنج ہوا اور فرمایا۔ ''عثمانؓ کے خون کا قصاص لینا ضروری ہے۔'' پھر تمام صحابہ کو بلایا اور ان سے جاں نثاری کا عہد لیا۔ سب نے نہایت عقیدت اور جوشِ ایمانی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست

Marfat.com

مبارک پر بیعت کی۔ اس بیعت کو بیعت رضوان کہتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا بایاں ہاتھ داہنے ہاتھ پر رکھ کر حضرت عثمانؓ کی طرف سے بیعت کی۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ فتح میں اس بیعت کا اور اس درخت کا جس کے نیچے یہ بیعت ہوئی، ذکر فرمایا ہے۔

بعد میں معلوم ہوا کہ وہ افواہ غلط تھی۔ حضرت عثمانؓ بخیریت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آملے۔ انہوں نے بتایا کہ صلح کیلئے قریش کی اولین شرط یہ ہے کہ آپ اس سال عمرہ نہ کریں، واپس چلے جائیں۔

سہیل بن عمرو عرب کا بڑا فصیح و بلیغ مقرر تھا۔ قریش نے صلح کے مذاکرات کے لئے اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا۔ طویل گفتگو کے بعد حسب ذیل شرائط پر طرفین رضامند ہو گئے۔

(۱) مسلمان اس سال عمرہ نہیں کریں گے، یہیں سے واپس چلے جائیں۔

(۲) آئندہ سال عمرہ کیلئے آئیں گے اور صرف تین روز مکہ میں رہیں گے۔

(۳) مسلمانوں کے پاس تلوار کے سوا کوئی اور ہتھیار نہ ہوگا۔ تلوار بھی نیام میں ہوگی۔

(۴) مکہ میں جو مسلمان پہلے سے مقیم ہیں ان میں سے کسی کو اپنے ساتھ نہیں لے جائیں گے۔

(۵) جو شخص اپنے والی یا مالک کی اجازت کے بغیر مدینہ جائے گا۔ اسے واپس کر دیا جائے گا۔

(۶) اگر کوئی مسلمان مکہ چلا جائے تو قریش اسے واپس نہ کریں گے۔

(۷) قبائل عرب فریقین میں سے جس کے ساتھ چاہیں معاہدہ کر لیں۔

(۸) دس سال تک فریقین میں جنگ بند رہے گی۔

صلح کی مذکورہ بالا شرائط سے بظاہر مسلمان کی کمزوری کا اظہار ہوتا ہے خصوصاً شرط ۵ اور ۶ سے کہ "مکہ سے جو شخص بھی اپنے والی یا مالک کی اجازت کے بغیر مدینہ جائے گا اسے واپس کر دیا جائے گا اور جو مدینہ سے مکہ جائے گا اسے واپس نہ کیا جائے گا۔"

ان شرائط سے بادی النظر میں مسلمانوں کی کمزوری ظاہر ہوتی ہے۔ تمام صحابہ دل میں

ان پر مطمئن نہ تھے، تاہم خاموش تھے۔ لیکن عین اس وقت جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان شرائط کو منظور کر لیا، ایک ایسا واقعہ پیش آیا، جس نے اس شرط کو گوارا کرنا مسلمانوں کے ایمان و یقین اور اطاعت و فرمانبرداری کا ایک بہت بڑا امتحان بنا دیا۔

قریش کے سفیر سہیل بن عمر کے فرزند حضرت ابو جندل مسلمان ہو چکے تھے اور مکہ میں کفار کی قید میں تھے۔ وہ کسی طرح بھاگ کر، بیڑیوں سمیت، حدیبیہ کے مقام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئے اور پہنچتے ہی زمین پر گر پڑے۔ سہیل بن عمرو نے اپنے بیٹے کو دیکھتے ہی کہا۔

''شرائط صلح کے مطابق آپ اسے واپس کر دیں۔ یہ ان شرائط کی پابندی کا پہلا موقع ہے۔''

کفارِ مکہ نے حضرت ابو جندلؓ کو طرح طرح کی اذیتیں دی تھیں اور اس قدر مارا تھا کہ ان کے جسم پر زخموں کے نشان موجود تھے۔ انہوں نے کھڑے ہو کر حاضرین کو وہ زخم دکھائے اور کہا:

''میں مسلمان ہوں۔ کیا آپ پھر مجھے کفار کے پاس بھیج دیں گے؟''

حضرت عمرؓ برداشت نہ کر سکے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یوں گویا ہوئے:

حضرت عمرؓ: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ خدا کے سچے رسول نہیں ہیں؟

آنحضرت ﷺ: میں بے شک خدا کا سچا رسول ہوں۔

حضرت عمرؓ: کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟

آنحضرت ﷺ: ہم یقیناً حق پر ہیں۔

حضرت عمرؓ: پھر ہم یہ ذلت کیوں گوارا کریں؟

آنحضرت ﷺ: میں خدا کا پیغمبر ہوں۔ میں خدا کی نافرمانی نہیں کر سکتا۔

حضرت عمرؓ خاموش ہو گئے اور وہاں سے اٹھ کر حضرت ابوبکرؓ کے پاس گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو گفتگو ہوئی تھی بیان کی۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا۔

''اے عمر! وہ پیغمبر خدا ہیں۔ وما ینطق عن الھوی ان ھوالا وحی یوحی۔ جو

Marfat.com

آپ کہتے ہیں یا کرتے ہیں وہ خدا ہی کا حکم ہوتا ہے۔

حضرت عمرؓ سخت پشیمان ہوئے۔ آئندہ زندگی بھر اپنی اس گستاخانہ گفتگو کے کفارے میں نفل پڑھے، روزے رکھے، خیرات کی، غلام آزاد کئے، اور تمام عمر شرمندہ اور پریشان خاطر رہے۔

جاں نثارانِ اسلام کی اطاعت و فرمانبرداری کا اس سے بڑھ کر اور کیا امتحان ہو گا۔ ایک طرف حضرت ابوجندلؓ پاؤں میں بیڑیاں پہنے کفار کی مار کے زخم دکھا کر فریاد کر رہے ہیں اور تمام مسلمان جوش سے بھرے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے منتظر ہیں۔ دوسری طرف معاہدہ قلم بند ہو چکا ہے، اس پر دستخط ہو چکے ہیں اور مہریں ثبت ہو گئی ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوجندلؓ کو مخاطب کر کے فرمایا۔

''اے ابوجندل! صبر کرو۔ خدا تمہارے لئے اور دوسرے مظلوموں کیلئے جلد از جلد کوئی راہ نکالے گا۔ ہمارا اس قوم کے ساتھ معاہدہ ہو چکا ہے۔ ہم بدعہدی نہیں کر سکتے۔'' الغرض حضرت ابوجندلؓ کو اسی حالت میں واپس کفار کے پاس جانا پڑا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی جگہ قربانی کرنے اور احرام اتارنے کیلئے کہا۔ لوگ ابوجندلؓ کے واقعہ سے اس قدر پریشان خاطر اور دل برداشتہ تھے کہ تعمیل ارشاد کیلئے نہ اٹھ سکے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ فرمایا مگر سب خاموش بیٹھے رہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر خیمے میں چلے گئے۔ ام المومنین ام سلمہؓ سے اس بات کا ذکر فرمایا۔ انہوں نے کہا:

''کوئی بات نہیں، آپ سب کے سامنے خود قربانی کریں اور احرام اتاریں۔ لوگوں کو کچھ نہ کہیں۔''

کچھ دیر کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خیمے سے باہر تشریف لا کر قربانی کی، احرام اتارا اور بال منڈوائے، صحابہؓ نے جب دیکھا تو سمجھ گئے کہ آنحضرت، صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ قطعی ہے۔ چنانچہ تمام صحابہؓ نے حسب ارشاد قربانی کی اور احرام اتارا۔

صلح کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تین روز حدیبیہ میں ٹھہرے۔ چوتھے روز وہاں

Marfat.com

سے مدینہ کی جانب روانہ ہوئے۔ راستے میں سورۃ فتح نازل ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ نے صلح حدیبیہ کو فتح مبین سے تعبیر فرمایا:

اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحاً مُبِیْناً o لِیَغْفِرَلَکَ اللّٰہُ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاخَرَ وَیُتِمَّ نِعْمَتَہٗ عَلَیْکَ وَیَھْدِیَکَ صِرَاطاً مُسْتَقِیْماً وَ یَنْصُرُکَ اللّٰہُ نَصْراً عزیزاً

(الفتح: ۱۔۳)

''تحقیق ہم نے تم کو روشن (نمایاں) فتح دی تاکہ بخش دے خدا تمہارے گناہ اگلے اور پچھلے اور پوری کرے اپنی نعمت تم پر اور دکھادے تم کو سیدھی راہ اور تمہیں بڑی شاندار مدد دے۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو بلا کر فتح مبین کی خوشخبری سنائی۔ حضرت عمرؓ نے۔ ''پوچھا کیا یہ صلح واقعی فتح ہے۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''بے شک یہ فتح ہے۔'' صحیح مسلم میں ہے کہ یہ سن کر حضرت عمرؓ اور تمام صحابہ مطمئن ہو گئے۔

قریش کو اسلام کے ساتھ جو دشمنی تھی وہ تو تھی ہی لیکن ان کا اسے مٹانے کی جدوجہد کا جنون اور مالی وافرادی کثرت کا تکبر وغرور، غزوہ ہائے بدر واحد اور احزاب نے بہت حد تک مٹا دیا اور ان کی ہمت پست کر دی۔ دس سال تک جنگ نہ کرنے کا معاہدہ ہو چکا تھا لہٰذا عرب میں قدرے امن وچین کی فضا پیدا ہوگئی۔ عوام سکھ کی سانس لینے لگے۔

صلح حدیبیہ کے بعد کفار بے خطر مدینہ آنے لگے۔ مسلمانوں سے ان کی ملاقات ہوتی۔ اکثر اوقات اسلام کے عقائد کا تذکرہ ہوتا۔ وہ ہر مسلمان کو اخلاقِ حمیدہ، حسن عمل اور خلوص و ہمدردی کے جذبات سے آراستہ پاتے اور جو مسلمان مکہ جاتے، کفار ان سے مل کر ان کے اوصاف دیکھتے اور ان کے اخلاق واعمال سے متاثر ہوتے۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ اس معاہدے سے لے کر فتح مکہ تک لوگ کثرت سے مشرف بہ اسلام ہوئے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ اور حضرت عمرو بن عاصؓ بھی اسی عرصے میں مسلمان ہوئے تھے۔

Marfat.com

حضرت عتبہ بن اسیدؓ مکہ میں کفار کی قید میں تھے۔ وہ ایک روز کسی طرح وہاں سے بھاگ کر مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ قریش نے دو آدمی صلح حدیبیہ کی شرائط کے مطابق ان کو واپس لانے کیلئے بھیجے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عتبہؓ کو کہا۔ ''واپس چلے جاؤ۔''

عتبہؓ نے عرض کیا۔ ''کفار مجھے کفر پر مجبور کرتے ہیں۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''خداوند تعالیٰ جلد ہی اس کی کوئی تدبیر نکالیں گے۔''

حضرت عتبہؓ مجبوراً ان دو آدمیوں کی نگرانی میں واپس روانہ ہو گئے۔ جب وہ ذوالحلیفہ کے مقام پر پہنچے تو عتبہؓ نے ان میں سے ایک نگران کو قتل کر دیا۔ دوسرا بھاگ کر مدینہ پہنچا۔ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شکایت کی۔ حضرت عتبہؓ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گئے۔ انہوں نے عرض کیا۔

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے معاہدے کے مطابق مجھے واپس کر دیا تھا۔ لہٰذا اس واقعہ کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔'' یہ کہہ کر وہ مدینہ سے چلے گئے اور سمندر کے کنارے مقام عیص میں رہنے لگے۔ مکہ کے ستم رسیدہ مسلمانوں کو جب معلوم ہوا تو بھاگ بھاگ کر عتبہؓ کے پاس آنے لگے۔ چند روز میں وہاں کافی لوگ جمع ہو گئے۔ انہوں نے اپنی گزران کیلئے قریش کا جو قافلہ وہاں سے گزرتا اسے لوٹنا شروع کر دیا۔ قریش کے جب چند قافلے اس طرح لٹ گئے، تو انہوں نے حالات سے مجبور ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لکھ بھیجا کہ ہم معاہدے کی اس شرط سے دست بردار ہوئے، جو مسلمان بھی مدینہ جانا چاہے ہم اسے نہیں روکیں گے۔

سبحان اللہ وبحمدہٖ! وہی شرط جس سے مسلمانوں کی کمزوری کا اظہار ہوتا تھا اور جس کی وجہ سے بیشتر مسلمان دل برداشتہ ہو رہے تھے، وہی مسلمانوں کے حق میں فائدہ مند ثابت ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کو جو مقام عیص میں مقیم تھے، کہلا بھیجا کہ مدینہ آ جائیں۔ انہی افراد میں حضرت ابوجندلؓ بھی مدینہ آ کر آباد ہو گئے۔

مدینے کی حفاظت سے مطمئن ہونے کے بعد، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ دلجمعی اور سکونِ خاطر کے ساتھ تبلیغ اسلام کی طرف متوجہ ہوئے۔ جزیرہ نمائے عرب کا بیشتر حصہ تو

اسلام کے پیغام سے واقف ہو ہی چکا تھا، اب ہادیٔ برحق کی توجہ عرب کی حدود سے باہر واقع مملکتوں کی طرف مبذول ہوئی۔ آپؐ حسب ارشاد باری تعالیٰ:

وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَافَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا. (۳۴:۲۸)

''ہم نے آپ کو تمام انسانوں کیلئے خوشخبری دینے اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔''

تمام بنی نوع انسان کو پیغام حق سنانے کا منصب رکھتے تھے۔ لہٰذا ایک روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصر روم، شہنشاہِ ایران عزیز مصر، شاہِ حبشہ اور رؤسائے یمامہ و شام کے نام خطوط لکھوائے۔

حضرت دحیہ کلبیؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک قیصر روم کے نام لے کر گئے۔ انہوں نے نامہ مبارک بصریٰ کے مقام پر حارث غسانی کو دیا۔ اس نے بیت المقدس میں قیصر روم کو پہنچا دیا۔

قیصر روم کو جب نامہ مبارک ملا تو اس نے دربار منعقد کیا۔ عرب تاجروں کو بلایا جو وہاں تجارت کی غرض سے آئے ہوئے تھے ان میں ابوسفیان بھی تھے جو ابھی دائرہ اسلام میں داخل نہ ہوئے تھے۔ قیصر نے ان کے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ مبارک پڑھا۔ پھر ابوسفیان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان اور اخلاق و عادات کے بارے میں چند سوالات کئے، کچھ حالات و واقعات دریافت کئے پھر اس نے کہا۔

''وہ بے شک پیغمبر خدا ہیں۔ مجھے معلوم تھا کہ پیغمبر آخرالزماں آنے والے ہیں لیکن مجھے یہ امید نہ تھی کہ وہ عرب میں ہوں گے۔''

حضرت عبداللہ بن حزافہؓ شہنشاہ ایران خسرو پرویز کے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ مبارک لے کر گئے۔ خسرو پرویز بڑا متکبر و مغرور بادشاہ تھا۔ اس نے نامہ مبارک پڑھ کر چاک کر دیا۔ حضرت عبداللہ نے واپس آ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ سے آگاہ کیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''مزق کسری ملکہ.'' کسری نے اپنی

Marfat.com

سلطنت کو چاک کر دیا۔

ان ہی دنوں اس کے بیٹے شیرویہ نے اپنی سوتیلی ماں، شیریں کے عشق میں خسرو پرویز کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد چند ہی روز میں سلطنت کے ٹکڑے ہو گئے۔

چاکِ فرمانِ نبی کی ہے سزا چاکِ شکم
دیکھ اے خسروِ پرویز یہ بیداد نہیں

مصر کے بادشاہ مقوقس کے پاس حضرت حاطبؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ مبارک لے کر گئے۔ حضرت حاطبؓ حیرہ کے شاہی خاندان کے فرد تھے اور عیسائیت سے بخوبی واقف تھے۔ مقوقس نے نامہ مبارک پڑھ کر کہا۔ ''اگر واقعی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں تو انہیں چاہئے تھا کہ دعا کرتے اے خدا! مقوقس کو میرا فرمانبردار بنا دے۔ پس میں ان کا دین اختیار کر لیتا۔ تمہیں انہوں نے بلاوجہ یہاں آنے کی زحمت دی۔''

حضرت حاطبؓ نے اس کے جواب میں کہا۔ ''بے شک! لیکن منصب نبوت اگر دعا کرنے سے پورا ہو سکتا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام یقیناً اپنے حواری مختلف قبائل میں نہ بھیجتے۔ گھر بیٹھے دعا کرتے اور ان قبائل کو اپنا مطیع و فرماں بردار بنا لیتے۔ پیشتر ازیں اسی ملک میں فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مذاق اڑایا تھا۔ پھر اس کا جو انجام ہوا سب کو معلوم ہے۔''

مقوقس کو اس کے طنز کا پورا پورا جواب مل گیا تو اس نے موضوع بدل کر کہا۔ ''ہم نے سنا ہے کہ تمہارے نبی کو ان کی قوم نے وطن سے نکال دیا تھا۔ اگر وہ اللہ کے سچے نبی تھے تو انہوں نے اپنے دشمنوں کو بددعا کر کے ہلاک کیوں نہ کر دیا؟''

اس پر حضرت حاطبؓ نے برجستہ کہا۔

''ہمارے نبی کو تو ان کی قوم نے وطن سے نکال دیا تھا مگر آپ کے نبی کو تو ان کی قوم نے بقول آپ کے، صلیب پر چڑھا دیا تھا۔ بددعا کر کے دشمنوں کو ہلاک کرنے کا حق ان کو زیادہ پہنچتا تھا۔''

مقوقس اور اس کے درباری حضرت حاطبؓ کی حاضر جوابی سے بہت متاثر ہوئے۔ مقوقس کو کوئی اور سوال یا طنز کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اس نے ہاتھی دانت کی ایک ڈبیہ منگوائی

Marfat.com

اور نامہ مبارک کو اس میں بند کر کے اسے حفاظت سے رکھنے کا حکم دیا۔ وہ نامہ مبارک اپنی اصلی حالت میں آج بھی قسطنطنیہ میں موجود ہے۔

اس کے بعد مقوقس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک مؤدبانہ خط لکھا اور اس کے ساتھ حسب ذیل تحائف ارسال کئے۔

دو معزز اور شریف لڑکیاں، ماریہ قبطیہ اور سیرین۔ ایک سفید خچر اور کچھ کپڑا۔ لڑکیاں دونوں حقیقی بہنیں تھیں۔ انہوں نے حضرت حاطبؓ کے حسن اخلاق سے متاثر ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے سے پہلے ہی اسلام قبول کر لیا۔

نجاشی، بادشاہِ حبشہ کے پاس عمروؓ بن امیہ گئے۔ نجاشی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ مبارک پڑھ کر اسی وقت کلمہ شہادت پڑھا اور حضرت جعفرؓ طیار کے ہاتھ پر، جو مکہ سے ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے تھے اور ابھی وہیں مقیم تھے، بیعت کر لی۔

رئیس یمامہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نامہ مبارک کے جواب میں لکھا کہ:

''جو کچھ آپ کہتے ہیں، درست ہے۔ اگر آپ حکومت میں میرا کچھ حصہ رکھ لیں تو میں آپ پر ایمان لانے کو تیار ہوں۔''

رئیس شام، حارث غسانی نے آپ کا نامہ مبارک پڑھ کر مسلمانوں کے ساتھ جنگ کی تیاری کا حکم دے دیا چنانچہ موتہ اور تبوک کی مہمیں حارث غسانی ہی کی وجہ سے وقوع میں آئیں۔

☆☆☆

Marfat.com

باب پنجم

اواخر 6ھ تا اوائل 9ھ

خیبر عرب کے ایک زرخیز علاقے کا نام ہے جو مدینہ منورہ سے تقریباً 2 سو میل کے فاصلے پر ہے۔ یہودیوں نے اس علاقے میں کئی مضبوط قلعے بنائے ہوئے تھے، بنونضیر جب مدینہ سے جلاوطن ہوئے تو خیبر میں ہی جا آباد ہوئے تھے۔

عرب کا ایک بڑا بااثر قبیلہ، غطفان خیبر کے نزدیک آباد تھا۔ یہود کے سرداروں نے اسلام کے ساتھ جنگ کرنے کیلئے ان کے ساتھ عہد و پیمان کئے اور دیگر کئی قبائل کے دورے کر کے مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کیلئے ایک بھاری فوج تیار کرنی شروع کر دی۔

مدینہ منورہ کے قریب ذی قرد نامی ایک چراگاہ تھی، جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنیاں چرا کرتی تھیں۔ ایک روز قبیلہ غطفان کے چند آدمیوں نے وہاں چھاپہ مارا، اونٹنیوں کے محافظ کو قتل کر دیا، اس کی بیوی کو گرفتار کر لیا اور تمام اونٹنیاں ہانک کر لے گئے۔ حضرت سلمہؓ بن اکوع کو، جن کی عمر اس وقت تیرہ چودہ سال کی تھی، اس واقعہ کی خبر ہوئی۔ وہ نہایت تیز دوڑنے والے تھے، تیز رفتار گھوڑا بھی ان کو نہیں پہنچ سکتا تھا۔ علاوہ ازیں وہ تیز اندازی میں ایسے ماہر تھے کہ ان کا تیر کبھی خالی نہ جاتا تھا، انہوں نے ایک ٹیلے پر کھڑے ہو کر مسلمانوں کو امداد کیلئے پکارا اور پھر اکیلے ہی حملہ آوروں کے تعاقب میں چل دیئے۔ وہ لوگ اونٹنیوں کو پانی پلا رہے تھے۔ سلمہؓ بن اکوع نے جگہیں بدل بدل کر ان پر تیر برسانے شروع کر دیئے اور اتنے تیر برسائے کہ انہوں نے سمجھا کہ مسلمان ان کے تعاقب میں آ گئے ہیں۔ وہ گھبرا گئے اور اونٹنیاں چھوڑ کر بھاگ گئے۔ سلمہؓ بن اکوع تمام اونٹنیاں ہانک کر لے آئے، اس واقعہ کے تین

Marfat.com

روز بعد غزوۂ خیبر کی ابتدا ہوئی۔

ماہ محرم 7ھ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ غطفان اور یہود سے مبارزت کی غرض سے سولہ سو جانثاروں کو لے کر خیبر کی طرف روانہ ہوئے۔ روانگی سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان کرا دیا کہ اس جنگ میں صرف وہی لوگ شریک ہوں جن کا مقصد خالصتاً جہاد فی سبیل اللہ اور اعلائے کلمۃ الحق ہو۔

راستے میں ایک جگہ صحابہ نے بڑی بلند آواز سے نعرہ ہائے تکبیر لگائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''نعرہ ہائے تکبیر معتدل آواز سے لگاؤ، جس کو تم پکارتے ہو وہ بہرہ نہیں نیز وہ تمہارے بالکل نزدیک ہے کہیں دور نہیں۔''

رجیع کے مقام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑاؤ ڈالا۔ مستورات اور اسباب باربرداری وغیرہ کو وہیں چھوڑا اور خود خیبر کی طرف روانہ ہوئے۔

خیبر میں آٹھ قلعے تھے۔ قلعہ قموص کے سوا باقی قلعے بآسانی فتح ہو گئے۔ قموص بڑا مضبوط قلعہ تھا۔ اس پر بنونضیر قابض تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سر کرنے کیلئے یکے بعد دیگرے کئی صحابہ بھیجے لیکن وہ فتح نہ ہوا، ایک روز شام کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کل صبح میں اس شخص کو علم دوں گا جس کے ہاتھ پر خدا فتح دے گا۔'' صبح ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ علیؓ کہاں ہیں۔ حضرت علیؓ کو آشوب چشم کا عارضہ تھا اور وہ جنگ سے معذور تھے تاہم وہ حاضر ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن مبارک لگایا، ان کی آنکھیں بالکل تندرست ہو گئیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو علم عنایت فرمایا اور ان کے حق میں دعا کی۔ حضرت علیؓ میدان میں پہنچے۔ مخالف سمت سے یہودیوں کا مشہور جنگجو مرحب رجز پڑھتا ہوا بڑی تمکنت سے نکلا۔ وہ زرد رنگ کا مغفر اور اس پر پتھر کا خود پہنے ہوئے تھا (زمانہ قدیم میں پتھر کو درمیان سے کھوکھلا کر کے بطور خود پہنتے تھے) حضرت علیؓ نے رجز خوانی کرتے ہوئے آگے بڑھ کر ذوالفقار کا ایک ایسا وار کیا کہ اس کے خود اور مغفر دونوں کو کاٹتی ہوئی اس کے دانتوں تک اتر گئی۔

مرحب کے مارے جانے کے بعد اس کی فوج نے عام حملہ کر دیا۔ گھمسان کی جنگ

ہونے لگی۔ حضرت ابورافعؓ کی روایت ہے کہ دورانِ جنگ حضرت علیؓ کے ہاتھ سے ڈھال گر گئی، انہوں نے تیزی سے قلعہ کی دیوار سے ایک دروازہ اکھاڑ لیا اور جنگ کے اختتام تک اس سے ڈھال کا کام لیتے رہے۔ قلعہ فتح ہو گیا تو حضرت علیؓ نے وہ دروازہ پھینک دیا۔ ابورافعؓ کا بیان ہے کہ جنگ کے بعد اس دروازے کو آٹھ آدمیوں نے جن میں ایک میں بھی تھا اٹھانا چاہا مگر وہ ہم سے نہ اٹھا۔

خیبر کے تمام قلعے فتح ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس علاقے کی زمین مجاہدین میں تقسیم کر دی۔ اس اثناء میں یہودی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے عرض کیا۔ ''ازراہِ کرم ہمیں یہیں رہنے دیں اور زمین کاشت کرنے کی اجازت مرحمت فرمائیں تاکہ ہمیں حصولِ معاش میں دشواری درپیش نہ ہو۔ ہم پیداوار کا نصف آپؐ کی خدمت میں پیش کر دیا کریں گے۔'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ درخواست منظور فرمائی۔ یہ معاہدہ مخابرہ کے نام سے مشہور ہوا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح خیبر کے بعد چند روز وہیں قیام فرمایا۔ زینب نے جو مرحب کے بھائی سلام کی بیوی تھی، ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت پر بلایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ہاں تشریف لے گئے، اس بدبخت نے آپؐ کے کھانے میں زہر ملا دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لقمے سے زیادہ کچھ نہ کھایا۔ حضرت بشرؓ نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے، سیر ہو کر کھانا کھایا۔ انہیں کھانے میں تلخی محسوس ہوئی جو کہ زہر کی تھی لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھانے سے انکار کرنے اور لقمہ اُگلنے کو سوءِ ادب خیال کر کے کھا گئے۔ واپس آئے تو اسی روز بیمار ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب کو بلا کر پوچھا تو اس نے اپنے جرم کا اقبال کر لیا۔ دو تین روز بعد حضرت بشرؓ فوت ہو گئے لہٰذا زینب ان کے قصاص میں قتل کر دی گئی۔

خیبر سے فارغ ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بغرضِ حفظ ماتقدم وادی قریٰ کی طرف بڑھے، وہاں کے یہودی تیراندازی کرتے نکلے، جنگ ہونے لگی مگر جلد ہی انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور مخابرہ کی شرائط کے مطابق صلح کر لی۔

خیبر کے نزدیک ایک بستی تھی جس کا نام فدک تھا۔ جب وہاں کے رہنے والوں نے

Marfat.com

خیبر اور وادی قریٰ کا حال سنا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کہلا بھیجا کہ ہم اہل خیبر کی شرائط کے مطابق آپ کے ساتھ صلح کرنے کیلئے تیار ہیں لہٰذا فدک کے باشندوں کے ساتھ مزاحمت اور جنگ و جدل کے بغیر مخابرہ طے ہو گیا۔

ذی قعدہ 7ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صلح حدیبیہ کے مطابق عمرہ ادا کرنے کیلئے مدینہ سے روانہ ہوئے۔ آپؐ نے اعلان کرا دیا کہ جو اصحاب صلح حدیبیہ کے موقع پر موجود تھے ان میں سے کوئی پیچھے نہ رہے۔ جب مکہ آٹھ میل دور رہ گیا تو تلوار کے سوا باقی تمام آلاتِ حرب وہاں چھوڑے، ان کی حفاظت کیلئے دو سو سوار متعین فرمائے اور وہیں سے لبیک لبیک پکارتے ہوئے حرم کی طرف چلے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹ کی مہار پکڑے آگے آگے رجز خوانی کرتے ہوئے چلے۔

قریش مکہ کو جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی اطلاع ملی تو شہر سے باہر نکل گئے۔ کچھ لوگ دارالندوہ میں پناہ گزین ہوئے۔ قریش نے مشہور کر رکھا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ کرام تنگی و عسرت اور مشقت کی وجہ سے بہت کمزور ہو چکے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب شہر میں داخل ہوئے تو قریش اُٹھ اُٹھ کر آپ کو دیکھنے لگے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں داخل ہوئے، احرام کی چادر کا ایک حصہ دائیں بغل میں دبایا اور دوسرا حصہ بائیں کندھے پر ڈال کر داہنا بازو چادر سے باہر نکال دیا۔ حجر اسود کو بوسہ دیا اور پھر طواف کیا۔ پہلے تین پھیروں میں پہلوانوں کی طرح اکڑتے ہوئے آہستہ آہستہ دوڑے، باقی چار چکروں میں معمولی رفتار سے چلے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ کو اسی طرح طواف کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ سب نے اسی طرح طواف کیا۔ آج تک طواف کرنے کا یہی طریقہ رائج ہے اور یہی مسنون ہے۔

طواف کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صفا اور مروہ کی سعی کی اور احرام کھول دیا۔ دوسرے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز ظہر تک کعبہ میں رہے، حضرت بلالؓ نے نماز ظہر کی اذان دی۔ تمام صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں نماز ادا کی۔

معاہدے کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تین روز مکہ میں ٹھہرے، چوتھے روز وہاں سے کوچ فرمایا، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے چلنے لگے تو حضرت حمزہؓ کی چھوٹی

بیٹی امامہ دوڑتی ہوئی اور چچا چچا پکارتی ہوئی آئی۔ حضرت علیؓ نے اسے اپنے ہاتھوں میں اٹھالیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو آپؐ نے اسے حضرت اسماءؓ کی گود میں دے دیا جو کہ امامہ کی خالہ تھیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رؤسائے عرب کے نام پیامِ حق کے جو دعوت نامے بھجوائے تھے، ان میں حاکم بصریٰ کے نام بھی ایک خط لکھوایا تھا جسے حضرت حارث بن عمیرؓ لے کر گئے تھے۔ شام کے سرحدی علاقے میں عرب کا ایک عیسائی قبیلہ آباد تھا جو قیصر روم کے ماتحت تھا۔ اس کے سردار شرجیل بن عمرو نے حارثؓ کو قتل کروا دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس واقعہ کی اطلاع ملی تو آپؐ نے ان کے قصاص کیلئے تین ہزار صحابہ کی فوج زید بن حارثہؓ کی کمان میں شام کی طرف روانہ فرمائی۔ حجۃ الوداع تک خود بنفس نفیس اس لشکر کے ساتھ گئے اور وہاں سے رخصت فرماتے ہوئے فرمایا:

''اگر زید بن حارثہؓ شہید ہو جائیں تو حضرت جعفرؓ، اگر انہیں بھی جام شہادت نصیب ہو تو عبداللہؓ بن رواحہ فوج کی کمان سنبھالیں۔ اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو مسلمان جس کو چاہیں اپنا امیر بنالیں۔''

نیز فرمایا:۔ ''اگر وہ لوگ اسلام قبول کرلیں تو ان سے کسی قسم کا تعرض نہ کیا جائے۔''

جب اسلامی لشکر معان کے مقام پر پہنچا تو خبر ملی کہ شرجیل نے مقابلہ کیلئے ایک لاکھ کی فوج جمع کی ہے۔ علاوہ ازیں ہرقل یعنی قیصر روم بے شمار فوج لے کر شرجیل کی امداد کیلئے آرہا ہے۔ یہ خبر سن کر بعض اصحاب نے مشورہ دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان حالات سے آگاہ کر کے حکم کا انتظار کیا جائے۔ اس پر عبداللہؓ بن رواحہ کھڑے ہو گئے اور تمام لشکر کے سامنے مختصر سی ایک تقریر کی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

''ہم لوگ درحقیقت جامِ شہادت کے طلب گار ہیں۔ فتح ہمارا اصل مقصد نہیں، شہادت نصیب ہو یا فتح ان میں سے ایک سعادت تو یقیناً ہمیں حاصل ہوگی۔''

عبداللہ بن رواحہؓ کی تقریر سے فوج کے حوصلے بلند ہو گئے۔ موتہ کے مقام پر شرجیل کے لشکر سے مقابلہ ہوا۔ حضرت زیدؓ جھنڈا لہراتے ہوئے دشمنوں کی صفوں پر حملہ آور ہوئے اور بیسیوں کو تہ تیغ کیا۔ دشمن نے تین طرف سے یکبارگی ان پر تیروں کی بارش کر دی اور انہیں

Marfat.com

شہید کر دیا۔

حضرت جعفرؓ نے علم اپنے ہاتھ میں لیا اور ایسی دلیری و بے جگری سے دشمن پر حملہ کیا کہ ان کی صفوں میں تہلکہ مچ گیا۔ دشمن نے چہار جانب سے ان پر حملہ کر دیا۔ وہ گھر گئے تاہم جوانمردی سے مقابلہ کرتے رہے حتیٰ کہ ان کے دونوں بازو کٹ گئے اور وہ گھوڑے سے گر کر شہید ہو گئے۔ حضرت جعفرؓ کے بعد عبداللہ بن رواحہؓ نے علم سنبھالا اور وہ بھی بڑی دلیری اور بہادری سے لڑتے ہوئے شہادت پا گئے۔

حضرت عبداللہؓ کے بعد لوگوں نے متفقہ طور پر حضرت خالد بن ولیدؓ کو امیر چن لیا۔ انہوں نے نہایت بہادری، جوانمردی اور تدبر سے کام لیتے ہوئے دشمنوں پر ایسے بھرپور اور پے در پے حملے کئے کہ ان کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ شام سے پہلے ہی میدان سے بھاگ گئے۔

جنگ موتہ میں بارہ صحابی شہید ہوئے۔ عین اس وقت جبکہ موتہ کے میدان میں جنگ زوروں پر تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو مسجد نبوی میں بلایا اور منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ اسلامی لشکر کو اللہ تعالیٰ نے فتح دی، مگر زید بن حارثہؓ، حضرت جعفرؓ اور عبداللہ بن رواحہؓ یکے بعد دیگرے جام شہادت پی گئے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ یہ خبر سناتے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ آپؐ نے فرمایا کہ ان تینوں کی شہادت کے بعد سیف اللہ یعنی خالد بن ولیدؓ نے علم سنبھالا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں دشمنوں پر غلبہ عطا فرمایا نیز آپؐ نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جعفرؓ کو خون میں رنگے ہوئے دو پر مرحمت فرمائے ہیں جن کے ساتھ وہ جنت میں اڑتے پھرتے ہیں۔ اس روز سے لوگ حضرت خالد بن ولیدؓ کو سیف اللہ کے لقب سے اور حضرت جعفرؓ کو طیار کے لقب سے یاد کرنے لگے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ سے روایت ہے کہ اس روز ان کے ہاتھ میں نو تلواریں ٹوٹیں۔

صلح حدیبیہ کی شرائط کے تحت قبیلہ بنوخزاعہ نے مسلمانوں کے ساتھ اور بنوبکر نے قریش کے ساتھ معاہدہ کر لیا تھا۔ ان دونوں قبیلوں میں مدت سے دشمنی چلی آ رہی تھی۔ بنوبکر نے ایک روز اچانک بنوخزاعہ پر حملہ کر دیا۔ قریش نے ان کے حلیف ہونے کی وجہ سے اعلانیہ ان کا ساتھ دیا۔ بنوخزاعہ نے بھاگ کر حرم کعبہ میں پناہ لی لیکن بنوبکر نے وہاں بھی ان کو امان نہ دی۔

Marfat.com

بنوخزاعہ کے چند آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، انہوں نے بنوبکر کے مظالم کی داستان سنائی اور معاہدے کے مطابق امداد چاہی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اطمینان دلایا، قریش کے پاس اپنا قاصد بھیجا اور تین شرطیں پیش کیں کہ ان میں سے کوئی ایک منظور کرلیں:

1۔ بنوخزاعہ کے مقتولین کا خون بہا ادا کریں۔

2۔ قریش بنوبکر کی حمایت سے دستبردار ہو جائیں

3۔ اعلان کردیں کہ حدیبیہ کا معاہدہ منسوخ ہوگیا۔

قاصد نے جب قریش کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش کردہ شرطیں سنائیں تو انہوں نے فوراً کہہ دیا۔ ''ہمیں تیسری شرط منظور ہے۔'' قاصد واپس آ گیا۔ اس کی روانگی کے بعد غالباً انہیں اپنی حماقت کا احساس ہوا، انہوں نے ابوسفیان کو بغرضِ تجدید معاہدہ مدینہ بھیجا۔ ابوسفیان نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر تجدید معاہدہ کی درخواست کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے، کوئی جواب نہ دیا۔ ابوسفیان نے حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت علیؓ سے یکے بعد دیگرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تجدید معاہدہ کیلئے سفارش کرنے کو کہا مگر انہوں نے ایسا کرنے سے انکار کردیا۔

قریش نے چونکہ صلح حدیبیہ کا معاہدہ توڑ دیا تھا لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ممکن احتیاط سے تاکہ قریش کو خبر نہ ہونے پائے، مکہ کی طرف خروج کی تیاری شروع کردی۔ حاطب بن ابی بلتعہؓ، جو عزیز مصر کے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ مبارک لے کر گئے تھے، ایک بدری صحابی تھے۔ انہوں نے ایک رقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مکہ پر حملہ کی تیاری کا حال لکھ کر سارہ نامی ایک کنیز کے ہاتھ مکہ روانہ کردیا۔ مخبر حقیقی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع دے دی۔

آپؐ نے حضرت علیؓ، حضرت مقدادؓ اور حضرت ابومرثد غنویؓ کو بھیجا اور فرمایا کہ اس عورت سے وہ رقعہ چھین کر لے آئیں، وہ گئے اور انہوں نے سارہ کو راستے میں جالیا۔ اس کی تلاشی لی مگر رقعہ نہ ملا۔ حضرت علیؓ کہنے لگے یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں کہ سارہ رقعہ لے کر جارہی ہے اور وہ رقعہ نہ ملے۔ جب انہوں نے ڈرایا دھمکایا تو اس

Marfat.com

نے اپنے جوڑے میں سے رقعہ نکال کر دیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حاطبؓ کو بلا کر اس قسم کا رقعہ لکھنے کا سبب دریافت فرمایا تو انہوں نے کہا:

''مکہ میں میرے چند عزیز رشتہ دار ہیں۔ ان کی بھلائی کی خاطر میں نے چاہا کہ اہل مکہ پر احسان کر دوں۔'' رحمتہ للعالمین نے ان کا عذر قبول فرمایا اور انہیں معاف کر دیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے 10 رمضان المبارک 8ھ کو دس ہزار کے لشکر جرار کے ساتھ مکہ کا رخ فرمایا۔ اتحادی قبائل راستے میں شامل ہوتے گئے۔ جب قریش کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی خبر ہوئی تو انہوں نے ابوسفیان، حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقاء کو تحقیق حال کے لئے بھیجا۔ رات کا وقت تھا، خیمہ نبویؐ کے محافظین نے ابوسفیان کو پہچان لیا لہٰذا ان تینوں کو گرفتار کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کر دیا۔

ابوسفیان نے شروع سے لے کر اب تک اسلام کی مخالفت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عداوت و دشمنی کے ایسے ایسے کام کئے تھے کہ مجاہدین میں سے ہر ایک اس کے قتل کا متقاضی تھا۔ حضرت عمرؓ سے ضبط نہ ہو سکا، عرض کیا:

''کفر کے استیصال کا وقت آن پہنچا۔ اجازت ہو تو ابوسفیان کا سر اڑا دوں۔'' اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عفو و کرم آڑے آیا۔ آپؐ نے فرمایا:

''اے ابوسفیان، کیا اب بھی تمہیں یقین نہیں آیا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ بت خود بے بس اور بے اختیار ہیں۔''

ابوسفیان کہنے لگا۔ ''اگر بتوں کے اختیار میں کچھ ہوتا تو وہ ضرور ہماری مدد کرتے۔ بے شک اللہ واحد و لاشریک ہے اور وہی عبادت کے لائق ہے۔'' پھر اس نے کلمہ شہادت پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ لشکر اسلام ابوسفیان کے سامنے سے گزرے، جب تمام لشکر اس کے سامنے سے گزر چکا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان سے فرمایا۔ ''تم مکہ چلے جاؤ اور قریش کو مطلع کر دو کہ مسلمانوں کو ان کا خون حلال اور ان کا مال و متاع مباح ہے کیونکہ انہوں نے عہد شکنی کی ہے۔ صلح حدیبیہ کی شرائط کے خلاف انہوں نے

Marfat.com

بنوبکر کی امداد کی حتیٰ کہ حرم کعبہ میں بھی بنوخزاعہ کو امان نہ دی۔ بایں ہمہ جو شخص اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے گا یا خانہ کعبہ میں یا تمہارے (ابوسفیان کے) گھر میں پناہ لے گا، اس سے کوئی تعرض نہ ہوگا۔"

ابوسفیان کا پیٹ ایک بڑے کپے کی طرح پھولا ہوا تھا۔ جب اس نے مکہ پہنچ کر قریش کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام بآوازِ بلند سنایا تو اس کی بیوی ہندہ آگ بگولا ہوگئی، غصے سے بھری ہوئی گھر سے باہر نکل آئی اور کہنے لگی:

"اس چربی کے کپے کو قتل کر دو۔ جنگ پر آمادہ کرنے کی بجائے یہ کہتا ہے کہ گھروں میں محصور ہو جاؤ، اندر سے دروازے بند کر لو اور اپنی جانیں بچاؤ۔" جب اس نے دیکھا کہ کوئی شخص بھی ابوسفیان کے قتل کیلئے نہیں نکلا تو وہ خود اسے قتل کرنے کو آگے بڑھی مگر لوگوں نے اسے ایسا نہ کرنے د

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کے قریب پہنچ کر حضرت خالد بن ولیدؓ کو حکم دیا کہ وہ فوجوں کے ساتھ مکہ کے زیریں حصہ سے آئیں، خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بالائی حصہ سے مکہ میں داخل ہوئے۔ علم نبوی مقام حجون پر نصب کیا اور فرمایا کہ کسی شخص پر خود تلوار نہ اٹھائی جائے۔ شہر میں اعلان کرا دیا کہ جو شخص اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے گا یا خانہ کعبہ میں یا ابوسفیان کے گھر پناہ لے گا اسے امن دیا جائے گا۔

اعلانِ امن کے باوجود قریش کے ایک گروہ نے خالدؓ کی فوج پر تیر برسائے جس کی وجہ سے تین صحابی شہید ہو گئے۔ حضرت خالدؓ بن ولیدؓ کو مجبوراً ان پر حملہ کرنا پڑا۔ وہ شکست کھا کر بھاگ گئے اور تیرہ لاشیں اپنے پیچھے چھوڑ گئے۔

کعبہ میں تین سو ساٹھ بت لوہے اور رانگ سے مضبوط کر کے لگائے ہوئے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حرم میں داخل ہوئے:

جآء الحق و ذھق الباطل ان الباطل کان ذھوقا پڑھتے اور ایک چھڑی سے ان کو ٹھکراتے جاتے تھے اور وہ بت مضبوطی کے باوجود زمین پر اوندھے گرتے جاتے تھے، بعد میں وہ تمام بت کعبہ سے باہر نکال دیئے گئے۔

جب حرم کعبہ شرک کی تمام آلائشوں سے پاک ہو گیا تو آپؐ نے کعبہ کے کلید بردار،

Marfat.com

عثمان بن طلحہ سے کلید کعبہ طلب فرمائی، دروازہ کھلوایا اور اندر داخل ہو کر تکبیریں کہیں۔ عثمان بن طلحہ وہی کلید بردار کعبہ تھے جن سے نبوت کے ابتدائی ایام میں ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کلید طلب کی تو انہوں نے دینے سے انکار کر دیا تھا۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ ''عثمان دیکھنا یہ چابی ایک روز میرے ہاتھ میں ہو گی۔ میں جسے چاہوں گا دوں گا۔''

اس پر عثمان نے کہا تھا۔ ''اس روز قریش تباہ و برباد اور ذلیل و خوار ہو جائیں گے۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''ایسا نہیں بلکہ وہ زیادہ معزز و ممتاز ہوں گے۔''

اب جب مکہ فتح ہو گیا تو کلید کعبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اختیار میں تھی جسے چاہتے دیتے مگر رحمۃ للعالمین نے عثمان بن طلحہ ہی کو واپس عطا کر دی اور فرمایا:

''لو یہ (چابی) ہمیشہ کیلئے بطور وراثت اے ابی طلحہ کی اولاد تم سے یہ کوئی نہ چھینے گا مگر وہی جو ظالم ہو گا۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہ کلید اگر کسی اور شخص کو عطا کر دیتے تو یہ کہنے کی گنجائش تھی کہ چونکہ عثمان بن طلحہ نے ایک دفعہ اس کے دینے سے انکار کیا تھا لہٰذا اس رنجش کی وجہ سے انتقاماً آپؐ نے اس سے چھین کر غیر کو دے دی۔ سبحان اللہ! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق عظیم کی دنیا بھر میں مثال نہیں۔

حرمِ کعبہ میں بہت لوگ جمع ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مخاطب کر کے ایک مختصر سا خطبہ دیا جس میں فرمایا:

''بیشک اللہ جل وعلیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس کا کوئی شریک نہیں، وہ واحد و لاشریک ہے۔ اس نے اپنا وعدہ پورا کیا۔ اپنے بندے کی مدد فرمائی اور تنہا تمام گروہوں کو شکست دی۔ اے قریش! جاہلیت کا تکبر و افتخار اللہ تعالیٰ نے مٹا دیا۔ تمام لوگ آدمؑ کی نسل سے ہیں اور آدم مٹی سے ہے۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں بحیثیت فاتح داخل ہوئے تھے۔ اہل مکہ کافر تھے، انہوں نے بنوخزاعہ پر حملہ کر کے معاہدہ کی خلاف ورزی بھی کی اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تین شرائط ان کے سامنے پیش کیں کہ بنوخزاعہ کے مقتولین کا خون بہا ادا کریں،

Marfat.com

قریش بنوبکر کی حمایت سے دستبردار ہو جائیں یا اعلان کر دیں کہ حدیبیہ کا معاہدہ منسوخ ہو گیا تو انہوں نے تیسری شرط منظور کی تھی یعنی حدیبیہ کا معاہدہ منسوخ کر دیا۔ اس طرح آمادۂ جنگ ہو کر وہ حربی کافر قرار پائے۔ علاوہ ازیں قریش کے ایک گروہ نے خالد بن ولیدؓ کے دستے پر حملہ کر کے تین مسلمانوں کو شہید کر دیا تھا لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اگر تمام اہل مکہ کو تہ تیغ کرنے یا مردوں کو غلام اور عورتوں کو کنیزیں بنانے کا حکم صادر فرماتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم قانوناً حق بجانب تھے۔

اس وقت وہ لوگ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو (نعوذ باللہ) گالیاں دیا کرتے تھے، وہ لوگ جنہوں نے بڑی بڑی گستاخیاں کی تھیں، گندہ دہنی اور ٹھٹھے کئے تھے، وہ لوگ جو آپؐ کی راہ میں کانٹے بچھایا کرتے تھے، آپ کو پتھر مارا کرتے تھے، وہ لوگ جنہوں نے اسلام قبول کرنے والوں کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچائی تھیں، جو اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھنے والوں کو دہکتے کوئلوں پر لٹا کر ان کے سینوں پر بھاری پتھر رکھ دیتے تھے، وہ لوگ جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کے خفیہ منصوبے تیار کئے تھے، جو دن رات اسلام کو مٹانے کی تدبیریں سوچا کرتے تھے، جنہوں نے بار بار مدینہ پر حملہ کیا تھا، سبھی موجود تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف دیکھا اور پر رعب لہجے میں کہا۔ ''تمہیں معلوم ہے کہ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کرنے والا ہوں؟''

ان لوگوں نے بے شک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت سے سخت تکلیفیں پہنچائی تھیں، آپؐ کو بے حد ستایا تھا، آپؐ کے ماننے والوں پر جور و ظلم کئے تھے مگر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ حسنہ اور حسن سلوک سے بخوبی واقف تھے، کہنے لگے:

''آپؐ شریف بھائی اور شریف برادر زادے ہیں۔''

تمام اہل مکہ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے کیونکہ آپؐ مکہ میں بحیثیت فاتح داخل ہوئے تھے مگر رحمتہ للعالمین نے فرمایا:

"لاتثریب علیکم الیوم." یعنی آج تم لوگوں پر کوئی الزام نہیں، تم آزاد ہو۔ کوئی شخص تم سے کسی قسم کا تعرض نہ کرے گا، تمہیں غلام اور تمہاری عورتوں کو لونڈیاں نہیں بنایا جائیگا۔ اسی وجہ سے اہل مکہ کو طلقاء یعنی آزاد کردہ غلام کہتے ہیں۔

Marfat.com

ازاں بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقامِ صفا میں ایک بلند جگہ پر بیٹھ گئے۔ لوگ جوق در جوق بیعت کیلئے آنے لگے، مرد بیعت کر چکے تو مستورات کی باری آئی، ان میں ہندہ ابوسفیان کی بیوی جس نے حضرت حمزہؓ کا پیٹ چاک کر کے اور کلیجہ نکال کر چبایا تھا وہ بھی حاضر ہوئی۔ وہ نقاب پہنے ہوئے تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پہچان لیا لیکن فرطِ کرم سے اس کو کچھ نہ کہا۔

بیشتر قبائل کا یہ عقیدہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کو کبھی فتح نہ کر سکیں گے لیکن اگر مکہ فتح ہو گیا تو اس کا یہ مطلب ہو گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بلاشبہ خدا کے سچے رسول ہیں۔ لہٰذا فتح مکہ کے بعد اکثر قبائل نے اسلام قبول کر لیا لیکن قبیلہ ہوازن اور ثقیف نے الٹا یہ خیال کیا کہ قریش کے بعد اب ہماری باری ہے۔ انہوں نے ان مسلمانوں پر جو ابھی مکہ میں تھے، حملہ کرنے کی تیاری شروع کر دی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے ارادے کی خبر ملی تو آپؐ نے تحقیق حال کیلئے ایک صحابی کو بھیجا جنہوں نے کئی روز ان کی فوجوں میں رہ کر حالات معلوم کئے۔ واپس آ کر انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حقیقت حال سے آگاہ کیا اور بتایا کہ انہوں نے وادی حنین میں مناسب اور موزوں مقامات پر قبضہ کر لیا ہے۔ ان کی تعداد بیس ہزار ہے۔ وہ اہل وعیال، چوپائے (بھیڑ بکریاں، اونٹ وغیرہ) اور مال ومتاع سب کچھ ساتھ لے کر میدان میں آئے ہیں۔ اس سے ان کا مقصد یہ ہے کہ وہ یا فاتح ہوں گے یا اپنی جان کے ساتھ اپنی ہر چیز قربان کر دیں گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مجبوراً ان کے مقابلے کی تیاری کرنی پڑی۔ ماہ شوال 8ھ میں بارہ ہزار کا لشکر جس میں دو ہزار طلقاء تھے، حنین کی طرف بڑھا۔ حنین مکہ اور طائف کے درمیان ایک وادی کا نام ہے۔ اسے اوطاس بھی کہتے ہیں۔ کثرتِ تعداد کی وجہ سے بعض مسلمانوں کی زبان سے بے اختیار یہ الفاظ زبان سے نکل گئے کہ ''آج ہم پر کوئی غالب نہیں آ سکتا، ہوازن اور ثقیف کیا شے ہیں!''

اللہ تعالیٰ کو تکبر وغرور ہرگز پسند نہیں، وہ اپنے نیک بندوں کو ان کی کسی غلطی وسہو پر فوراً گرفت کرتے ہیں تاکہ انہیں اپنی غلطی کا احساس ہو اور آئندہ کوئی ایسی غلطی نہ کریں۔ حضرت آدم علیہ السلام نے گندم کا ایک دانہ کھا لیا تو اسی وقت جنت سے نکال دیئے گئے۔ حضرت

Marfat.com

یوسف علیہ السلام نے ساقی کو صرف اتنی سی بات کہی کہ کبھی موقعہ ہو تو بادشاہ سے میرے متعلق کہنا کہ وہ بے گناہ مقید ہے۔ اسی وقت تہدید نازل ہوئی کہ اچھا اب تمہیں ہماری ضرورت نہیں۔ ان کی قید کی میعاد بھی بڑھ گئی۔

بخلاف اس کے عام آدمی کو اور بالخصوص ایسے افراد کو جو ضمیر کی آواز نہیں سنتے اور اس کی پروا نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ بڑی بڑی مہلت دی ہے۔ فرعون کو خدائی دعویٰ کے باوجود نصف صدی سے زیادہ مہلت دی گئی۔ ہامان اور قارون مدتوں تک مست مئے پندار رہے، انہیں کوئی گرفت نہ ہوئی، حضرت نوح علیہ السلام اپنی مغرور و متکبر قوم کو پیغام حق سناتے اور عذاب الٰہی سے ڈراتے رہے اور وہ لوگ کہتے رہے۔ ''اے نوح! جس عذاب سے تم ہمیں ڈراتے ہو وہ ہم پر لے آؤ۔'' مگر اس کے باوجود کم و بیش چھ سو سال تک ان پر کوئی عذاب نازل نہ ہوا۔

المختصر اللہ تعالیٰ اپنے نیک فرمانبردار بندوں کو ان کی کسی معمولی سی کوتاہی و سہو پر فوراً سرزنش کرتے ہیں۔ غزوۂ حنین میں لشکر اسلام کا اپنی تعداد کو دیکھ کر تکبر کرنا اللہ تعالیٰ کو پسند نہ آیا لہٰذا جب انہوں نے صبح کے وقت دشمن کی فوج پر حملہ کیا تو وہ شکست کھا کر پسپا ہوئی۔ مسلمان مالِ غنیمت پر ٹوٹ پڑے، دشمن کے تیرانداز اِدھر اُدھر گھاٹیوں اور دروں میں چھپے بیٹھے تھے، انہوں نے موقع دیکھ کر ان پر تیر برسانے شروع کر دیئے۔

ویوم حنین اذا اعجبتکم کثر تکم فلم تغن عنکم شیئاً وضاقت علیکم الارض بما رحبت ثم ولیتم مدبرین.

''اور حنین کے دن کو یاد کرو جب تمہاری کثرت نے تم کو مغرور کر دیا تو کوئی شے تمہارے کام نہ آئی اور زمین تم پر تنگ ہو گئی جو اتنی کشادہ ہے پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگے۔''

غزوہ حنین میں کچھ ایسے طلقاء بھی شریک تھے جو ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے۔ شرکت سے ان کا مقصد صرف یہ تھا کہ عین جنگ میں مسلمانوں کو دھوکہ دیں۔ صحیح مسلم میں ہے کہ ام سلیمؓ نے جو اس جنگ میں شریک تھیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ ان طلقاء کو قتل کرا دیجئے، یہ شکست ان کی ہی وجہ سے ہوئی ہے۔

Marfat.com

امام نووی لکھتے ہیں کہ جب دشمن کی طرف سے تیروں کی بارش ہونے لگی تو مکہ کے طلقاء جو بیشتر منافق تھے اور مشرکین جو ابھی ایمان نہ لائے تھے مگر دل سے چاہتے تھے کہ مسلمانوں کو شکست ہو، بھاگنے لگے۔ صاحب روح المعانی کا بیان ہے کہ سب سے پہلے طلقاء مکر وفریب سے پسپا ہوئے، اس سے مسلمانوں میں بے ترتیبی اور بدنظمی کی صورت پیدا ہوگئی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب قبیلہ ہوازن کے استیصال کیلئے روانہ ہوئے تو شیبہ بن عثمان محض اس ارادے سے ساتھ ہولیا کہ موقع ملے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو (نعوذ باللہ) شہید کر دے اور اس طرح اپنے باپ کا انتقام لے جو کہ غزوۂ احد میں قتل ہوا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک جگہ خچر سے اترے تو شیبہ نے موقع دیکھ کر آپؐ پر تلوار کا وار کرنا چاہا۔ اسی وقت آگ کا ایک شعلہ نمودار ہوا جو اسے اپنی لپیٹ میں لینے ہی لگا تھا کہ اس نے فریاد کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ کر فرمایا۔ ''میرے نزدیک آ۔''

جب وہ نزدیک آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھا اور دعا کی۔ شیبہ کا بیان ہے کہ اسی وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے لئے دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کا ذمہ خود لیا ہوا تھا لہٰذا اس میں شک نہیں کہ آپ کو کسی قسم کا کوئی خطرہ نہ تھا لیکن شیبہ کی شمولیت تو نیک نیتی سے نہ تھی، کم وبیش یہی کیفیت دیگر طلقاء کی تھی۔

لہٰذا کچھ دیر کیلئے وہ فتح شکست میں بدل گئی۔ صحیح بخاری میں آتا ہے کہ سب لوگ بھاگ گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تنہا رہ گئے۔ آپؐ نے دائیں طرف اور پھر بائیں طرف نگاہ کر کے دو دفعہ پکارا۔ ''یامعشر الانصار'' دونوں دفعہ جواب آیا۔ ''ہم حاضر ہیں۔'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سواری سے اترے اور پرجلال لہجے میں فرمایا۔ ''میں خدا کا پیغمبر ہوں، یہ جھوٹ نہیں ہے۔'' پھر حضرت عباسؓ کو ارشاد فرمایا کہ مہاجرین وانصار کو پکارو۔ انہوں نے بآواز بلند کہا۔ ''یامعشر الانصار یااصحاب الشجرۃ'' یہ آواز سن کر بھاگنے والے رک گئے اور ایک جگہ جمع ہو کر ایسے جوش اور بے جگری سے دشمن پر حملہ آور ہوئے کہ جنگ کا رخ بدل گیا۔ کفار میدان چھوڑ کر بھاگے۔ ان میں سے بیشتر نے طائف میں جا کر دم لیا۔ چھ ہزار افراد

Marfat.com

گرفتار ہوئے۔ چوبیس ہزار اونٹ، چالیس ہزار سے زیادہ بکریاں اور چار ہزار اوقیہ چاندی بطور غنیمت دستیاب ہوئی۔

یہاں سے فتح یاب ہو کر لشکر اسلام نے طائف کا رخ کیا۔ طائف کا قلعہ نہایت مضبوط تھا۔ اس کے گرد فصیل تھی اور دبابہ و منجنیق وغیرہ جیسے آلاتِ حرب سے آراستہ تھا۔ بنی ثقیف وہاں آباد تھے۔ وہ بڑے بہادر اور جنگ جو تھے، اور عرب کے ہم پلہ شمار ہوتے تھے۔ ان کے سردار عروہ بن مسعود کی شادی ابوسفیان کی بیٹی کے ساتھ ہوئی تھی۔ کفارِ مکہ کہا کرتے تھے کہ قرآن پاک اگر اللہ کا کلام ہے تو اسے مکہ یا طائف کے کسی رئیس پر اترنا چاہئے تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین کے جنگی قیدی اور مالِ غنیمت کو جعرانہ کے مقام پر چھوڑا، خود طائف کی طرف بڑھے اور شہر کا محاصرہ کر لیا۔ بیس روز تک جنگ نے طول پکڑا۔ نوفل بن معاویہ جو ایک جہاندیدہ اور دانا آدمی تھا، اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔

''طائف والوں کی مثال ایسی ہے جیسے ایک لومڑی خوفزدہ ہو کر بھٹ میں گھس جائے، کوشش کی جائے تو وہ پکڑی جائے گی۔ لیکن اگر اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے تو اس کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں۔'' نوفل کے مشورے کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے محاصرہ اٹھا لینا مناسب خیال فرمایا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے جعرانہ تشریف لائے اور مالِ غنیمت کی تقسیم شروع کی۔ مالِ غنیمت کے پانچ حصے کئے گئے۔ ایک حصہ بیت المال کیلئے اور باقی چار حصے فوجیوں میں تقسیم کر دیئے گئے۔ ہر پیدل کے حصے میں چار اونٹ اور چالیس بکریاں اور سوار کے حصے میں بارہ اونٹ اور ایک سو بیس بکریاں آئیں۔

غزوۂ حنین میں مکہ کے بہت سے ایسے رؤسا بھی شامل تھے جو نومسلم تھے مثلاً ابوسفیان، حکیم بن حزام، سہل بن عمرو، صفوان بن امیہ وغیرہم۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے نومسلموں کو مالِ غنیمت میں سے ایک ایک سو اونٹ اور کئی کئی بکریاں اور کافی مقدار میں چاندی عطا فرمائی۔

قریش پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اکرامات کو دیکھ کر بیشتر انصار کے دل میں طرح

طرح کے خیالات آنے لگے۔ بعض نے کھلے لفظوں میں کہہ دیا کہ ''مشکلات میں ہماری یاد ہوتی ہے۔ مگر مالِ غنیمت اوروں کو دیا جاتا ہے۔ خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قریش سے مل گئے۔''

سعد بن عبادہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے انصار کی بدگمانی کا تذکرہ کر دیا اور بتایا کہ وہ کس قسم کی باتیں کر رہے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت ایک خیمہ نصب کرایا اور انصار کو وہاں بلا کر ان سے دریافت فرمایا کہ کیا تم لوگوں نے ایسا کہا ہے؟

صحیح بخاری میں ہے کہ انصار نے عرض کیا۔ ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے جو سنا وہ صحیح ہے۔'' اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نہایت مختصر مگر جامع و مانع تقریر کی۔ آپؐ نے فرمایا:

''اے گروہ انصار کیا میں نے تمہیں گمراہ نہ پایا۔ پس اللہ نے میرے ذریعے تم کو ہدایات دی اور تم پراگندہ تھے پس اللہ نے میرے ذریعے سے تمہیں متفق کر دیا۔ اور تم مفلس تھے پس اللہ نے میرے ذریعے سے تمہیں دولت مند بنا دیا۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر جملے پر انصار کہتے جاتے تھے۔

''خدا اور رسول کا احسان سب سے بڑھ کر ہے۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ ''یوں نہیں تم جواباً یہ کہو:

''آپ ہمارے پاس آئے۔ جب لوگوں نے (آپ کو) جھٹلا دیا۔ پس ہم نے آپ کی تصدیق کی اور جب چھوڑ دیا تو ہم نے آپ کی مدد کی اور جب وطن بدر کر دیا تو ہم نے آپ کو پناہ دی اور آپ مفلس تھے تو ہم نے آپ کو آسودہ حال بنایا۔''

''تم اس طرح کہتے جاؤ اور میں جواب میں کہتا جاؤں گا کہ ''تم سچ کہتے ہو'' مگر اے انصار کیا تم دنیا کی حقیر شے کی وجہ سے رنجیدہ ہو گئے، کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ لوگ اونٹ اور بکریاں لے کر گھروں کو جائیں اور تم محمد کو لے کر اپنے گھروں کو جاؤ۔''

Marfat.com

اس پر تمام انصار پر رقت طاری ہوگئی۔ ابوسعید خدری کہتے ہیں کہ وہ سب رونے لگے اور بے اختیار بولے:

''ہمیں صرف محمدؐ کی ضرورت ہے، ہمیں صرف محمدؐ کی ضرورت ہے۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بعد خیمے سے باہر چلے گئے مگر انصار دیر تک وہاں بیٹھے اپنی نادانی پر روتے رہے۔

اسیرانِ حنین میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی والدہ حضرت حلیمہ سعدیہ کے قبیلے کے چند افراد بھی تھے۔ اس قبیلے کا رئیس، زبیر، چند لوگوں کو ساتھ لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کیا کہ ان قیدیوں میں حضورؐ کی رضاعی والدہ کی بہنیں اور کئی دیگر رشتہ دار بھی ہیں۔ آپؐ نے تو ہمارے خاندان کا دودھ پیا ہے، اس تعلق سے ہمیں آپؐ سے بڑی توقعات ہیں، لہٰذا التماس ہے کہ اگر آپؐ ان اسیروں کو رہا کر دیں تو بڑی عنایت و مہربانی ہوگی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''آپ لوگ نماز ظہر کے بعد سب کے سامنے یہ درخواست پیش کریں۔''

لہٰذا انہوں نے جب ظہر کی نماز کے بعد سب کے سامنے قیدیوں کی رہائی کی درخواست کی تو آپؐ نے فرمایا:۔ ''مجھے خاندان عبدالمطلب پر اختیار ہے لہٰذا ان کا حصہ آزاد ہے، باقیوں کیلئے میں تمام مسلمانوں سے سفارش کر دیتا ہوں۔'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ سن کر تمام مہاجرین و انصار نے اسی وقت اپنے اپنے حصے کے قیدیوں کو آزاد کرنے کا اعلان کر دیا، چنانچہ تمام قیدی آزاد ہو گئے۔

فتح مکہ و حنین کے بعد ایک طرح سے پورا عرب رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیر نگیں ہو چکا تھا۔ مالِ غنیمت کے ڈھیر کے ڈھیر بیت المال میں موجود تھے۔ جن مسلمانوں کو کسمپرسی کے عالم میں گھر بار چھوڑ کر نکلنا پڑا تھا، وہ روئے زمین کی سب سے بڑی قوت بننے کی طرف پیش قدمی کر رہے تھے۔ ہفت اقلیم کے خزانے ان کے سامنے سرنگوں ہونے والے تھے..... اور ان سب کی عنان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں تھی۔

تاریخ عالم کے سب سے عظیم حکمران ہونے کے باوجود، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زہد و استغنا کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے اپنی تمام زندگی میں کبھی دو وقت سیر ہو کر کھانا نہیں کھایا،

کئی کئی مہینے حضورؐ کے گھر میں آگ نہیں جلتی تھی، کھجوروں وغیرہ پر ہی گزر اوقات ہوتی تھی۔
حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں:

ماشبع من خبز الشعیر یومین متتابعین حتی قبض.

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کی روٹی بھی متواتر دو روز سیر ہو کر نہ کھائی، یہاں تک کہ آپ کا وصال ہوا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی زاہدانہ تھی لیکن آپ کا زہد اختیاری تھا، لاچاری نہ تھا یعنی اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ آپ کو کچھ میسر نہ آ سکتا تھا۔ جیسا کہ پہلے ذکر ہوا، فتوحات کا دائرہ بہت وسیع ہو چکا تھا اور روز بروز وسیع سے وسیع تر ہوتا جاتا تھا۔ مالِ غنیمت کی اس قدر فراوانی تھی کہ اگر اس میں سے معمولی سا حصہ بھی اپنے لئے مخصوص فرما لیتے تو آپ کو دنیا کی ہر ممکن آسائش مل سکتی تھی مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے استغنا کا یہ عالم تھا کہ آپؐ نے مالِ غنیمت میں سے اپنی ذات کیلئے کبھی کوئی چیز نہ لی۔

یہودی قبائل جلاوطن ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تمام جائیداد مہاجرین و انصار میں تقسیم کر دی۔ خیبر فتح ہوا تو وہاں کی متروکہ املاک بھی مجاہدین میں بانٹ دیں۔ غزوۂ حنین میں بے حساب مالِ غنیمت ہاتھ آیا مگر آپؐ نے اس میں سے کوئی چیز بھی اپنی ذات کیلئے مخصوص نہ فرمائی۔ تمام کا تمام مال مہاجرین و انصار اور نومسلم رؤسائے مکہ میں تقسیم فرما دیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہراتؓ بڑے بااثر قبیلوں کے رؤساء کی بیٹیاں تھیں۔ حضرت جویریہؓ بنی مصطلق کے رئیس کی بیٹی تھیں۔ حضرت صفیہؓ کا باپ خیبر کا رئیس تھا۔ حضرت ام حبیبہؓ رئیس قریش ابوسفیان کی دختر تھیں۔ حضرت عائشہؓ حضرت ابوبکرؓ صدیق کی اور حضرت حفصہؓ حضرت عمرؓ فاروق کی صاحبزادی تھیں۔ وہ سب بڑے ناز و نعم میں پلی ہوئی تھیں۔ والدین کے ہاں انہیں بہترین خوراک، اعلیٰ لباس، عمدہ سے عمدہ زیور اور ہر طرح کا آرام میسر تھا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حرم سرا میں جو کہ ''الفقر فخری'' کی جیتی جاگتی تصویر تھی دنیاوی جاہ و جلال کا ذکر تک نہ تھا تاہم امہات المومنینؓ ہر حال میں خوش تھیں اور ان کی زندگی نہایت پرسکون تھی۔

Marfat.com

جب فتوحات کا دائرہ وسیع ہوا اور غنائم کثرت سے ہاتھ آئیں تو ازواجِ مطہراتؓ کے دل میں بھی بتقاضائے بشریت یہ خیال پیدا ہوا یا کسی منافق نے پیدا کر دیا کہ اب انہیں بھی کسی قدر راحت و آرام میسر ہونا چاہئے۔ انہوں نے ممکن ہے اس کے متعلق باہم مشورہ بھی کیا ہو جس کی خبر منافقین تک پہنچی تو انہوں نے اس خیال کو اور ہوا دی۔ مدینہ منورہ میں منافقین عورتیں اور مرد بہت تھے اور وہ ہمیشہ اس تاک میں رہتے تھے کہ جس طرح بھی ہو سکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان میں یا آپؐ کے اصحاب میں کوئی جھگڑا پیدا کر دیں یا ان میں پھوٹ ڈلوا دیں۔ ابن حجر نے اپنی کتاب اصابہ میں ام جلدح نامی ایک عورت کے متعلق لکھا ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہراتؓ کو بھڑکایا کرتی تھی چنانچہ منافقین نے اس موقع سے فائدہ اٹھانے کی غرض سے ازواجِ مطہراتؓ کو ابھارا۔ یہ بات ہر لحاظ سے ثابت ہے کیونکہ امہات المومنینؓ نے باہم متحد ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے لئے توسیع نفقہ کا مطالبہ کر دیا۔ حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ خاص طور پر اس مطالبے میں پیش پیش تھیں۔

دنیا جس سے مراد مال و دولت اور اسبابِ آرام و آسائش ہے، فی نفسہٖ بری چیز نہیں اور نہ فقر یعنی ناداری بذاتِ خود پسندیدہ شے ہے۔ قرآن مجید اور احادیث نبوی میں دنیا کو برا اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ حق تعالیٰ کی یاد سے مانع ہوتی ہے اور فقر چونکہ یادِ حق تعالیٰ سے مانع نہیں ہوتا بلکہ اکثر اوقات اس میں ممد و معاون ہوتا ہے اس لئے اسے اچھا کہا جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص دنیا کے فریب میں نہ آئے، اس کی وجہ سے یادِ الٰہی سے غافل نہ ہو تو اس میں بھی کوئی برائی نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

"غنا میں اس شخص کیلئے نقصان نہیں جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے۔"

سورۂ نور میں جہاں اللہ تعالیٰ نے مومنین کے اوصاف بیان فرمائے ہیں وہاں ان کی ایک یہ صفت بھی بیان فرمائی ہے:

رجال لا تلهيهم تجارةٌ ولا بيع عن ذكرِ الله. (النور:۳۷)

ایسے لوگ جن کو تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے باز نہیں رکھتی (وہ مومن ہیں)۔

Marfat.com

دنیوی مال و دولت اور اسبابِ آرام و آسائش میں چونکہ اللہ جل شانہ کی یاد سے غافل کر دینے کے امکانات بہت زیادہ ہیں اس لئے انہیں دنیا کہا گیا اور یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ جو شخص بھی یادِ الٰہی سے غافل ہے وہ دنیا ہی کی محبت میں مبتلا ہے۔ خواہ وہ غریب ہو یا امیر، بادشاہ ہو یا فقیر۔ اسی بناء پر قرآنِ مجید میں اکثر جگہ اور احادیث میں بار بار دنیا کی مذمت اور اس سے (یعنی اس کی محبت سے) بچنے کی تلقین فرمائی گئی ہے۔

حضرت ثوبانؓ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک غزوہ سے واپس تشریف لائے تو حسب معمول مسجد میں دوگانہ گزار کر فاطمۃ الزہراؓ کے ہاں تشریف لے گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ دروازے پر پردہ لٹکا ہوا ہے اور حسنینؓ کے ہاتھوں میں چاندی کے کنگن ہیں۔ آپؐ گھر میں داخل نہ ہوئے۔ باہر سے ہی لوٹ آئے۔ حضرت فاطمہؓ سمجھ گئیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دروازے کے پردے اور حسنینؓ کے کنگنوں کی وجہ سے اندر تشریف نہیں لائے۔ انہوں نے اسی وقت پردہ پھاڑ دیا۔ بچوں کے ہاتھوں سے کنگن اتارنے لگیں تو وہ روتے ہوئے حضورؐ کی خدمت میں چلے گئے۔ آپؐ نے ان کے ہاتھوں سے کنگن اتار لئے اور مجھے فرمایا! ثوبان یہ کنگن فلاں شخص کے گھر دے آؤ، حسنینؓ میری آل ہیں اور مجھے یہ پسند نہیں کہ یہ دنیوی لذائذ سے محظوظ ہوں۔

انہی وجوہات کی بناء پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ازواجِ مطہراتؓ کا توسیع نان و نفقہ کا مطالبہ سخت ناگوار گزرا اور ان کا بار بار کا تقاضا و مظاہرہ آپؐ کے سکونِ خاطر میں اس قدر خلل انداز ہوا کہ آپؐ نے عہد کر لیا کہ مہینہ بھر نہ گھر جائیں گے اور نہ ازواج سے ملیں گے، یعنی ایلاء کر لیا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی سے ملحقہ بالا خانے میں رہنے لگے، کسی شخص کو پوچھنے کی جرات تو نہ ہوئی لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تنہا نشینی سے عام لوگوں کو شبہ ہوا کہ آپؐ نے تمام ازواج کو طلاق دیدی ہے۔

حضرت عمرؓ کا بیان ہے کہ ایک روز میرے ایک انصاری ہمسائے نے رات کے وقت دروازہ کھٹکھٹایا، ان دنوں مدینہ پر دشمنوں کے حملہ آور ہونے کی عام افواہ تھی۔ میں نے دروازہ کھولا اور پوچھا خیر تو ہے؟ کیا شہر پر حملہ ہو گیا؟ اس نے کہا:۔ ''حملہ تو نہیں ہوا اس سے کہیں زیادہ اہم واقعہ ہو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تمام ازواج کو طلاق دے دی ہے۔''

Marfat.com

میں یہ خبر سن کر سخت پریشان ہوا۔ صبح کی نماز میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں ادا کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو کر سیدھے بالاخانہ میں چلے گئے۔ میں اپنی بیٹی حفصہؓ کے پاس گیا، دیکھا کہ وہ رو رہی ہے۔ میں واپس مسجد میں گیا۔ وہاں چند اصحاب کو منبر کے پاس بیٹھے روتے ہوئے پایا۔ میری طبیعت سخت پریشان ہوئی۔ میں بالاخانہ کے پاس گیا۔ آپؐ کے خادم کے ذریعے اطلاع کرائی مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی جواب نہ دیا۔ کچھ دیر کے بعد پھر وہاں گیا اور اذن چاہا مگر کوئی جواب نہ ملا۔ میں نے بے تابانہ قدرے بلند آواز سے رباح (خادم خاص) سے کہا کہ میرے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کرو، ممکن ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خیال ہو کہ میں اپنی بیٹی حفصہؓ کی سفارش کرنے آیا ہوں۔ یہ بات نہیں۔ واللہ! اگر آپ کا ارشاد ہو تو میں اسی وقت حفصہؓ کا سر قلم کر کے پیش کر دوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات سن لی۔ مجھے اذن دیا۔ میں بالاخانے میں گیا تو دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک چارپائی پر بغیر کوئی کپڑا بچھائے لیٹے ہوئے ہیں اور جسم پر رسیوں کے نشان پڑے ہوئے ہیں۔ میری آنکھوں میں بے اختیار آنسو آ گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رونے کا سبب پوچھا تو میں نے عرض کیا۔

''کیا یہ رونے کا مقام نہیں کہ کفار و مشرک تو نعمت و ناز میں رہیں اور پیغمبر خدا، دو جہاں کے بادشاہ اس حال میں ہوں۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''اے عمر! کیا تم اس پر راضی نہیں کہ کفار و مشرک دنیا لیں اور ہم آخرت؟''

ازاں بعد حضرت عمرؓ کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا۔ ''کیا حضورؐ نے ازواجِ مطہراتؓ کو طلاق دے دی ہے؟''

آپؐ نے فرمایا:۔ ''نہیں''۔

میں اللہ اکبر پکار اٹھا، پھر میں نے عرض کیا کہ مسجد میں صحابہ پریشان ہیں اور رو رہے ہیں۔ اگر اجازت ہو تو میں انہیں یہ خوشخبری سنا دوں۔ آپؐ بالاخانے سے نیچے تشریف لائے، کچھ دیر کے بعد حسب ذیل آیت نازل ہوئی:

یاایھا النبی قبل لازواجک ان کنتن تردن الحیاۃ الدنیا

Marfat.com

وزینتها فتعالین امتعکن و اسراحکن سراحاً جمیلاo و ان کنتن تردن الله ورسوله والدار والاخرة فان الله اعد للمحسنٰتِ منکن اجراً عظیما. (سورہ الاحزاب)

"اے نبی اپنی ازواج سے کہہ دو کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں سامان دوں اور اچھی طرح سے تمہیں رخصت کر دوں اور اگر تم اللہ اور اس کے رسولؐ اور آخرت کے گھر کو چاہتی ہو تو اللہ نے تم میں سے نیکی کرنے والوں کیلئے بڑا اجر تیار کیا ہے۔"

مہینہ بھر گھر نہ جانے کا جو عہد آپؐ نے کیا تھا اس کی مدت گزر چکی تھی لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر گئے اور سب سے پہلے حضرت عائشہؓ کو اور پھر تمام ازواج کو مذکورہ آیت سنائی اور فرمایا:

"اگر تم دنیا اور اس کی زینت و آسائش چاہتی ہو تو میں تمہیں رخصتی جوڑے دے کر عزت و احترام کے ساتھ رخصت کر دوں لیکن اگر تم خدا اور خدا کے رسول کو چاہتی ہو تو خدا نے نیکوکاروں کیلئے اجر عظیم رکھا ہے۔"

یہ سن کر حضرت عائشہؓ اور تمام ازواجِ مطہراتؓ نے کہا:

"ہمیں خدا اور خدا کے رسول کے سوا کسی چیز کی ضرورت نہیں۔"

ازواجِ مطہراتؓ کے توسیع نفقہ کے تقاضے اور بالخصوص حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ کے متفقہ مظاہرہ کرنے پر آیاتِ ذیل کا نازل ہونا، اس بات کی دلالت کرتا ہے کہ ان کے تقاضے اور مظاہرے کی تہہ میں یقیناً دشمنانِ دین حق کی کوئی سازش تھی۔

وَاِنْ تظٰهَرَا علیه فان الله هو مولاهُ وجبریل و صالح المومنین وَالْمَلٰٓئِکَهُ بعد ذالک ظهیر وعَسٰی ربه ان طلقکن ان یبدله ازواجاً خیرا منکنَّ.

"اگر تم دونوں نے باہم پشت پناہی کی اس پر (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ستانے میں) تو بیشک اللہ اس کا مددگار ہے اور جبرئیل اور نیک بندے ایمان والے اور فرشتے اس کے بعد اس کے مددگار ہیں اور شاید

Marfat.com

کہ اس کا رب اگر وہ طلاق دے دے تو تم کو (تو) اس کو بدل دے
بیبیاں تم سے بہتر۔"

محض توسیعِ نفقہ کی درخواست بظاہر کوئی ایسی بات تو نہ تھی کہ جس کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر کبیدہ خاطر ہوتے کہ مہینہ بھر گھر نہ جانے کا عہد کر کے خلوت نشینی اختیار کر لیتے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس قدر تہدید آمیز آیت نازل ہوتی کہ اللہ تعالیٰ اس کا (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا) مددگار ہے اور علاوہ اس کے جبرئیل امین، نیک بندے اور تمام فرشتے ممد و معاون ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ طلاق دے دینے کی دھمکی دی جاتی۔ بہرحال، ازواجِ مطہراتؓ کے فطرتاً نیک ہونے کی بدولت بات انتہاء تک پہنچنے کی نوبت نہ آئی۔

اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد کا ذکر ہے کہ ملک شام سے چند سوداگر مدینہ آئے۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ قیصر روم نے ایک بڑا لشکر شام کی سرحد پر جمع کیا ہے۔ عرب کے عیسائی قبائل بھی اس میں شامل ہیں اور وہ سب مل کر مدینہ پر حملہ کرنے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ اس قسم کی افواہیں پہلے بھی عرب میں پھیلی ہوئی تھیں۔ اس خبر نے ان افواہوں میں جان ڈال دی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فوج کی تیاری کا حکم دیدیا اور اس کے لئے تمام مسلمانوں سے مالی اعانت طلب فرمائی۔

ان دنوں عرب میں سخت قحط پڑا ہوا تھا تاہم منافقین کے سوا ہر شخص نے اپنی بساط سے بڑھ کر چندہ دیا۔ پیشتر ازیں جب کبھی مالی اعانت کا موقع آیا تو حضرت ابوبکرؓ ہمیشہ بازی لے جاتے رہے۔ بعض صحابہؓ نے اس دفعہ حضرت ابوبکرؓ سے بڑھ کر چندہ دینے کا تہیہ کر لیا۔ حضرت عثمانؓ نے دو سو اونٹ اور دو سو اوقیہ چاندی پیش کی۔ حضرت عمرؓ نے اپنے گھر کے تمام اثاثے کا نصف حاضر خدمت کر دیا۔ دیگر صحابہ کرامؓ نے بھی دل کھول کر چندہ دیا لیکن صدیق اکبرؓ کا مقابلہ پھر بھی کوئی نہ کر سکا۔ انہوں نے بلا استثنا گھر کا سارا سامان لا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں ڈال دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:

"اے ابوبکر! گھر میں کیا چھوڑا؟"

صدیق اکبرؓ نے جواب دیا۔ "اللہ اور اللہ کے رسول کا نام۔"

یہ دیکھ کر تمام صحابہ دم بخود رہ گئے اور کہنے لگے۔ "بے شک صدیق اکبرؓ کا مقابلہ

Marfat.com

ناممکن ہے۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں اور بچوں کی حفاظت کیلئے حضرت علیؓ کو مدینہ منورہ میں چھوڑا اور خود تیس ہزار کا لشکر جرار لے کر جس میں دس ہزار سوار تھے مدینہ سے روانہ ہوئے۔ تبوک کے مقام پر پہنچ کر معلوم ہوا کہ یہ خبر غلط تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس روز وہاں قیام فرمایا جس کے دوران چھوٹی چھوٹی ریاستوں کے سردار خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، انہوں نے جزیہ دینا منظور کر کے آپؐ کے ماتحت رہنا قبول کر لیا۔

غزوۂ تبوک میں منافقین تو اکثر شریک نہ ہوئے لیکن اتفاق سے تین صحابہ کعب بن مالکؓ، مرارہ بن ربیعؓ اور بلالؓ بن امیہ بھی اس مہم میں شامل نہ ہو سکے۔ وہ مسلمان پکے تھے، منافق نہ تھے لیکن بسبب تساہل و غفلت پیچھے رہ گئے۔ آنحضرتؐ نے واپس مدینہ پہنچ کر تمام صحابہ کو کہہ دیا۔ "**لاتکلمن احداً من ھؤ لاء الثلاثۃ**۔" یعنی ان تین اشخاص میں سے کسی کے ساتھ تم لوگ ہرگز کلام نہ کرنا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ سفر سے واپسی پر پہلے مسجد میں جا کر دو رکعت نماز ادا کرتے، پھر لوگوں کی ملاقات کے لئے وہیں مسجد میں بیٹھ جاتے لہٰذا آپؐ تبوک سے مدینہ تشریف لائے تو حسب معمول مسجد نبوی میں دو رکعت نماز ادا کر کے بیٹھ گئے۔ منافقین جو شریک غزوۂ تبوک نہ ہوئے تھے باری باری سے آنے لگے اور قسمیں کھا کھا کر اپنی عدم شمولیت کی معذرت کرنے لگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ ان کے عذر جھوٹے ہیں تاہم آپؐ نے ان سے درگزر کیا اور فرمایا۔ "دلوں کے بھید اللہ بہتر جانتا ہے۔"

کعب بن مالکؓ کا بیان ہے کہ میں حاضر خدمت اقدس ہوا۔ درآنحالیکہ میں غزوۂ تبوک میں شرکت نہ کر سکنے کی وجہ سے دل میں نہایت شرمندہ و پشیمان تھا، مجھے دیکھتے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اے کعب! تجھے کس چیز نے پیچھے رکھا، کیا تیرے پاس سواری کا اونٹ نہ تھا؟"

میں نے عرض کیا۔ "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپؐ کے حضور جھوٹ نہیں بولوں گا، مجھ سے تساہل ہو گیا ورنہ میں کسی طرح معذور نہ تھا یونہی بلاوجہ پیچھے رہ گیا۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "تم نے سچ کہہ دیا۔ جاؤ اور اللہ تعالیٰ کے فیصلے کا

Marfat.com

انتظار کرو۔'' میں چلا آیا۔ مرارہ بن ربیع اور ہلالؓ بن امیہ کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے فیصلے کا انتظار کرنے کا ارشاد فرمایا۔

کعبؓ فرماتے ہیں مجھے معلوم نہیں ان دونوں پر کیا گزری، میرا یہ حال ہوا کہ میں اپنے آپ کو اپنے ہی گھر اور شہر میں اجنبی محسوس کرنے لگا۔ مجھ سے کوئی گھر میں اور نہ شہر میں ہمکلام ہوتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاتا، سلام عرض کرتا تو جواب نہ ملتا۔ میرے لئے جینا دوبھر ہو گیا۔ میں ایک روز اپنے چچازاد بھائی ابوقتادہؓ کے باغ میں گیا۔ انہیں میرے ساتھ بہت پیار تھا۔ میں نے سلام کیا لیکن انہوں نے سلام کا جواب نہ دیا۔ میں نے کہا:

''اے ابوقتادہ! میں پوچھتا ہوں کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میں اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت محبوب رکھتا ہوں۔'' مگر وہ خاموش رہا۔ میں نے اسے خدا کی قسم دے کر وہی سوال دہرایا لیکن اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ تیسری دفعہ جب میں نے اسے قسم دے کر پوچھا تو ابوقتادہ کہنے لگا۔ ''اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ علم ہے۔''

ایک روز میں بازار میں ایک پردیسی کی طرح چلا جا رہا تھا کہ ایک شخص نے جو شام کا رہنے والا معلوم ہوتا تھا، مجھے شاہ غسان کا ایک رقعہ دیا۔ اس میں لکھا تھا۔ ''معلوم ہوا ہے کہ تمہارے ساتھی (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے تمہارے ساتھ سرد مہری کی ہے۔ تم مجھ سے آ ملو۔ میں تمہاری معاش کا انتظام کر دوں گا۔''

مجھے مذکورہ رقعہ پڑھ کر معاً خیال آیا کہ ایک مشرک مجھے اپنا بنانا چاہتا ہے، یہ بھی میری ایک آزمائش ہے۔ لہٰذا میں نے اسے وہیں تنور میں ڈال دیا۔

جب اس حال میں چالیس دن گزر گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک قاصد میرے پاس آیا اور اس نے کہا۔ ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ تم اپنی بیوی سے علیحدگی اختیار کر لو۔''

میں نے پوچھا، کیا میں اسے طلاق دے دوں؟ اس نے کہا۔ ''نہیں صرف اس سے الگ رہو۔'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد نے مرارہ بن ربیع اور بلالؓ بن امیہ کو بھی یہی پیغام دیا۔ پتہ نہیں انہوں نے کیا کیا لیکن میں نے اپنی بیوی کو اس کے میکے بھیج دیا۔ اسے کہہ دیا کہ جب تک اللہ تعالیٰ میرے متعلق فیصلہ نہ فرما دیں تم وہیں رہنا۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کی زمین اس قدر وسیع و عریض ہونے کے باوجود ہم تینوں پر تنگ ہوگئی۔ اکثر اوقات ہم اللہ تعالیٰ کے فیصلے کے انتظار میں روتے رہتے حتیٰ کہ اس کسمپرسی کے عالم میں پچاس روز گزر گئے۔ اگلے روز صبح کے وقت نماز ادا کر کے میں بیٹھا رو رہا تھا کہ میں نے سنا کہ کوئی کہنے والا بآواز بلند کہہ رہا تھا۔ ''اے کعب بن مالک تیرے لئے خوشخبری ہے۔'' میں یہ الفاظ سن کر سجدۂ شکر میں گر گیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس روز صبح کی نماز کے بعد صحابہ کو بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان تینوں کو معاف کر دیا۔ آپ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ سن کر کئی صحابہ خوشخبری سنانے کیلئے دوڑے۔ جو آدمی میری طرف آیا وہ گھوڑے پر سوار تھا، تاہم راستے میں اس نے ایک بلند جگہ پر کھڑے ہو کر آواز دی۔ ''اے کعب بن مالکؓ تیرے لئے خوشخبری ہے۔'' یہ آواز اس کے آنے سے پہلے مجھ تک پہنچ گئی۔

میں اسی وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ کے گرد چند اصحاب بیٹھے تھے۔ سب نے مجھے مبارکباد دی۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا تو آپؐ نے فرمایا:

''پیدائش کے دن سے آج تک جتنے دن گزرے ہیں ان میں سے سب سے بہتر دن کی خوشخبری دیتا ہوں۔ ازاں بعد آپؐ نے حسب ذیل آیت تلاوت فرمائی:

ثم تاب علیھم اللہ بھم رء وف رحیم وعلیٰ الثلثۃ الذین خلفوا

(توبہ)

''پھر توجہ فرمائی ان پر بے شک وہ بہت شفقت اور رحم کرنے والا ہے اور ان تینوں پر جو پیچھے رہ گئے تھے۔''

ان اصحاب کو تو ان کے خلوصِ نیت اور سچی توبہ کی بدولت معافی مل گئی، لیکن منافقین کو ہدایت ملنے کا وقت ابھی نہیں آیا تھا۔ ان کی ریشہ دوانیوں کا سلسلہ بدستور جاری رہا۔

قبیلہ اوس و خزرج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ آنے سے پہلے سخت دشمنی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک کی برکت سے ان دونوں قبیلوں

Marfat.com

میں باہم ایسی الفت پیدا کر دی کہ عداوت نام کو نہ رہی۔ وہ سب بھائی بھائی ہو گئے۔ منافقین ان کے اتحاد و اتفاق کو دیکھ کر ہمیشہ اس فکر میں رہنے لگے کہ جس طرح بھی ہو سکے ان میں کوئی اختلاف پیدا کیا جائے اور پھوٹ ڈال دی جائے۔ سویلم نامی ایک یہودی تھا، منافقین اکثر اوقات اس کے مکان پر جمع ہو کر اسلام کے خلاف سازشیں کیا کرتے تھے۔ خذام بن خالد نے جو کہ بنی عمرو بن عوف میں سے تھا اپنے مکان کا کچھ حصہ علیحدہ کر کے وہاں ایک مسجد بنوائی اور جن دنوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک کی تیاری میں مصروف تھے چند لوگوں نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا:

''ہم نے ایسے اشخاص کیلئے جو بسبب علالت طبع یا کمزوری یا کسی اور وجہ سے مسجد میں حاضر نہیں ہو سکتے، ایک مسجد بنوائی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں ایک بار نماز پڑھا دیں تو وہ آباد ہو جائے۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ ''ہم اس وقت مہم پر جا رہے ہیں۔''

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تبوک کی مہم سے واپس آئے تو اس مسجد کے بارے میں یہ آیات نازل ہوئیں:

والذین اتخذوا مسجداً ضراراً و کفراً وتفریقاً بین المومنین وارصاداً لمن حارب اللہ و رسولہ من قبل ط و لیحلفن ان اردنا الا الحسنیٰ ط واللہُ یشھدُ اِنَّھُم لکٰذِبُون

(توبہ: ۱۰۷)

''اور جنہوں نے مسجد بنائی ایک مسجد ضد اور کفر اور پھوٹ ڈالنے کیلئے مسلمانوں میں اور گھات اس شخص کیلئے جو لڑ رہا ہے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ پہلے سے اور وہ قسمیں کھائیں گے کہ ہم نے بھلائی چاہی تھی اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ وہ جھوٹے ہیں۔''

ان آیات میں اس مسجد کو مسجد ضرار کہا گیا یعنی نقصان پہنچانے اور مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کی نیت سے بنائی گئی مسجد، لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مالک بن دخشم اور معن بن عدی کو حکم دیا کہ اس مسجد ضرار کو منہدم کر دو اور آگ لگا دو۔ چنانچہ انہوں نے اسے آگ لگا دی

اور مسمار کر دیا۔

عبداللہ بن ابی، رئیس المنافقین کا تذکرہ اس سے قبل غزوۂ احد کے باب میں آ چکا ہے اور بتایا جا چکا ہے کہ اس کے اپنے بیٹے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ارادۂ بد رکھنے کی وجہ سے اسے مدینہ میں داخل ہونے سے روک دیا تھا اور بعد میں فرمانِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم پا کر ہی اسے شہر میں آنے کی اجازت دی تھی۔ حضرت عباسؓ سے مروی ہے کہ جب عبداللہ بن ابی بیمار ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی عیادت کو گئے۔ اس نے عرض کیا۔ ''میری خواہش ہے کہ میں مر جاؤں تو آپؐ میری نماز جنازہ پڑھائیں بلکہ میری قبر پر بھی تشریف لائیں۔''

دوسرے روز اس نے ایک آدمی بھیجا اور التجا کی کہ کفن کیلئے اپنے بدن مبارک کی قمیص عنایت فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قمیص بھیج دی۔ حضرت عمرؓ اس وقت پاس بیٹھے تھے، انہوں نے عرض کیا۔ ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس پلید آدمی کو اپنی پاک قمیص کیوں عطا فرما رہے ہیں؟''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''اے عمر! اس منافق کو میری قمیص کچھ نفع نہ دے گی۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ اس قمیص کے دینے سے ہزارہا آدمیوں کو حلقہ اسلام میں داخل کر دیں۔'' چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ منافقین نے جب دیکھا کہ عبداللہ عذابِ الٰہی سے بچنے کیلئے آپؐ کا اور آپؐ کی قمیص کا سہارا ڈھونڈتا ہے تو ان کے دلوں میں اسلام کی طرف رجحان پیدا ہو گیا اور دو تین ہی روز میں بے شمار منافق اور مشرک حلقۂ اسلام میں داخل ہو گئے۔

حضرت عمرؓ کا بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھانے کیلئے تشریف لے گئے۔ میں بھی وہاں پہنچ گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے تو میں میت کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا۔

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ اس منافق کی نماز جنازہ پڑھا رہے ہیں جس نے ہمیشہ خدا اور اس کے رسول کی مخالفت کی، جس نے فلاں وقت یہ کہا اور فلاں موقع پر یوں کہا اور جس نے ایسا کیا اور ایسا کہا۔''

میں اس کے کام گنا رہا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا رہے تھے۔ پھر آپؐ نے

Marfat.com

فرمایا۔ ''اے عمر! ایک طرف ہو جاؤ مجھے اختیار دیا گیا ہے کہ میں نماز جنازہ پڑھاؤں نہ پڑھاؤں۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور اس کی قبر کے نزدیک اس وقت تک کھڑے رہے جب تک لوگ اس کے دفن کرنے سے فارغ نہ ہو گئے۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی جسارت کی معذرت چاہی اور عرض کیا:

''بے شک اللہ اور اس کے رسول کو ہر بات کا زیادہ علم ہے۔''

اس واقعہ کے تھوڑی دیر بعد حسب ذیل آیات نازل ہوئیں:

ولاتصل علی احد منهم مات ابداً ولاتقم علی قبرهٖ ط انهم کفروا باللهِ ورسولهٖ وَمَا توا وهم فاسقون

(توبہ:۸۴)

''اور ان میں سے (منافقین میں سے) جو بھی مرے اس پر کبھی نماز نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا۔ انہوں نے اللہ اور اللہ کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور اس حالت میں مرے کہ وہ فاسق تھے۔''

عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھانے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی منافق کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی۔

غزوۂ تبوک سے واپس آ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین سو صحابہ کو حج کعبۃ اللہ کا انتظام کرنے کیلئے روانہ کیا۔ حضرت ابوبکرؓ کو سالارِ قافلہ مقرر فرمایا اور بیس اونٹ قربانی کیلئے ساتھ دیئے۔

حضرت ابوبکرؓ کے روانہ ہو چکنے کے بعد سورۂ برأت نازل ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو بلا کر فرمایا:

''تم ابوبکرؓ کے پیچھے جاؤ اور یوم نحر (ذی الحجہ کی دسویں تاریخ) کو جب لوگ منیٰ میں جمع ہوں تو ان کو یہ سورہ برأت سنا دینا۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں اس حج کو حج اکبر کا خطاب دیا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس

Marfat.com

حج کے موقع پر خطبہ دیا اور لوگوں کو مناسک حج سمجھائے۔ ازاں بعد حضرت علیؑ نے سورۂ برأت کی تلاوت کی اور حسب ارشاد اس سورۃ کے مفہوم کے مطابق اعلان کر دیا کہ:

1۔ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا۔

2۔ کوئی شخص برہنہ ہو کر طواف نہیں کرے گا۔

3۔ جن قبائل کے ساتھ رسول اللہ کا معاہدہ ہے وہ ان کے لئے اسی مدت تک رہے گا جس مدت تک کیلئے وہ ہے۔

4۔ مشرکین نے اپنے معاہدے کی کھلی خلاف ورزی کی ہے لہٰذا اب خدا اور خدا کے رسولؐ پر اس کی کوئی ذمہ داری نہ ہوگی۔ وہ معاہدے چار ماہ کے بعد از خود منسوخ ہو جائیں گے۔

جیسا کہ پہلے ذکر ہوا، قبائل عرب کا اعتقاد تھا کہ اول تو مکہ فتح نہ ہوگا لیکن اگر فتح ہو گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بلاشبہ اللہ کے سچے نبی ہیں اور اسلام سچا مذہب ہے لہٰذا جب مکہ فتح ہو گیا تو عرب کے بیشتر قبائل وفد بن بن کر فوج در فوج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کرنے لگے۔

اذاجآء نصر الله والفتح ورایت الناس یدخلون فی دین الله افواجاًo فسبح بحمد ربک واستغفرهُ اِنهٗ کان توابا.

''جب اللہ کی مدد آ گئی اور فتح اور تم نے لوگوں کو اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہوتے دیکھ لیا پس اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرو بیشک وہ بڑا تواب ہے۔''

چونکہ اس سال (9ھ) بہت سے قبیلوں کے وفد آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے لہٰذا اس کا نام عام الوفود یعنی وفدوں کا سال مشہور ہو گیا۔

اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نجران کے عیسائیوں کو دعوتِ اسلام کا نامۂ مبارک ارسال فرمایا۔ نامۂ مبارک کے جواب میں ان کے ساٹھ آدمی ایک وفد کی صورت میں مدینہ منورہ آئے۔ رسمی تعارف کے بعد عصر کے وقت انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے مسجد نبوی میں اپنے عقیدے کے مطابق مشرق کی طرف رخ کر کے نماز ادا کی۔ ازاں بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اسلام کی دعوت دی مگر وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام

Marfat.com

کو خدا کا بیٹا کہنے پر مصر رہے اور پوچھنے لگے۔ ''اگر عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے نہیں تو آپ بتائیں کہ ان کا باپ کون تھا؟''

اس پر حسب ذیل آیات نازل ہوئیں:

ان مثل عیسیٰ عنداللہ کمثل اٰدم خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکونo الحق من ربک فلا تکن من الممترینo فمن حآجک فیہ من بعدo ماجآء ک من العلم فقل تعالوا ندع ابنائنا وابناء کم ونساء نا ونساء کم وانفسنا وانفسکم. ثم نبتھل. (آل عمران:٦١)

''بے شک عیسیٰؑ کی مثال اللہ کے نزدیک ایسی ہے جیسی آدمؑ کی۔ بنایا اس کو مٹی سے پھر کہا ہو جا، پس وہ ہو گیا۔ یہ حق بات ہے تیرے رب کی طرف سے پس تو نہ ہو شک کرنے والوں میں سے جو جھگڑا کرے تجھ سے اس میں اس کے بعد جبکہ آ گیا تیرے پاس علم، تو کہہ دے کہ آؤ بلائیں ہم اپنے بیٹوں کو اور تم اپنے بیٹوں کو ہم اپنی عورتوں کو اور تم اپنی عورتوں کو اور ہم اپنی جانوں کو اور تم اپنی جانوں کو پھر دعا کریں اور اللہ تعالیٰ کی لعنت ڈالیں کاذبین پر۔''

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آدمؑ کے ماں باپ دونوں نہ تھے۔ اگر عیسیٰؑ بے باپ کے پیدا ہوئے تو اس میں تعجب کی بات کیا بات ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص اس پر بھی آپ سے جھگڑا کرے تو اسے مباہلہ کی دعوت دو کہ طرفین اپنے بیوی بچوں سمیت یکجا ہو کر دعا کریں کہ ہم میں سے جو جھوٹا ہے اس پر خدا کی لعنت ہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق نصاریٰ کو مباہلہ کی دعوت دی اور خود حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ، امام حسنؓ اور امام حسینؓ کو ساتھ لے کر مباہلہ کیلئے تشریف لے آئے۔ عیسائیوں کے اسقف ابوحارثہ بن علقمہ نے پنج تن پاک کو دیکھ کر اپنے ہمراہیوں سے کہا۔

''میں دیکھتا ہوں کہ یہ ایسی ہستیاں ہیں کہ اگر یہ دعا کریں کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل

Marfat.com

جائے تو یقیناً ٹل جائے گا۔ لہٰذا میں کہتا ہوں کہ مباہلہ ہرگز نہ کرنا ورنہ تم سب ہلاک و برباد ہو جاؤ گے۔ تمہیں معلوم تو ہو چکا ہے کہ وہ سچے ہیں، اللہ کے رسول ہیں پس جس قوم نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے مباہلہ کیا وہ تباہ و برباد ہوگئی اور ہو جائے گی۔''

پس وہ نصاریٰ ڈر گئے، مباہلہ کرنے سے انکار کر دیا اور کچھ سالانہ خراج دینا منظور کر کے صلح کر لی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد میں خود بھی فرمایا۔

''اگر یہ لوگ مباہلہ کرتے تو ہلاک ہو جاتے۔''

9ھ میں غیر مسلم رعایا سے جزیہ وصول کرنے کی اجازت نازل ہوئی نیز سود کا لینا اور دینا حرام قرار دیا گیا۔

☆☆☆

Marfat.com

باب ششم

10ھ تا 11ھ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اواخر ماہ ذیقعد 10ھ میں حج کے ارادے سے عازمِ مکہ معظمہ ہوئے۔ ایک لاکھ سے زیادہ اصحاب آپؐ کے ہمراہ تیار ہو گئے۔ ذوالحلیفہ کے مقام پر سب نے احرام باندھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اونٹنی پر سوار ہوئے اور تمام صحابہؓ "لبیک اللھم لبیک، لبیک لاشریک لک لبیک" با آواز بلند پکارتے ہوئے آپؐ کے ہمراہ چلے۔ مکہ معظمہ پہنچ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف کیا اور دیگر مناسک حج ادا کئے۔ جمعہ کے روز بعد از نماز عصر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میدانِ عرفات میں کھڑے تھے، عرفہ کا دن تھا کہ مندرجہ ذیل آیات نازل ہوئیں:

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا.

"آج میں نے تمہارے لئے دین مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور میں نے تمہارے لئے دین اسلام پسند کیا۔"

روایت ہے کہ ایک دفعہ ایک یہودی نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ تم اپنی کتاب میں ایک آیت (الیوم اکملت لکم دینکم.....الخ) پڑھتے ہو۔ اگر وہ ہم پر اتری ہوتی تو جس روز وہ اتری تھی ہم اس روز عید منایا کرتے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ وہ آیت عرفہ کے روز نماز عصر کے بعد نازل ہوئی تھی، ہم اس کی خوشی میں دو روز مسلسل عید مناتے ہیں۔

مناسک حج ادا کرنے سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ دیا جس میں

اسلام کے تقریباً تمام ضروری مسائل بیان فرمائے۔

آپؐ نے فرمایا:

لوگو! ممکن ہے اس سال کے بعد میں تم سے اس جگہ نہ مل سکوں لہٰذا توجہ سے سن لو۔

جس طرح آج کا دن قابل احترام ہے بعینہٖ تمہاری جانیں، املاک اور عزت و آبرو ایک دوسرے کیلئے قابل احترام ہیں۔ تم سب آپس میں بھائی بھائی ہو لیکن کسی کیلئے ایک دوسرے کی کوئی چیز اس کے مالک کی رضامندی کے بغیر حلال نہیں۔ تم لوگ مرنے کے بعد اپنے رب سے ملنے والے ہو، تمہارے اعمال کا احتساب ہوگا۔

جس شخص نے تمہارے پاس کوئی چیز بطور امانت رکھی ہو، جب وہ مانگے ادا کر دو۔

سود حرام ہے، تمہارا اصل بے شک تمہارے لئے ہے۔

زمانۂ جاہلیت کا خون ختم کر دیا گیا، اس کا انتقام نہ لیا جائیگا۔ ابن ربیعہ بن حرث بن عبدالمطلب کا خون جسے بنی ہذیل نے قتل کیا تھا میں اسے معاف کرنے میں ابتدا کرتا ہوں۔

اس سرزمین میں اب شیطان کی پرستش نہیں کی جائیگی تاہم دین کے معاملے میں ہمیشہ شیطان سے ڈرتے اور اس سے بچتے رہو۔

صرف وہی چیزیں حلال ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے حلال کیا اور وہی حرام ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا، نسیٔ (حرمت والے مہینے کو اپنی مرضی سے آگے پیچھے کرنا) گویا اللہ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام اور حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال قرار دینا ہے اور یہ کفر ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک سال کے مہینوں کی گنتی بارہ ہے جن میں چار مہینے حرمت کے ہیں: تین مسلسل ذیقعد، ذی الحجہ اور محرم اور چوتھا ماہ رجب جو جمادی الاخریٰ اور شعبان کے درمیان ہے۔

عورتیں اللہ کے کلمات کے ساتھ تم پر حلال ہیں لہٰذا عورتوں پر تمہارا ایک حق ہے اور تم پر عورتوں کا ایک حق ہے۔

عورتوں پر تمہارا حق یہ ہے کہ وہ تمہاری اجازت کے بغیر کسی کو گھر میں داخل نہ ہونے دیں اور برائی اختیار نہ کریں، عورتوں کا حق تم پر یہ ہے کہ تم ان سے اچھا سلوک کرو اور حسب مقدور انہیں اچھا کھلاؤ اور اچھا پہناؤ۔

Marfat.com

بچے کا انتساب اس کے باپ کی طرف ہے۔ جو شخص اپنے باپ کی بجائے کسی اور کی طرف نسبت کرے گا یا جو شخص اپنے آقا کو چھوڑ کر کسی دوسرے کو آقا بنائے گا اس پر اللہ کی اور اس کے فرشتوں اور نیک بندوں کی لعنت ہے۔

زانی کیلئے رجم یعنی سنگ ساری لازم ہے۔

تمام انسان حضرت آدمؑ کی اولاد ہیں پس بحیثیت بنی آدم سب برابر ہیں۔ رنگ و نسل کا اس میں کوئی امتیاز نہیں اور نہ کسی کو کسی پر فوقیت حاصل ہے۔

"ان اکرمکم عنداللہ اتقی کم." بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہی زیادہ عزت والا ہے جو زیادہ پرہیز گار ہے۔

غلاموں کو حقیر مت سمجھو، ان کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ جیسا خود کھاؤ اور پہنو ویسا ہی ان کو کھلاؤ اور پہناؤ۔

میں شفاعت کر کے بہت لوگوں کو دوزخ سے چھڑاؤں گا لیکن کچھ لوگ ایسے ہوں گے جن کی شفاعت کی مجھے اجازت نہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ ان لوگوں نے تیرے بعد دین میں بدعتیں (نئی نئی باتیں) پیدا کی تھیں۔ (ابن ماجہ)

میرے بعد کوئی نبی نہیں، لہٰذا تمہارے بعد کوئی امت نہیں۔ (طبرانی)

.لوگو! سن لو میں تمہارے درمیان دو چیزیں (قرآن اور سنت) چھوڑے جا رہا ہوں۔ اگر تم انہیں مضبوطی سے پکڑ رکھو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔

آخر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''میں تم لوگوں سے پوچھتا ہوں کہ کیا میں نے تمہیں خدا کا پیغام پہنچا دیا؟'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سوال تین بار دہرایا ہر دفعہ لوگوں نے کہا۔

''بے شک آپ نے رسالت کا حق ادا کر دیا۔''

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انگشت شہادت سے آسمان کی طرف تین دفعہ اشارہ فرمایا اور ہر بار زبانِ مبارک سے کہا۔ ''خداوندتو گواہ رہنا۔''

ازاں بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے کچھ مسائل بیان کئے اور فرمایا:

''عرفہ اور مزدلفہ دونوں موقف ہیں یعنی ٹھہرنے کے مقام ہیں۔ منیٰ جانوروں کو ذبح

Marfat.com

کرنے کی جگہ یعنی منحر ہے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رمی جمار یعنی کنکریاں پھینکنے اور طوافِ بیت اللہ کا طریقہ بتایا اور اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ حلال وحرام کی سختی سے پابندی کرنے کی تلقین فرمائی۔

اس حج کے موقع پر چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے احکام کی تبلیغ فرمائی اس لئے اسے حج البلاغ بھی کہتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع سے واپس مدینہ تشریف لائے تو ماہ صفر 11ھ کے آخر میں آپؐ نے شام کی طرف روانہ کرنے کے ارادے سے ایک لشکر کی تیاری کا حکم دیا اور اسامہ بن زیدؓ کو اس کا امیر مقرر فرمایا۔

اس لشکر کے روانہ ہونے سے پہلے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن آدھی رات کے وقت بقیع (قبرستان مدینہ) میں گئے۔ اہل قبور کیلئے دعائے مغفرت کی اور گھر آ کر سو گئے۔ صبح کو بیدار ہوئے تو آپؐ کے سر مبارک میں شدید درد ہو رہا تھا۔ دو تین روز اسی حال میں گزرے۔ نماز باقاعدہ پڑھاتے رہے، صحابہ سے بدستور ملتے رہے مگر درد میں کوئی کمی نہ ہوئی۔

ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ بعض لوگ کہہ رہے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جلیل القدر مہاجرین و انصار پر ایک نوعمر غلام زادے کو امیر بنا دیا ہے۔ آپ صبح کے وقت سر پر پٹی باندھے ہوئے باہر تشریف لائے، منبر پر نشست فرمائی اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد فرمایا:

''لوگو! اسامہؓ بن زید کا لشکر جلد روانہ کر دو۔ اگر تم کو اسامہ کے امیر بنائے جانے پر اعتراض ہے تو تم تو اس سے پہلے اسکے باپ زیدؓ کی امارت پر بھی اعتراض کر چکے ہو۔ اچھی طرح سے سمجھ لو کہ اسامہؓ امارت کے اہل ہیں جس طرح ان کے باپ اس کے اہل ثابت ہو چکے ہیں۔''

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اترے اور اندر چلے گئے۔ لوگوں نے اس کے بعد اسامہؓ کو جلدی تیار کر دیا، وہ لشکر لے کر مدینہ سے نکلے اور ایک فرسنگ کے فاصلے پر مقام جرف میں ٹھہر گئے تاکہ جو لوگ کسی وجہ سے ان کے ساتھ روانہ نہ ہو سکے تھے وہ بھی وہاں ان سے آملیں۔

Marfat.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مرض تیزی سے بڑھ رہا تھا، دن بدن تکلیف زیادہ ہوتی جا رہی تھی۔ تمام صحابہ گھبرا گئے۔ حضرت اسامہؓ اور ان کا لشکر جرف کے مقام پر ہی رکے رہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج سے علالت کے دوران، حضرت عائشہؓ کے گھر رہنے کی اجازت چاہی، سب نے بخوشی اجازت دیدی۔ چنانچہ آپؐ ان کے حجرے میں آ گئے۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''عائشہؓ میں نے جو زہر آلود کھانا خیبر میں کھایا تھا مجھے اس کی تکلیف اکثر ہوتی رہی۔ یہ مرض بھی اسی زہر کی وجہ سے معلوم ہوتا ہے۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی علالتِ طبع دیکھ کر حضرت اسامہؓ بھی پر نہ گئے۔ جرف کے مقام سے ہی واپس مدینہ آ گئے۔ ان کا بیان ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ اس وقت خاموش تھے کوئی بات نہیں کرتے تھے۔ مجھے دیکھا تو اپنا ہاتھ آسمان کی طرف اٹھایا پھر اسے مجھ پر رکھ دیا۔ میں سمجھ گیا کہ حضورؐ میرے حق میں دعائے خیر فرما رہے ہیں۔

حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ پنجشنبہ کا دن تھا۔ صحابہ نماز کیلئے مسجد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منتظر تھے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت کمزور تھے، بسبب نقاہت مسجد میں نہ گئے، مجھے فرمایا۔ ''عائشہؓ ابوبکرؓ سے کہو کہ وہ نماز پڑھا دیں۔''

بتاریخ 12 ربیع الاول 11ھ دوشنبہ کے روز صبح کی نماز کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر تشریف لے گئے، اس وقت حضرت ابوبکرؓ نماز پڑھا رہے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آتے دیکھا تو لوگ اپنی جگہ سے ہٹنے لگے۔ حضرت ابوبکرؓ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے جگہ خالی کرنے لگے لیکن آنحضرتؐ نے ان کی پشت پر ہاتھ رکھا اور فرمایا۔ ''صل بالناس۔'' اور خود دائیں طرف ان کے پہلو میں بیٹھ کر نماز ادا کی۔ نماز سے فارغ ہو کر لوگوں سے کچھ دیر خطاب فرمایا پھر حجرے میں چلے گئے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے ساتھ پشت کا سہارا لئے بیٹھے تھے۔ چاشت کا وقت تھا کہ آپؐ دارفانی سے رخصت ہو گئے اور خالق حقیقی سے جا ملے۔

انا للہ و انا الیہ راجعون

Marfat.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا تو اکثر صحابہ حواس باختہ ہو گئے۔ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ پر سکتہ کی سی کیفیت طاری ہو گئی۔

ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ حضرت عمرؓ دیوانہ وار کھڑے ہو گئے۔ تلوار میان سے نکال لی اور کہنے لگے:۔ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت نہیں ہوئے، جو شخص کہے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انتقال فرما گئے میں اسے قتل کر دوں گا۔''

- حضرت ابو بکرؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر ملی تو وہ آئے، حضرت عائشہؓ کے حجرے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چارپائی کے پاس گئے۔ چہرہ مبارک سے چادر اٹھائی، دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور رخِ انور پر اسی طرح چادر ڈال کر باہر آ گئے۔ حضرت عمرؓ اس وقت بڑے جوش میں تقریر کر رہے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا۔ ''اے عمر! صبر سے کام لو، خاموش ہو جاؤ۔''

مگر وہ مسلسل تقریر کرتے رہے گویا انہوں نے ان کی بات سنی ہی نہیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔

''جو لوگ محمدؐ کی پرستش کرتے تھے وہ سن لیں کہ محمدؐ وفات پا گئے لیکن جو لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے ان کا معبود زندہ پائندہ ہے۔'' پھر انہوں نے حسب ذیل آیات تلاوت کیں

ومامحمد الا رسول ج قد خلت من قبله الرسل افائن مات او قتل انقلبتم على اعقابكم ومن ينقلب على عقبيه فلن يضر الله شيئا وسيجزى اللهُ الشاكرين

(آل عمران:۱۴۴)

''اور محمدؐ نہیں مگر ایک پیغمبر ان سے پہلے بھی رسول گزر چکے ہیں اگر وہ وفات پا جائیں یا قتل کر دیئے جائیں تو کیا تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے اور جو الٹے پاؤں پھر جاؤ گے وہ اللہ تعالیٰ کو کچھ بھی نقصان نہ پہنچائے گا، اللہ تعالیٰ شکر گزاروں کو عنقریب نیک جزا دے گا۔''

جب حضرت عمرؓ نے مذکورہ آیات سنیں تو چپ ہو گئے۔ فرطِ غم میں زمین پر بیٹھ کر دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا اور زار وقطار رونے لگے۔

عویم بن ساعدہ اور معن بن عدی حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور انہوں نے بتایا کہ انصار جو سعد بن عبادہؓ کے حامی ہیں، سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے ہیں۔ اگر آپ ضروری سمجھیں تو قبل اس کے کہ معاملہ بڑھ جائے، آپ لوگ ان سے مل کر بات کر لیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک ابھی گھر میں ہے۔ ان کے اہل خانہ نے گھر کا دروازہ [illegible] کیلئے لوگ کثرت سے آ رہے ہیں جس کی وجہ سے غسل اور تجہیز و تکفین

حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا۔ ''ہمیں انصاری بھائیوں کے پاس جانا چاہئے اور معلوم کرنا چاہئے کہ ان کے وہاں جمع ہونے کا مقصد کیا ہے اور وہ کیا چاہتے ہیں؟''

حضرت عمرؓ اور حضرت ابوبکرؓ سقیفہ بنی ساعدہ چلے گئے اور خاموشی سے ایک جگہ بیٹھ گئے۔ عظیم اجتماع تھا، کچھ دیر کے بعد ایک شخص کھڑا ہوا، پہلے اس نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی پھر کہنے لگا۔

''ہم اللہ کے انصار اور اسلام کا لشکر ہیں۔ مہاجرین بھی ہم میں سے ہیں لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اب ان کا ارادہ یہ ہے کہ وہ کٹ کر ہم سے علیحدہ ہو جائیں اور امارت غصب کر لیں۔''

حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے چاہا کہ اٹھوں اور اس کا جواب دوں لیکن حضرت ابوبکرؓ نے مجھے روک دیا اور خود کھڑے ہو کر کہا۔

''اے انصار تم نے جو کچھ کہا درست اور بجا ہے۔ انصار! بے شک اللہ کا لشکر ہیں لیکن جہاں تک امارت وخلافت کا تعلق ہے میں اسلام اور اہل اسلام کے مفاد کے پیش نظر ان دو آدمیوں میں سے ایک کیلئے دل سے راضی ہوں۔'' پھر انہوں نے حضرت عمرؓ اور حضرت ابوعبیدہؓ کا ہاتھ پکڑا اور کہا۔

''ان میں سے جس کے ہاتھ پر چاہو بیعت کر لو یہ دونوں اس کے اہل ہیں۔''

اس پر ایک انصاری نے اٹھ کر کہا:

''میں انصار کا سہارا ہوں، میری موجودگی سے انہیں راحت اور میری رائے سے انہیں ہمیشہ تشفی ہوتی ہے اور میری رائے ہے کہ ایک امیر انصار میں سے اور ایک قریش میں سے ہونا چاہئے۔''

حضرت عمرؓ کا بیان ہے کہ اس کے بعد وہاں ایک شور برپا ہو گیا۔ ہر طرف سے آوازیں بلند ہونے لگیں کچھ ایسی نوعیت کی کہ مجھے جھگڑا پیدا ہونے کا اندیشہ ہوا لہٰذا میں نے کھڑے ہو کر حضرت ابوبکرؓ سے کہا۔ ''اپنا ہاتھ بڑھاؤ۔'' انہوں نے ہاتھ بڑھایا تو سب سے پہلے میں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ پھر تمام انصار نے جو وہاں موجود تھے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

اس واقعہ کے دوسرے روز حضرت ابوبکر منبر پر بیٹھے اور حضرت عمرؓ نے کھڑے ہو کر کہا۔

''اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تمہارے درمیان وہ کتاب باقی رکھی ہے جس کے ذریعے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں کو ہدایت دی۔ اگر تم لوگوں نے اسے مضبوطی سے تھامے رکھا تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ اب اللہ تعالیٰ نے خلافت رسول اللہ کا بوجھ ایسے شخص کے کندھوں پر ڈال دیا ہے جو سب سے زیادہ متقی ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے صحابی ہیں جو کہ ہجرت کے روز ثانی اثنین تھے (یعنی جو دو غار مین ہجرت تھے ان میں سے دوسرا نمبر ان کا تھا) لہٰذا ہم سب کو حضرت ابوبکرؓ کی بیعت پر رضامند ہو جانا چاہئے۔''

تمام حاضرین نے لبیک کہا اور حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

ازاں بعد حضرت ابوبکرؓ کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام کے بعد لوگوں کو مخاطب کر کے کہنے لگے۔

''اے لوگو! اگرچہ تم نے مجھے اپنا امیر منتخب کر لیا ہے لیکن میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ پس میں کہوں گا کہ اگر میں اچھا کام کروں تو میری اطاعت کرنا اور اگر میں برا کام کروں تو مجھے روک دینا۔ سچائی امانت ہے اور جھوٹ خیانت کا دوسرا نام ہے۔ میری اطاعت تم پر صرف اس وقت تک واجب ہے جب تک میں اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت مین رہوں لیکن جب میں اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی نافرمانی کروں تو تم پر میری اطاعت واجب نہ ہو گی۔''

پہلے خلیفہ راشد کا انتخاب ہو گیا۔ دوسری طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین تیاریاں جاری تھیں۔ حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ بعض لوگوں کی رائے تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عام دستور کے مطابق کپڑے اتار کر غسل دیا جائے۔ بعض کہتے تھے کہ کپڑے اتار کر غسل دینا مناسب نہیں۔ یہ معاملہ ابھی زیرغور ہی تھا کہ تمام لوگوں کو جو وہاں موجود تھے، اچانک اونگھ آ گئی۔ سب پر نیم خوابی کا عالم طاری ہو گیا اور حجرے کے ایک کونے

Marfat.com

سے کسی کہنے والے نے کہا۔

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کپڑوں سمیت غسل دو۔''

یہ الفاظ سب نے سنے مگر ان کا ادا کرنے والا کسی کو نظر نہ آیا تاہم کپڑوں سمیت غسل دینے کا فیصلہ ہو گیا۔

حضرت علیؓ، حضرت عباسؓ، حضرت فضل بن عباسؓ، حضرت اسامہ بن زیدؓ اور حضرت شقرانؓ (حضورؐ کے آزاد کردہ غلام) نے مل کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا۔ حضرت اوس بن خولیؓ نے حضرت علیؓ کو خدا کا واسطہ دے کر کہا۔ ''مجھے بھی غسل دینے میں شامل کر لو۔'' لہٰذا وہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دینے والوں میں شریک ہو گئے۔

غسل دیا جا چکا تو لوگ نمازِ جنازہ پڑھنے کیلئے آنے لگے۔ تھوڑے تھوڑے لوگ حجرے میں آتے گئے اور نماز پڑھتے گئے۔ جماعت کی صورت میں کسی امام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی۔

اب صحابہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کرنے کے بارے میں اختلاف ہوا۔ بعض چاہتے تھے کہ مسجد میں دفن کیا جائے اور بعض اس جگہ دفن کرنے کے حق میں تھے جہاں کئی صحابہ مدفون تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کہا۔

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا ہے، آپؐ فرماتے تھے کہ ہر نبی کو اسی جگہ دفن کیا گیا جہاں اس کا انتقال ہوا۔''

یہ حدیث سن کر سب خاموش ہو گئے لہٰذا حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حجرے میں جس جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تھا اسی جگہ قبر تیار کی گئی اور بروز چہار شنبہ آدھی رات کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کیا گیا۔ قبر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان ہی اصحاب نے اتارا جنہوں نے غسل دیا تھا۔

شقرانؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص چادر جو آپ کا اوڑھنا بچھونا تھی، ساتھ ہی دفن کر دی تا کہ آپؐ کے بعد کوئی شخص اسے استعمال نہ کرے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میراث کے طور پر کوئی شے نہ چھوڑی۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے۔

Marfat.com

ماترک رسول الله صلی الله علیه وسلم دینار اولادرهماً
ولا بعیراً و شاةً ولا وصیٰ بشیٰ.

یعنی رسول اللہ نے ترکہ میں نہ دینار چھوڑا نہ درہم، نہ اونٹ چھوڑا نہ بکری اور نہ کسی شے کی وصیت فرمائی۔

عمرو بن حریثؓ سے جو کہ ام المومنین حضرت جویریہؓ کے بھائی تھے، روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا۔

نحن معشر الانبیاء. لانورث ماتر کناه صدقة.

ہم انبیاء کی جماعت کا ورثہ (کچھ) نہیں ہوتا جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ خیرات (کر دیا جاتا) ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے چار روز قبل وہ واقعہ رونما ہوا جسے تاریخ اسلام میں واقعہ قرطاس کے نام سے شہرت حاصل ہے اور جس نے آنے والے وقتوں میں کئی قیاس آرائیوں، مفروضوں اور چہ میگوئیوں کو جنم دیا۔

بعض سیرت نگاروں کا بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات سے چار روز پہلے بروز جمعرات فرمایا۔

''دوات کاغذ لاؤ، میں تمہارے لئے ایک تحریر لکھ دوں جس کے بعد تم گمراہ نہ ہو گے۔''

مگر حضرت عمرؓ نے حاضرین سے کہا۔

''آپؐ پر مرض کی شدت ہے۔ تمہارے پاس قرآن پاک موجود ہے اور ہمارے لئے اللہ کی کتاب کافی ہے۔''

بعض لوگوں نے کہا۔ ''آپؐ سے دریافت تو کر لو۔'' لیکن جب لوگوں نے پوچھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

''مجھے چھوڑ دو میں جس مقام پر ہوں وہ اس سے بہتر ہے جس کی طرف تم مجھے بلاتے ہو۔''

علامہ شبلیؒ نے واقعہ قرطاس کے متعلق اپنی ذاتی تحقیق الفاروق میں بالتفصیل لکھی ہے۔
ہم یہاں اس واقعہ کے متعلق ایک غیر مسلم اور غیر جانبدار (سیرت نگار) مسٹر گونسٹن کا تاثر لکھ

Marfat.com

دینا کافی سمجھتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں۔

''یہ روایت بہت ہی کمزور ہے اس لئے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بڑے قوی عزم اور ارادے والے تھے۔ وہ اپنی جانشینی کے مسئلے کے بارے میں ہرگز تردد نہ کرتے، جو پوری دنیائے اسلام کیلئے بڑی اہمیت رکھتا ہے ایسے معاملے میں آپ کا اظہارِ خیال نہ کر سکنا قرین عقل و قیاس ہی نہیں کیونکہ تمام مسلمان آپ ہی کی بات مانتے تھے اور دل و جان سے قبول کرتے تھے۔''

واللہ اعلم بالصواب!

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ میں کل پندرہ خواتین سے نکاح کیا۔ اسماء بنت نعمان کندیہ اور عمرۃ بنت یزید کلابیہ بوجوہ آپ کے حرم میں داخل نہ ہو سکیں۔ تیرہ خواتین کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت کا شرف حاصل ہوا جن میں سے تین کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں انتقال ہوا باقی دس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت زندہ تھیں۔

بعثت کے بعد کفارِ مکہ اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سخت دشمن ہو گئے تھے لیکن آپ کی امانت و دیانت کے تہہ دل سے قائل تھے۔ اخلاق و عادات اور معاملات کے اعتبار سے مکہ کا ہر کہ و مہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مدحت سرا تھا۔ الامین کا لقب انہی نے دیا تھا۔ ترمذی شریف میں ہے کہ ایک روز ابوجہل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا۔

یامحمد انالا نکذبک ولکن نکذب الذی جاء بہ

''اے محمد! ہم آپ کو نہیں جھٹلاتے ہم تو صرف آپ کے (اعتقادات) کا انکار کرتے ہیں۔''

ابوجہل نے جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت ترین دشمن تھا مذکورہ الفاظ کہہ کر گویا آپؐ کے بے مثال کردار کا اعتراف کیا۔

کفار نے جیسا کہ آپ پیشتر ازیں پڑھ چکے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دولت و ثروت، اقتدار و حکومت کا لالچ دیا۔ یہ بھی عرض کیا کہ اگر آپ کو کسی اعلیٰ خاندان میں شامل ہونے کی خواہش ہو تو بتائیں۔ آپؐ جس کی طرف اشارہ کریں ہم اسے آپؐ کے قدموں میں

Marfat.com

ڈال دیں۔ آپ صرف ہمارے بتوں کی مذمت کرنا چھوڑ دیں۔ انہوں نے بدیں الفاظ زر وزن کا لالچ دیا جس سے کوئی انسان الا ماشاء اللہ بچ نہیں سکتا۔ مگر اس پیشکش کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے مال و دولت اور حکومت کی خواہش نہیں اور نہ مجھے کسی اعلیٰ خاندان کی حسین و جمیل لڑکیوں سے شادی کرنے کی تمنا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ہوں۔ میں آپ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچاتا ہوں اور اسی طرح پہنچاتا رہوں گا تا آنکہ اللہ تعالیٰ میرے آپ کے درمیان فیصلہ کر دے۔

8ھ میں تمام عرب زیر نگیں ہے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا محل وہی چھ سات ہاتھ کی وسعت کا چھوٹا سا حجرہ ہے جس میں دنیاوی سامانِ آرام و آسائش صرف ایک چارپائی اور چمڑے کا ایک گدا ہے، نہ کوئی خادم ہے نہ کوئی کنیز، شہنشاہی دربار وہی مسجد کا کچا صحن ہے جہاں نہ گراں بہا قالین ہیں نہ منقش و مرصع تخت و تاج۔ در پہ نہ کوئی حاجب نہ دربان، وہی سادہ درویشانہ زندگی ہے گھر میں۔ دو دو تین تین مہینے متواتر چولہے میں آگ روشن نہیں ہوتی۔ کھجوروں اور پانی یا اونٹنی کے دودھ پر اہل خانہ کی گزران ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طالب دنیا نہ ہونے کے دشمن و دوست بھی قائل ہیں۔ کسی شخص کو بھی اس سے انکار نہیں۔ البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متعدد شادیوں پر منافقین و معاندین نے محض بدباطنی کی وجہ سے اعتراضات کئے ہیں جن سے صاف دشمنی و عناد کی بو آتی ہے۔

ہم یہاں ان کے بیہودہ و غلط اعتراضات و الزامات کا ذکر نہیں کریں گے۔ ہماری نگاہ میں ان کا تحریر کرنا بھی گناہِ عظیم ہے۔ ہم صرف یہ بیان کریں گے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی شادیاں کیوں کیں، ان کے اسباب کیا تھے اور ان کی تہہ میں کون سا جذبہ کارفرما تھا۔ قارئین کرام کا ضمیر خود فیصلہ دے گا کہ آیا ان شادیوں پر کسی قسم کا کوئی اعتراض عائد ہو سکتا بھی ہے اور جو اعتراضات کسی بدباطن نے کئے ہوں گے ان کی حیثیت کیا ہو گی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اولین شادی پچیس سال کی عمر میں یعنی بعثت سے پندرہ سال پہلے حضرت خدیجہؓ بنت خویلد سے کی جو کہ بیوہ تھیں اور جن کی عمر اس وقت چالیس سال کی تھی۔ وہ اپنے بلند کردار اور حسن سیرت کے لحاظ سے مکہ میں ممتاز حیثیت رکھتی تھیں۔ یہاں

Marfat.com

تک کہ لوگ ان کو طاہرہ کے لقب سے یاد کیا کرتے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شادی کیلئے خود سلسلہ جنبانی نہیں فرمایا بلکہ حضرت خدیجہؓ نے نفیسہ نامی اپنی ایک سہیلی کے ذریعے پیغام بھجوایا۔ دیکھنا یہ ہے کہ ایک چالیس سالہ بیوہ خاتون ایک نہایت خوبصورت وجیہہ جوان کو جو عمر میں بھی پندرہ سال چھوٹا ہے، نکاح کا پیغام بھجوائے، یہ کوئی آسان بات نہ تھی۔ جس نوجوان کی طرف بیسیوں نوعمر دوشیزگان کی نگاہیں اٹھ سکتی ہیں، ایک ادھیڑ عمر بیوہ خاتون کو اسے پیغام شادی بھیجنے کی جرأت کیونکر ہوئی، کس چیز نے انہیں اس بات پر آمادہ و مجبور کیا؟

ایک معتدل دماغ کا آدمی بھی اگر واقعات کی روشنی میں اس پر غور کرے تو اس پر واضح ہو جائے گا کہ حضرت خدیجہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت و دیانت کو پرکھا، اپنے غلام میسرہ کے تاثرات سنے، مزید برآں انہیں معلوم ہوا کہ ایک راہب نے ان کے نبی آخرالزمان ہونے کی بشارت دی ہے، لہٰذا ان کے دل میں ایک اولوالعزم نبی کی زوجہ ہونے کے شرف کے حصول کے جذبے نے اس بڑھیا کی مانند جو حضرت یوسفؑ کی خریداری کی غرض سے اپنی کل پونجی یعنی سوتر کی ایک اٹی لے کر چل دی تھی، پیغام شادی بھیجنے پر مجبور کر دیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مہربان و شفیق چچا ابوطالب سے ان کے پیغام کا ذکر کیا۔ انہوں نے اس پر خود غور کیا اور دیگر اکابر سے مشورہ کر کے اسے منظور کیا۔ اس شادی کی تقریب میں بہت سے رؤسائے قریش شامل ہوئے۔ ابوطالب نے خود نکاح پڑھایا۔

10 نبوی میں حضرت خدیجہؓ دنیائے فانی سے رحلت فرما گئیں۔ ان کی وفات کے بعد آنحضرتؐ نے حضرت سودہؓ بنت زمعہ سے شادی کی، اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر پچاس سال اور حضرت سودہؓ کی پچاس سے کچھ اوپر تھی۔

حضرت سودہؓ صف اول کی مومنہ تھیں۔ ان کے شوہر سکرانؓ بن عمرو بن عبدود ان ہی کی تبلیغ سے مشرف بہ اسلام ہوئے تھے۔ کفارِ مکہ نے ان پر بڑے ظلم کئے، وہ بیچارے حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ جب وہاں سے واپس آئے تو کفار کے ظلم و ستم کا سلسلہ پھر سے شروع ہو گیا اور بالآخر وہ ان کی تاب نہ لاتے ہوئے شہید ہو گئے۔ حضرت سودہؓ بے سہارا ہو گئیں۔ تنہا رہ گئیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے شادی کر لی گویا انہیں اپنی پناہ میں لے لیا۔

Marfat.com

حضرت سودہؓ کو ملنے والی یہ سعادت ان کے ایسے مشکل وقت میں اسلام قبول کرنے، اس کی خاطر بے گھر ہونے، ہجرت کرنے اور صبر واستقامت سے کفار کے مظالم برداشت کرنے کی داد اور قربانی کا صلہ تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری شادی حضرت عائشہ بنت حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ کی۔ یہ بھی جانتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نہایت گہرے مراسم تھے لیکن حضرت عثمانؓ صحابی ہونے کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد بھی تھے اور حضرت علیؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مہربان چچا ابوطالب کے بیٹے تھے اور ان کی پرورش بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت میں ہوئی تھی لہٰذا یہ اصحاب حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی نسبت دوہرے تعلق کی وجہ سے آپؐ کے زیادہ قریب تھے۔ اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں ہر چہار اصحاب ہم مرتبہ تھے۔ آپؐ نے ان میں سے کسی ایک کے ساتھ کبھی کوئی امتیازی سلوک نہ کیا تھا تاہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رشتہ داری کے امتیاز کو جو ممکن ہے ان کے متعلق دیگر صحابہ کی کسی بات سے یا ان ہی کی کسی جھجک سے کبھی محسوس کیا ہو، دور کرنے کی غرض سے حضرت عائشہؓ سے نکاح کر لیا۔ رشتہ داری کا تعلق حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ اسی وقت قائم ہو گیا۔ رخصتی کو کوئی اہمیت نہ دی گئی، شادی 10 نبوی میں ہوئی اور رخصتی 2ھ میں یعنی اس کے کئی سال کے بعد عمل میں آئی۔

اس رشتے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے باہمی تعلقات اور حضرت ابوبکرؓ اور ان کے قبیلے کے ساتھ رشتۂ یگانگت مزید استوار ہو گیا۔

حضرت حفصہؓ حضرت عمرؓ خطاب کی بیٹی تھیں۔ ان کے شوہر قیسؓ بن ابی حذافہ غزوۂ بدر میں شہید ہو گئے، انہی دنوں میں حضرت عثمانؓ کی زوجہ محترمہ حضرت رقیہؓ کا انتقال ہوا تھا۔ حضرت عمرؓ نے حضرت عثمانؓ کو حفصہؓ سے شادی کرنے کو کہا مگر وہ آمادہ نہ ہوئے۔ پھر انہوں نے حضرت ابوبکرؓ سے درخواست کی لیکن وہ بھی رضامند نہ ہوئے۔

حضرت عمرؓ نے بر سبیل حکایت یا شکایت اس واقعہ کا ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

حفصہؓ کی شادی اس شخص سے ہو گی جو عثمانؓ سے بہتر ہے اور عثمانؓ کی شادی اس عورت

Marfat.com

سے ہوگی جو حفصہؓ سے بہتر ہے۔ حضرت عمرؓ خوش ہو گئے۔ ان کی پریشانی دور ہوگئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی ام کلثومؓ کی شادی حضرت عثمانؓ سے کر دی اور حضرت حفصہؓ بنت عمرؓ کے ساتھ خود نکاح کر لیا۔

سبحان اللہ! اس فیصلے سے ہر سہ اصحاب کی شکایت و رنجش کو جس کے پیدا ہونے کا تھوڑا بہت بھی احتمال تھا ہمیشہ کیلئے دور کر دیا گیا۔ نہ حضرت عمرؓ کے دل میں کبھی آئے گا کہ حضرت عثمانؓ اور حضرت ابوبکرؓ نے ان کی درخواست کو ٹھکرا دیا تھا اور نہ ان دونوں کے جی میں کبھی یہ خیال آئے گا کہ ہم نے انکار کر کے حضرت عمرؓ کو رنجیدہ خاطر کیا تھا۔ حضرت حفصہؓ ام المومنین کے درجے پر فائز ہو گئیں اور حضرت عمرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب ترین رشتے میں منسلک ہو گئے۔ نیز ان چاروں اصحاب میں سے کسی کو باہم کسی کی فوقیت کا احساس نہ رہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اگر دو اصحاب کے سسر ہیں تو دو کے داماد ہیں اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس رشتے سے باہم ایک دوسرے کے نہایت قریب ہو گئے۔

حضرت زینبؓ بنت خزیمہ بن حارث کا تعلق یمن کے ایک معزز قبیلے بنو ہلال بن عمر بن صعصعہ سے تھا۔ وہ اپنی نیک سیرتی اور فیاضی کی وجہ سے ام المساکین کے لقب سے مشہور تھیں۔ ان کے شوہر عبداللہ بن جحشؓ غزوۂ احد میں شہید ہو گئے۔ سرزمین عرب میں ان کا کوئی سہارا نہ رہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بیچارگی و بیکسی کو دیکھ کر نیز معرکہ حق و باطل اور دین کی خدمت میں شہید ہونے والوں کے پسماندگان کی خبر گیری اور کفالت کے خیال سے انہیں اپنے نکاح میں لے لیا۔ حضرت زینبؓ زیادہ دیر زندہ نہ رہیں اور شادی کے تین ماہ بعد ہی رحلت فرما گئیں۔

حضرت ام سلمہؓ ابی امیہ بن مغیرہ کی دختر تھیں۔ ان کے ایک چچا کا بیٹا ابوجہل تھا۔ دوسرا چچا ولید بن مغیرہ تھا۔ یہ دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بدترین دشمنوں میں سے تھے۔ ام سلمہؓ کے شوہر ابوسلمہ عبداللہ بن عبدالاسد مخزومی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی پھوپھی کے بیٹے اور رضاعی بھائی تھے اور جو مردانِ حق ابتدائی ایام میں ایمان لائے ان میں ان کا گیارہواں نمبر تھا۔

جب ان کے گھر والوں نے انہیں سخت تنگ کیا اور ترکِ اسلام پر مجبور کرنے کے لئے

انہیں طرح طرح کی اذیتیں دیں تو میاں بیوی حبشہ کی جانب ہجرت کر گئے۔ وہاں سے واپس آئے تو قریش نے پھر انہیں تنگ کرنا شروع کر دیا۔ مگر ان کے پائے استقامت میں ذرہ بھی لغزش نہ آئی۔ صبر و استقلال سے کفار کے مظالم برداشت کرتے رہے تا آنکہ جب وہ ہجرت مدینہ کیلئے مکہ سے باہر نکلے تو ابوسلمہؓ کے گھر والوں نے ان کے بچے کو اور ام سلمہؓ کے متعلقین نے ام سلمہؓ کو روک لیا۔ حضرت ابوسلمہؓ بیوی بچے کے چھن جانے کے باوجود مدینہ چلے گئے۔ حضرت ام سلمہؓ دن رات رویا کرتیں۔ شام کے وقت عموماً اس جگہ آ کر بیٹھ جاتیں جہاں اپنے شوہر سے جدا ہوئی تھیں اور مجیب الدعوات کی درگاہ میں آہ و زاری کرتیں۔ ایک سال کے بعد اللہ تعالیٰ نے ظالموں کے دل نرم کر دیئے۔ انہیں ان کی گریہ وزاری پر ترس آ گیا۔ چنانچہ انہیں اور ان کے بچے کو مدینہ جانے کی اجازت دے دی۔ وہ اسلام کی دلدادہ اور دلیر خاتون مدینہ پہنچ گئیں اور اپنے شوہر سے جا ملیں۔

حضرت ابوسلمہؓ جنگ بدر میں زخمی ہوئے اور شہید ہو گئے۔ رحلت کے وقت ان کی زبان پر یہ دعائیہ الفاظ تھے۔

''الٰہی میرے کنبہ کی اچھی نگہداشت فرمانا۔''

ابوسلمہؓ کو جو قرابت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تھی اور قبول اسلام اور ہجرت حبشہ و مدینہ میں جس حوصلے اور استقامت کا ثبوت انہوں نے دیا تھا اس کے پیش نظر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ام سلمہؓ سے نکاح کر لیا۔ گویا اللہ تعالیٰ نے ابوسلمہؓ کی دعا قبول فرمائی اور اس طرح ان کے جذبۂ ایمانی اور خلوص و ایثار کا صلہ عطا فرمایا۔

حضرت زینبؓ بنت جحش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی کی بیٹی تھیں۔ دشمنوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان کے ساتھ نکاح کرنے پر بہت اعتراض کئے ہیں بلکہ بہتان تراشی و اختراپردازی سے بھی گریز نہیں کیا حالانکہ جن حالات و واقعات کے تحت یہ شادی ہوئی اگر تعصب کی عینک اتار کر انہیں غیر جانبدارانہ دیکھتے اور حالات کا جائزہ لیتے تو یقیناً اس میں کسی قسم کے اعتراض کی کوئی گنجائش نہ پاتے مگر ان کی دشمنی اور تعصب نے ان کو اندھا کر دیا، حقیقت نہیں نظر آنے دی۔

حضرت زید بن حارثہؓ یمن کے ایک معزز خاندان کے فرد تھے۔ بچپن میں قزاقوں نے

Marfat.com

انہیں اغوا کر کے فروخت کر دیا۔ پہلے وہ حضرت خدیجہؓ کے غلام رہے۔ جب حضرت خدیجہؓ کی شادی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی تو انہوں نے زید کو حضورؐ کی غلامی میں دے دیا۔ زیدؓ کے والد کو پتہ لگا کہ وہ مکہ میں ہیں تو وہ انہیں لینے آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی درخواست پر زیدؓ کو آزاد کر دیا اور انہیں اپنے والد کے ہمراہ جانے کی اجازت دے دی مگر حضرت زیدؓ اپنے والد کے ساتھ نہ گئے۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کو آزادی پر ترجیح دی۔ یہ دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

''میں زید کو اپنا بیٹا کہتا ہوں۔'' زیدؓ کے والد مطمئن ہو کر واپس لوٹ گئے۔ لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی الفت و محبت کی وجہ سے انہیں زید بن محمد کہنا شروع کر دیا۔ یہ واقعہ بعثت نبوت سے بہت پہلے کا ہے۔

بعثت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں کفر و شرک اور بت پرستی کے اعتقادات کو مٹایا وہاں آپؐ نے رنگ و نسل کے غرور و تکبر اور آقا و غلام کے غیر انسانی امتیازات کا بھی استیصال کر دیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آقا و غلام کے فرق کو مٹانے کی ابتداء اپنے ہی خاندان سے فرمائی اور حضرت زینبؓ سے اپنے آزاد کردہ غلام حضرت زیدؓ کے ساتھ نکاح کرنے کو کہا۔ انہوں نے انکار کر دیا، کہنے لگیں۔

''میں ایک غلام کے ساتھ ہرگز نکاح نہ کروں گی۔''

اللہ تعالیٰ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی قطعاً پسند نہیں لہٰذا تہدید آمیز حکم نازل ہوا۔

وماکان لمومن ولامومنة اذا قضیٰ الله ورسوله امراً ان یکون لهم الخیرة من امرهم و من یعص الله و رسوله فقد ضل ضلٰلاً مبیناً

(الاحزاب:۳۶)

''اور نہیں ہے لائق کسی مسلمان مرد کے اور نہ عورت کے کہ جب اللہ اور اس کا رسول حکم دیں کسی کام کا تو ان کو کسی کام کا اختیار رہے اور

Marfat.com

جو نافرمانی کرے اللہ اور اس کے رسول کی تحقیق وہ گمراہ ہوا، صاف گمراہ ہوا۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ آیت سنائی تو وہ خاموش ہو گئیں۔ تمام خاندان نے اس کے آگے سر جھکا دیا۔ المختصر حضرت زینبؓ کا زید بن حارثہؓ کے ساتھ نکاح ہو گیا لیکن زیدؓ کا ان کے ساتھ نباہ نہ ہو سکا۔ میاں بیوی میں کشیدگی پیدا ہو گئی، نوبت یہاں تک پہنچی کہ حضرت زیدؓ ان کو طلاق دینے پر آمادہ ہو گئے، انہوں نے اپنے خانگی نامساعد حالات کا ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا اور بتایا کہ میں انہیں طلاق دینے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حالات کو بہتر بنانے کیلئے مزید کوشش کرنے کا مشورہ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے اس مشورے کا ذکر اپنے کلام پاک میں فرمایا ہے۔

امسک علیک زوجک واتق اللہ

حضرت زیدؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشورے کے مطابق اصلاحِ حالات کی کوشش کی مگر نتیجہ خاطر خواہ برآمد نہ ہوا بالآخر انہیں طلاق دینی ہی پڑی۔

اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ سے بہت پہلے سورۂ احزاب میں منہ بولے بیٹے کے حقیقی بیٹے کے برابر ہونے کے رواج کو جس میں ایک عرب ہی نہیں بلکہ تمام دنیا گرفتار تھی غلط قرار دیتے ہوئے فرمایا تھا۔

ماجعل اللہ لرجل من قلبین فی جوفہ وما جعل ازواجکم الئ تظھرون منھن امھتکم وماجعل ادعیاء کم ابناء کم ؕ ذلکم قولکم بافواھکم، واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل ادعوھم لاٰبائھم ھو اقسط عنداللہ

"اللہ نے نہیں رکھے کسی مرد کے سینے میں دو دل اور نہیں کیا تمہاری بیویوں کو جن کو ماں کہہ بیٹھے ہو تمہاری مائیں اور نہیں کیا تمہارے لے پالکوں کو تمہارے بیٹے۔ یہ تمہاری بات ہے تمہارے منہ کی اور اللہ کہتا ہے ٹھیک بات اور وہ بجھاتا ہے (سیدھی) راہ۔ ان کو ان کے والدین کی نسبت سے پکارو۔ یہی انصاف ہے اللہ کے نزدیک۔" (الاحزاب:۴)

Marfat.com

اس آیت میں۔ ''زید بن محمد'' کہنے کی صاف ممانعت ہے، جبکہ ارشاد ہے کہ لے پالکوں کو ان کے اصلی باپوں کی نسبت سے پکارو تاہم اس کی تائید میں مزید فرمایا۔

ماکان محمد اباٰاحدٍ من رجالکم ولکن رسول اللہِ وخاتم النبیین و کان اللہ بکل شیءٍ علیما

''محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں، وہ اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ ہر چیز جاننے والا ہے۔'' (الاحزاب: ۴۰)

حضرت زیدؓ کے ساتھ حضرت زینبؓ کے نکاح کے وقت غلام و آزاد کا بے جا امتیاز مٹانا مقصود تھا۔ اب ان کو طلاق مل جانے پر متبنّٰی (لے پالک) کے حقیقی بیٹے کے برابر ہونے کے غلط رواج کے استیصال کا موقعہ پیدا ہو گیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ حضرت زینبؓ اور ان کے لواحقین پہلے ہی اس رشتے سے خوش نہ تھے لیکن اس طلاق نے ان کے زخموں پر نمک کا کام کیا۔ اب ان کا جس شخص سے بھی نکاح کرتے ہیں تو چونکہ وہ اور اس کا خاندان ان کو ایک غلام کی مطلقہ ہونے کی وجہ سے کبھی عزت کی نگاہ سے نہ دیکھتا لہٰذا ان کو وہ مرتبہ جس کی وہ مستحق تھیں کبھی نہ ملتا بلکہ الٹا ان کی اور ان کے قبیلے کی مزید خفت ہوتی۔ اس کے سوا ان کے زخموں کا کوئی مداوا نہ تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود ان سے نکاح کر لیں مگر حضرت زینبؓ کے ساتھ نکاح کرنے کا معاملہ ہی نرالا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زید کو متبنّٰی کہا ہوا تھا اور متبنّٰی کی حیثیت عرب میں ہر لحاظ سے حقیقی بیٹے کے برابر سمجھی جاتی تھی۔ دوسری طرف اس غلط رواج کے استیصال کا یہ پہلا موقع تھا۔ اگر نص قرآنی کے مطابق عمل نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ کے حکم کی صریح نافرمانی ہوتی ہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس نکاح کے جائز ہونے کے باوجود سخت متامل تھے۔

لیکن اللہ تعالیٰ کو جاہلیت کے اس غلط رواج کو مٹانا مطلوب تھا لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متامل ہونے اور ڈرنے کا وضاحت سے ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے زینبؓ کو تمہارے نکاح میں دے دیا اور یہ مرتبہ عالی یقیناً ان کے وماکان لمومن ولامومنۃ .... ضلالاً مبیناً کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کا صلہ تھا۔ ارشاد ہوا۔

واذتقول للذی انعم اللہ علیہ وانعمت علیہ امسک

Marfat.com

علیک زوجک واتق اللہ و تخفی فی نفسک مااللہ مبدیہ
و تخشی الناس واللہ احق ان تخشہ فلما قضی زید منھا
وطراً زوجنکھا لکی لایکون علی المومنین حرج فی ازواج
ادعیاء ھم اذا قضوا منھن و طراً و کان امر اللہ مفعولا

''اور جب تم نے کہا اس کو جس پر اللہ نے احسان کیا اور تم نے احسان کیا رہنے دے اپنے پاس اپنی زوجہ اور ڈر اللہ سے اور تم چھپاتے ہو اپنے دل میں جس کو اللہ کھولنے والا ہے تم ڈرتے ہو لوگوں سے اور اللہ زیادہ مستحق ہے کہ تم ڈرو اس سے۔ پس جب زید تمام کر چکا اس سے اپنی غرض ہم نے اسے تمہارے نکاح میں دے دیا تا کہ نہ رہے مسلمانوں پر گناہ نکاح کر لینے میں اپنے لے پالکوں کی بیویوں سے جب وہ پوری کر چکیں اپنی غرض اور اللہ کا حکم جاری ہونے والا ہے۔''

(الاحزاب:۳۷)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب ارشاد باری تعالیٰ حضرت زینبؓ سے نکاح کر لیا۔ وہ مطمئن ہو گئیں۔ انہیں ام المومنین کا بلند مرتبہ مل گیا۔ ان کے اور ان کے خاندان کے دل سے اپنی گزشتہ خفت و ذلت کا احساس محو ہو گیا لیکن دشمنوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس شادی میں اطاعت حکم خداوندی، مصنوعی بیٹے کے حقیقی بیٹے کے برابر ہونے کی رسم بد کو مٹانے اور ایک معزز خاندان کی عزت و منزلت کی بحالی کا جذبہ نظر نہیں آیا۔

حضرت جویریہ قبیلہ بنی مصطلق کے سردار حارث بن ابی ضرار کی بیٹی اور صافع بن صفوان کی بیوی تھیں۔ جب غزوۂ مریسیع میں بنو مصطلق کو شکست ہوئی اور ان کا شوہر مارا گیا تو جو لوگ گرفتار ہوئے ان میں حضرت جویریہ بھی تھیں۔

ان کے باپ حارث نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ ''میری بیٹی کو کنیز نہ بنائیں۔ مہربانی کر کے اسے آزاد کر دیں۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''کیا یہ بہتر نہ ہو گا کہ ان کی آزادی کا معاملہ انہی کی مرضی پر چھوڑ دیا جائے۔''

Marfat.com

حارث خوش ہو گیا لیکن جب اس نے اپنی بیٹی سے ان کی مرضی دریافت کی تو انہوں نے کہا۔ ''میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہنا پسند کروں گی۔ مجھے اللہ اور اللہ کا رسول پسند ہیں۔''

حضرت جویریہؓ نے گویا اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کیا۔ وہ سردار قبیلہ کی بیٹی تھیں۔ انہوں نے باپ کے سامنے دلیرانہ اسلام قبول کرنے کا اقرار کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مرتبہ کا لحاظ کرتے ہوئے ان سے شادی کر لی۔ جب صحابہ کرامؓ کو معلوم ہوا تو انہوں نے اسی وقت بنی مصطلق کے تمام قیدی جن کی تعداد چھ سو کے قریب تھی رہا کر دیئے یہ کہتے ہوئے کہ جس خاندان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی ہو گئی اس کے افراد غلام نہیں رہ سکتے۔ اس کا یہ اثر ہوا کہ اس قبیلہ کے بیشتر افراد نے بخوشی اسلام قبول کر لیا۔ حضرت عائشہؓ کہا کرتی تھیں کہ میں نے جویریہؓ سے زیادہ بابرکت عورت اپنی قوم کیلئے نہیں دیکھی ان کی وجہ سے بنی مصطلق کے کم وبیش سو گھر آزاد ہو گئے۔

بنو قریظہ کی عورتیں جو قید ہوئیں ان میں حضرت ریحانہ بنت زیدؓ بھی تھیں۔ وہ قبیلہ بنو نضیر کی رئیس زادی تھیں۔ ان کی شادی بنو قریظہ میں ہوئی تھی۔ ان کا شوہر غزوۂ قریظہ میں قتل ہو گیا۔ حضرت ریحانہؓ کا بیان ہے کہ جب قیدی عورتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی گئیں تو میں بھی ان میں تھی۔ آپؐ نے میرے کوائف سے آگاہ ہو کر مجھے ام منذر سلمٰی بنت قیس کے گھر بھجوا دیا۔ چند روز بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لائے تو مجھے فرمایا۔ ''اگر تم اللہ اور اللہ کے رسول کو پسند کرو تو اللہ اور اللہ کا رسول تم پر راضی ہو جائیں گے۔''

میں نے عرض کیا۔ ''میں نے اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند کیا۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہو گئے۔ میں مسلمان ہو گئی تو مجھے آپؐ نے آزاد کر دیا اور مجھ سے نکاح کر لیا۔

تفسیر قرطبی میں مرقوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے 6ھ میں ان کے ساتھ نکاح کیا۔ ماہ ذی الحجہ 10ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع سے وہیں مدینہ تشریف لائے تو اواخر ماہ میں یا ابتدائے محرم 11ھ میں حضرت ریحانہؓ کا انتقال ہو گیا۔

حضرت رملہؓ عرف ام حبیبہ ابوسفیان کی بیٹی تھیں۔ جو متواتر اکیس سال آنحضرت صلی

Marfat.com

اللہ علیہ وسلم کی دشمنی میں سب سے آگے رہے، ان کی ماں ہندہ تھی جس نے جنگ احد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کینہ و دشمنی کی بناء پر حضرت حمزہؓ کا کلیجہ نکال کر چبایا تھا۔ ابولہب کی بیوی 'ام جمیل' حمالۃ الحطب، ان کی پھوپھی تھی اور عتبہ بن ربیعہ ان کا نانا تھا جو کہا کرتا تھا کہ ''اگر قرآن اترنا تھا تو مجھ پر یا طائف کے سردار پر اترتا۔''

حضرت ام حبیبہؓ کی دلیری اور حوصلے کا اندازہ فرمایئے کہ ایک ایسے دشمن اسلام خاندان کی بیٹی اسلام قبول کرے اور وہ بھی ابتدائی چار پانچ سال کے عرصے میں۔ ان کا شوہر عبداللہ بن جحش بھی مسلمان ہو گیا۔ ان کے خاندان نے انہیں بے حد ستایا۔ اذیتیں دیں، وہ میاں بیوی حبش کی جانب ہجرت کر گئے۔ عبداللہ بن جحش وہاں جا کر عیسائی ہو گیا۔ جس نیک دل اور دلیر بی بی نے اسلام کی خاطر ماں باپ، بہن بھائی اور عزیز و اقارب کو چھوڑا تھا اس نے اس مرتد شوہر کو بھی چھوڑ دیا اور اس سے الگ ہو گئیں۔ کچھ عرصہ کے بعد عبداللہ فوت ہو گیا۔

ایسے حالات میں اس نیک خاتون کی پریشانی کا اندازہ ناممکن ہے۔ خاندان کے تمام افراد مشرک ہیں، شوہر مرتد ہو کر مر گیا، نہ واپس مکہ جا سکتی ہیں نہ تنہا حبشہ میں ٹھہر سکتی ہیں۔ نہ پائے رفتن نہ جائے ماندان کا عالم ہے۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عبداللہ کی وفات کی اطلاع ملی تو آپؐ نے پیغام نکاح بھیج کر نجاشی، حاکم حبشہ کے ذریعے ان سے غائبانہ نکاح کر لیا۔ اس نیک بی بی کے دل کو سکون حاصل ہو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت کا مقامِ عالی ان کے صبر و استقامت اور مضبوطی کا انعام تھا جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرمایا۔

قریش مکہ نے جب معاہدہ حدیبیہ کو منسوخ کرنے کی حماقت کو محسوس کر کے ابوسفیان کو اس کی تجدید کیلئے مدینہ بھیجا تو اس نے ہر طرف سے مایوس ہو کر سوچا کہ اپنی بیٹی ام حبیبہؓ سے مل کر تجدید معاہدہ میں اس سے مدد لے۔ یہ سالہا سال کی جدائی کے بعد پہلی مرتبہ باپ بیٹی کے باہم ملنے کا موقع تھا مگر یہ معلوم کر کے آپ کا ایمان یقیناً تازہ اور مضبوط ہو گا کہ جب وہ اپنی بیٹی کے گھر گیا اور جس چادر پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھا کرتے تھے اس پر بیٹھنے لگا تو ام حبیبہؓ نے دوڑ کر اس چادر کو نیچے سے کھینچ لیا اور کہا۔ ''میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر پر دشمن اسلام کو بیٹھنے کی اجازت نہیں دے سکتی۔''

Marfat.com

سبحان اللہ!

یہ ہے سچا ایمان جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

لایومن احد کم حتی اکون احب الیہ من والدہ و ولدہ والناس اجمعین.

"تم میں سے کوئی (صحیح معنوں میں) مومن نہیں ہوتا جب تک کہ میں اس کیلئے اس کے والد، بیٹے اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔"

زمانۂ جاہلیت میں عرب کے لوگ غیر عرب کو اپنے سے ادنیٰ اور ہیچ سمجھتے تھے۔ عربی میں آزاد کردہ غلام کو موالی کہتے ہیں۔ کوئی موالی خواہ کسی شاہی خاندان کا فرد یا کوئی کنیز کسی غیر عرب سردار قبیلہ کی چشم و چراغ ہی کیوں نہ ہو وہ انہیں ہر حال میں حقارت و نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ حضرت بلالؓ امیہ بن خلف کے غلام تھے جن کو ابوبکرؓ نے خرید کر آزاد کر دیا تھا، وہ جب آزاد ہو گئے تو ان میں سے کسی دوسرے آزاد مرد میں کوئی فرق نہ رہا۔ بڑے بڑے جلیل القدر مردانِ حُر انہیں۔ "حضرت بلالؓ سیدنا" کہنا فخر سمجھتے ہیں۔ بایں ہمہ عرب مؤرخین و مصنفین بھی اور جہاں بھی ان کا ذکر کرتے ہیں تو انہیں غلام ہی لکھتے ہیں گویا جو شخص ایک دفعہ فروخت ہو گیا بعد میں خواہ وہ آزاد ہو جائے ان کے نزدیک وہ غلام ہی ہے۔

حضرت ماریہؓ کنیز نہ تھیں۔ وہ کسی جنگ میں گرفتار ہو کر نہ آئی تھیں مگر غیر عرب تھیں۔ مقوقس والی مصر نے ان کے متعلق اپنے خط میں جو اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نامہ مبارک کے جواب میں بھیجا لکھا تھا کہ "دو لڑکیاں آپؐ کے پاس بھیجی ہیں، جن کا مرتبہ قبطیوں میں عظیم ہے۔"

حضرت ماریہؓ ان میں سے ایک تھیں۔ وہ مسلمان ہو گئیں۔ غریب الوطن تھیں۔ عرب میں ان کا کوئی نگرانِ حال نہ تھا اور نہ غیر عرب ہونے کی وجہ سے کوئی عزت و منزلت حاصل تھی۔ واپس مصر جانا بھی ناممکن تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے عقد میں لے لیا اور اس طرح انہیں بے کسی اور بے بسی کے غم سے نجات دلائی اور ان کے اعزہ و اقربا کی جدائی کے داغ کو دھو دیا۔ علاوہ ازیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے حضرت ہاجرہؓ والدۂ حضرت

Marfat.com

اسمٰعیلؑ کی ہم وطن ہونے کا بھی احساس تھا۔

ام المومنین حضرت صفیہؓ قبیلہ بنونضیر کے سردار حی بن اخطب کی بیٹی اور خیبر کے قلعہ قموص کے سردار کنانہ بن ربیعہ کی زوجہ تھیں۔ غزوۂ خیبر میں جو لوگ گرفتار ہوئے ان میں حضرت صفیہؓ بھی تھیں۔ قیدی تقسیم کئے گئے تو وہ دحیہ کلبیؓ کے حصے میں آئیں۔ اکثر صحابہ نے یہ دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ ''صفیہ اپنی قوم کے سردار کی بیٹی ہیں، ان کے ساتھ ان کے رتبے کے مطابق سلوک کیا جانا چاہئے۔ دحیہ کلبیؓ ان کیلئے موزوں نہیں ہیں۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے مشورے سے انہیں آزاد کر دیا اور اختیار دے دیا کہ وہ جہاں چاہیں چلی جائیں لیکن حضرت صفیہؓ نے کہا۔

''میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کو آزادی پر ترجیح دیتی ہوں۔''

اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے مشورے سے انہیں اپنے حبالہ عقد میں لے لیا۔

حضرت میمونہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس بن عبدالمطلب کی بیوی ام الفضل بنت حارث کی سگی بہن تھیں۔ ان کا عقد نکاح مسعود بن عمرو سے ہوا تھا مگر ان کے ساتھ نباہ نہ ہو سکا لہٰذا انہوں نے ان سے طلاق لے کر ابورہم بن عبدالعزیٰ سے شادی کر لی، کچھ عرصہ بعد ابورہم کا انتقال ہو گیا۔

حضرت عباسؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی بیچارگی و بے کسی کا ذکر کیا اور ان کے ساتھ عقد نکاح کی تحریک کی اور نکاح بھی خود انہوں نے پڑھا دیا۔

یہ شادی 7ھ میں ہوئی، یہ آخری تھی۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی شادی نہیں کی۔

یہ بات کسی دلیل کی محتاج نہیں کہ آنکھ جو دیکھنے کا آلہ ہے روشنی کی محتاج ہے جس کے بغیر اسے تمام عالم تاریک نظر آتا ہے۔ پھر روشنی جیسی ہو گی دھیمی، ہلکی یا تیز، اس کے اعتبار سے ہر شے، دھندلی، قدرے صاف یا نمایاں اور واضح دکھائی دے گی۔ اب اگر اس پر رنگدار عینک لگی ہو تو اسے کوئی شے بھی اپنے اصلی رنگ میں نظر نہیں آئے گی۔ جس رنگ کے چشمے ہلکے یا

Marfat.com

گہرے ہوں گے ان کی نسبت سے ہر چیز کم و بیش رنگین دکھائی دے گی۔

بعینہٖ انسان کے دل میں غیر مادی اشیاء کو دیکھنے، یعنی عبارت و مضمون کے مفہوم اور مختلف مسائل و واقعات کی حقیقت کو سمجھنے اور پرکھنے کیلئے بھی ایک آنکھ ہے جو اس ظاہری آنکھ کی طرح نورِ بصیرت و ہدایت کی محتاج ہے، جس کی کمی بیشی سے مطالب و معانی دھندلے یا صاف و واضح نظر آئیں گے لیکن اگر کسی نورِ بصیرت و ہدایت سے عاری آنکھ پر تعصب و دشمنی کا رنگین چشمہ سوار ہو تو اسے نظر ہی کیا آئے گا۔ کسی واقعہ کی حقیقت دکھائی کیسے دے گی۔ دشمنانِ خدا و رسول نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعدادِ ازواج پر اعتراضات کئے ہیں، اور ان کی نہایت غلط توجیہہ کی ہے۔ انہیں یہ نظر نہیں آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیشتر شادیاں بیوہ خواتین سے کیں جن کی تہہ میں حسب اقتضاء ہجرتِ حبشہ و مدینہ کی صعوبتیں برداشت کرنے والے اور حق و باطل کے معرکوں میں پروانہ وار مال و جان نثار و قربان کرنے والے مخلصین کے پسماندگان کی دلجوئی و خبر گیری، بے سہارا و غریب الوطن خواتین کی کفالت، مختلف قبائل کے باہمی تعلقات کی اصلاح اور تعمیل حکم احکم الحاکمین کا جذبہ کارفرما تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کل اولاد تین بیٹے اور چار بیٹیاں تھیں۔ دو بیٹے حضرت قاسم. اور حضرت عبداللہ (طیب و طاہر انہی کے القاب تھے) اور چار بیٹیاں، حضرت زینبؓ، حضرت رقیہؓ، حضرت فاطمہؓ اور حضرت ام کلثومؓ حضرت خدیجہؓ کے بطن سے تھے اور ان کی پیدائش قبل از بعثت ہوئی تھی۔ ام المومنین حضرت ماریہ قبطیہؓ کے بطن سے 8ھ میں حضرت ابراہیم پیدا ہوئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تینوں بیٹے حضرت قاسم، حضرت عبداللہ اور حضرت ابراہیم بچپن ہی میں دنیائے فانی سے رخصت ہو گئے۔

حضرت زینبؓ دس سال قبل از بعثت پیدا ہوئیں، ان کی شادی بعثت کے سال ان کے خالہ کے بیٹے ابوالعاص سے ہوئی، 8ھ میں حضرت ابراہیم پیدا ہوئے۔

حضرت رقیہؓ کی ولادت سات سال قبل از بعثت ہوئی۔ 4 نبوی میں ان کا نکاح حضرت عثمانؓ سے ہوا، 3ھ میں انہوں نے عالم فانی سے رحلت فرمائی۔

حضرت فاطمہؓ کی ولادت بعثت سے پانچ سال پہلے ہوئی۔ ہجرت کے پانچ ماہ بعد رجب المرجب میں حضرت علیؓ سے ان کا نکاح ہوا اور غزوۂ بدر کے بعد 2ھ میں رخصتی ہوئی،

Marfat.com

حضرت فاطمۃ الزہرا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے چھ ماہ بعد وفات پائی۔

حضرت اُم کلثومؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی بیٹی تھیں۔ ان کی پیدائش بعثت سے تین سال قبل ہوئی تھی۔ 2ھ میں جب حضرت رقیہ کا انتقال ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نکاح حضرت عثمانؓ سے کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بیٹیاں چونکہ حضرت عثمانؓ کے نکاح میں آئیں اس لئے ان کو ذوالنورین کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

☆

حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنے الفاظ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک کچھ یوں بیان کرتے ہیں:-

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک فراخ تھی۔ ابرو بالکل پیوستہ نہ تھے لیکن دور سے پیوستہ معلوم ہوتے تھے۔ دونوں ابروؤں کے درمیان کا حصہ روشن اور پرنور تھا۔ سر مبارک کے بال نہ زیادہ گھنگھریالے تھے اور نہ زیادہ سیدھے، عموماً کانوں سے نیچے لٹکے ہوتے تھے۔

آپؐ کی چشمانِ مبارک کی پتلیاں سیاہ تھیں۔ پلکوں پر بال کثرت سے تھے حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے۔

قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انى لانظر الى ماورائى كما انظر الى مابين يدى.

''ابوہریرہؓ نے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بے شک میں دیکھتا ہوں جو کچھ میرے پیچھے ہے جیسا کہ میں دیکھتا ہوں جو کچھ میرے سامنے ہے۔''

حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے کہ۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انى ارى لا ترون واسمع ما لاتسمعون (ترمذی)

''یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بے شک میں دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے۔''

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات کے اندھیرے میں بھی ایسا ہی دیکھا کرتے تھے جیسا کہ دن کی روشنی میں (زرقانی علی المواہب) علامہ زرقانی فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جیسا باطن کا ادراک حاصل تھا ویسا ہی آنکھوں کا (ظاہری و باطنی) ادراک حاصل تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بینی مبارک مائل بہ درازی تھی۔ دہن مبارک کشادہ تھا۔ دانت موتیوں کی طرح آبدار تھے اور معمولی مسکراہٹ آپ کی ہنسی تھی۔

چہرہ مبارک نہ بالکل کتابی تھا اور نہ بالکل گول اور نہ پُر گوشت تھا۔ چہرۂ مبارک کا رنگ سرخ و سفید تھا۔ چہرے کی بناوٹ اور رنگت سبحان اللہ! جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسکراتے اور مسرور ہوتے تو چہرۂ انور بقعہ نور معلوم ہوتا تھا گویا آفتاب آپؐ کے چہرہ مبارک میں چل رہا ہے۔ (ابو ہریرہ)

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ۔

''میں ایک روز حجرے میں بیٹی کچھ سی رہی تھی کہ میرے ہاتھ سے سوئی گر گئی۔ میں نے ہر چند اسے تلاش کیا مگر نہ ملی، اسی اثناء میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ آپؐ کے روئے انور سے تمام کمرہ منور ہو گیا اور وہ گمشدہ سوئی مجھے صاف نظر آ گئی۔''

خزائن العرفان میں ہے کہ والضحیٰ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نورِ جمال کی طرف اشارہ ہے اور واللیل سے کنایہ ہے آپؐ کے گیسوئے عنبریں کی طرف۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک گھنی تھی۔ آپؐ کے وصال کے وقت سر مبارک اور ریش مبارک میں کل سترہ یا اٹھارہ بال سفید تھے۔ (زرقانی علی المواہب)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن مبارک بلند تھی مگر نہ زیادہ دراز اور نہ زیادہ پست، سینہ مبارک کشادہ تھا جس کے درمیان میں ناف تک ہلکے اور مہین بال تھے۔

آپؐ کے مبارک ہاتھ پُر گوشت اور نرم تھے۔ دونوں کندھے پشت کی طرف سے بھرے ہوئے تھے اور ان کے درمیان کبوتر کے انڈے کے برابر ابھرا ہوا گوشت تھا جس پر تل تھے اور ان تلوں پر بال اگے ہوئے تھے، یہی مہر نبوت تھی۔

Marfat.com

آپ کا جسم مبارک درمیانہ تھا، نہ زیادہ دبلا اور نہ زیادہ موٹا۔ قد مبارک بھی میانہ تھا۔ آپؐ کے پاؤں نہایت خوبصورت تھے، ایڑیاں نازک تھیں۔ پاؤں کے تلوے نیچے سے خالی تھے، یہاں تک کہ ان کے نیچے سے پانی گزر جاتا تھا۔ آپؐ کی رفتار تیز تھی۔ آپؐ سب سے آگے رہنے والے تھے۔ جب راستہ چلتے تو یوں معلوم ہوتا تھا کہ نشیب کو جا رہے ہیں۔

آپ کا پسینہ مشک وعنبر سے زیادہ خوشبودار تھا۔ جس طرف سے آپ گزرتے، وہ محلہ، گلی یا بازار معطر ہو جاتا تھا۔ ایسا کہ ہر شخص پر آپؐ کی آمد واضح ہو جاتی تھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سادگی پسند تھے، ایک دفعہ آپؐ نے دعا فرمائی۔

اللھم احیینی مسکیناً و امتنی مسکیناً و احشرنی فی زمرۃ المساکین.

یا اللہ! مجھے زندہ رکھنا مسکینی میں اور بحالت مسکینی مارنا اور مسکینوں کے گروہ میں میرا حشر کرنا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس نہایت سادہ تھا۔ آپ عموماً چادر، قمیص اور تہبند پہنتے تھے۔ آپ کا عمامہ عموماً سیاہ رنگ کا ہوتا تھا جس کا شملہ دوشِ مبارک پر اور کبھی شانوں کے درمیان ہوتا تھا۔ عمامہ کے نیچے سر کے ساتھ لپٹی ہوئی ٹوپی پہنتے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سفید اور زرد رنگ مرغوب تھے۔ بعض اوقات آپؐ تمام کپڑے حتیٰ کہ عمامہ بھی زرد رنگ کا پہن لیتے تھے۔ سرخ رنگ آپ کو ناپسند تھا۔ خوشبو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت پسند تھی۔ آپ عموماً مشک وعنبر استعمال کرتے تھے۔ مہندی کی بو بھی ناگوارِ خاطر مبارک تھی۔

نعلین مبارک ایک تلا ہوتا تھا جس میں تسمے لگے ہوتے تھے جسے چپل کی مانند کہا جا سکتا ہے۔ جوتا پہنتے وقت آپؐ پہلے دایاں پاؤں پہنتے اور اتارتے وقت پہلے بایاں پاؤں نکالتے تھے۔ مسجد میں داخل ہوتے وقت ہمیشہ پہلے دایاں پاؤں داخل کرتے اور جب مسجد سے نکلتے تو پہلے بایاں پاؤں نکالتے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چارپائی بان کی تھی جس پر بچھونا چمڑے کا ہوتا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میدے کی روٹی تمام عمر نہیں کھائی، ہمیشہ جو کی روٹی

Marfat.com

کھاتے تھے، حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں۔

ماشبع رسول الله صلی الله علیه وسلم من خبزا لشعیر یومین متتابعین حتیٰ قبض.

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کی روٹی بھی دو دن لگاتار پیٹ بھر کر نہیں کھائی، یہاں تک کہ آپ کا وصال ہوگیا۔"

گوشت، حلوہ، سرکہ، شہد، زیتون، کھجور اور سبزیوں میں کدو (لوکی) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پسندیدہ غذائیں تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عموماً دایاں زانو کھڑا کر کے اور بائیں زانو پر بیٹھ کر کھانا تناول فرمایا کرتے تھے۔ بعض اوقات اکڑوں بیٹھ کر بھی کھانا تناول فرماتے تھے۔ آپؐ ہمیشہ اپنے سامنے سے کھاتے تھے اور ساتھ کھانے والوں کی طرف نہیں دیکھتے تھے، آپؐ زیادہ گرم کھانا نہیں کھاتے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بودار اشیاء مثلاً پیاز، لہسن، مولی وغیرہ پسند نہ تھیں۔ کھانے میں آپؐ عیب نہیں نکالتے تھے، پسند ہوتو کھالیا ورنہ چھوڑ دیتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیشتر اوقات بھوکے رہا کرتے تھے۔ اس لئے نہیں کہ کھانا میسر نہیں ہوتا تھا بلکہ کھانا موجود ہونے کی صورت میں بھی بہت کم تناول فرماتے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کوئی برتن بھرنے کے اعتبار سے پیٹ سے برا نہیں نیز آپؐ نے فرمایا کہ نفس کسی چیز سے بھی اتنا زیر نہیں ہوتا جتنا بھوکا رہنے سے ہوتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہایت سخی، کریم، دلیر و شجاع، نرم دل، رؤف و رحیم، صادق القول و فعل، امین، بردبار، حیادار، باوفا، مستقل مزاج، پابند عہد و پیمان، عادل اور متین تھے۔ آپؐ کی گفتگو نہایت شیریں اور دلآویز تھی۔ جو شخص بھی آپؐ کو دیکھتا مرعوب ہو جاتا اور جو آپؐ کی صحبت سے فیضاب ہوتا وہ آپؐ کا گرویدہ ہو جاتا۔ آپؐ ہر ایک سے بلا امتیاز، خندہ پیشانی سے ملتے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں آپؐ کے متعلق فرمایا ہے۔

انک لعلی خلق عظیم.

"بے شک آپ خلق عظیم کے مالک ہیں۔"

عربی زبان میں جس چیز کی صفت لفظ عظیم سے کی جائے وہاں اس کا انتہائے عروج پر

Marfat.com

بیان کرنا مقصود ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق کو عظیم سے موصوف فرمایا ہے جس کا مطلب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق انتہائے عروج پر ہے۔ مثال کے طور پر یہ واقعہ ملاحظہ ہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ بدر میں لشکر اسلام کی صف بندی فرما رہے تھے۔ سواد بن غزیہ انصاریؓ صف سے کسی قدر آگے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چھڑی کے ساتھ جو آپؐ کے ہاتھ میں تھی، ان کے پیٹ کو ٹہوکا دیا اور فرمایا۔ ''سواد برابر ہو جاؤ۔''

وہ کہنے لگے۔ ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے مجھے ایذا پہنچائی، میں تو اس کا قصاص لوں گا۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''میں موجود ہوں۔''

سوادؓ بولے۔ ''میرے بدن پر کرتا نہ تھا۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت اپنا کرتہ اوپر اٹھایا اور فرمایا۔ ''اب درست ہے۔''

سواد نے بڑھ کر جسم اطہر کو چوم لیا اور عرض کیا۔ ''اس گستاخی سے میرا مدعا یہی تھا کہ شہادت گاہ میں دَر آنے سے پہلے یہ سعادت حاصل کرلوں۔''

سبحان اللہ! رحمتہ للعالمین، شہنشاہِ دو جہاں، باعث تکوین عالم و عالمیاں، محبوب خالق انس و جان اپنے ایک ادنیٰ امتی کو بدلہ دینے کیلئے فوراً تیار ہو گئے۔ یہ ہے صحیح معنوں میں اسلام اور اسلام کا عدل و انصاف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق عظیم۔ ایسے شفیق و عادل شہنشاہ پر بھلا کون دل و جان سے قربان نہ ہوگا۔

محمدؐ عربی کا بروئے ہر دو سراست
کسے کہ خاکِ درش نیست خاک برسر او

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سلام کہنے میں ہمیشہ پہل کرتے تھے۔ جب کوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کرتا تو اسے پوری توجہ سے سنتے، اس کا سلسلہ کلام منقطع نہ کرتے، خود بلاضرورت بات نہیں کرتے تھے۔ عذر کرنے والے کا عذر قبول فرماتے، اگرچہ آپ کو معلوم ہوتا کہ اس کا عذر جھوٹا ہے۔

Marfat.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ذاتی کام خود کیا کرتے تھے بلکہ گھر میں ازواج کی، ان کے گھریلو کاموں میں امداد فرمایا کرتے تھے۔ کسی کے متعلق اگر پتہ چلے کہ وہ بیمار ہے تو خواہ وہ منافق ہی کیوں نہ ہو اس کی عیادت کو ضرور جاتے۔

نماز دین متین کا اہم ترین رکن ہے۔ یہ فی الحقیقت طہارتِ ظاہری و باطنی کے ساتھ اپنے خالق کے سامنے اپنے ایمان و یقین کا اقرار اور اسے تازہ کرنے کا نام ہے۔ روزانہ پانچ دفعہ اوقاتِ معینہ میں نماز قائم کرنا شب معراج میں فرض ہوا۔ بعثت کے ساتھ ہی اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز پڑھنا ثابت ہے لیکن بعض علماء کے نزدیک معراج شریف سے پہلے صرف دو نمازیں فرض تھیں، دو رکعتیں فجر کی اور دو رکعتیں عصر کی۔ لیکن بعض علماء کہتے ہیں کہ ابتداء میں تعدادِ رکعات اور اوقاتِ نماز کا کوئی تعین نہ تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب چاہتے اور جتنی رکعات چاہتے پڑھ لیا کرتے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہایت اطمینان و سکون سے نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔ جلدی جلدی نماز پڑھنے کو آپؐ نے منع فرمایا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سنتیں عموماً اختصار سے پڑھا کرتے تھے۔ فرائض کے متعلق صحابہ کا بیان ہے کہ

''نماز فجر کی ہر رکعت میں ساٹھ سے ایک سو آیات تک، نماز ظہر کی پہلی رکعت میں تیس اور دوسری میں پندرہ تک، عصر کی پہلی رکعت میں پندرہ اور دوسری میں سات آٹھ آیات کے برابر، مغرب میں والمرسلت اور سورہ طور کے برابر اور نماز عشاء میں والتین والزیتون اور اس کے برابر آیات تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ تہجد کی نماز میں لمبی سورتیں مثلاً سورۂ بقرہ، آلِ عمران، سورۂ النساء وغیرہ اور عیدین کی نماز میں سبح اسم ربک الاعلیٰ اور ھل اتک کے برابر آیات تلاوت فرمایا کرتے تھے۔

☆☆☆

Marfat.com

باب ہفتم

ابوجہل، ابولہب، امیہ، عتبہ وغیرہم سردارانِ قریش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہتے تھے۔

''آپ کیسے نبی ہیں کہ عام لوگوں کی مانند کھاتے ہیں، بازاروں میں گھومتے ہیں۔ آپ تو ہمارے جیسے ہی بشر ہیں۔ ہم ان پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے۔''

کفارِ مکہ آنحضرت کے خلق عظیم سے متاثر تو ہوئے، انہوں نے آپ کو صادق القول والفعل پایا اور تسلیم کیا۔ الامین کا لقب دیا لیکن انہوں نے اپنے معبودوں کو یعنی لات ومنات، عزیٰ وحبل کو کبھی چلتے پھرتے، کھاتے پیتے نہ دیکھا تھا۔ لہٰذا ان کی نگاہ، طبیعی امورِ بشریت میں الجھ کر رہ گئی۔ وہ سمجھے کہ بشریت، نبوت ورسالت کے منافی ہے۔

قالوا مالی ھذالرسول یاکل الطعام ویمشی فی الاسواق.

''وہ کہتے تھے کیا (ہوا) ہے اس رسول کو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔''

علاوہ ازیں ان کی خاندانی رقابتیں، پرانی عداوتیں اور ذاتی رنجشیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کو مانع تھیں۔ جب ایک دفعہ اخنس بن شریق نے ابوجہل سے پوچھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے تو اس نے کہا۔

''ہم اور بنو ہاشم ہمیشہ سے حریف ہیں۔ جو کچھ انہوں نے کیا ہم نے بھی کیا بلکہ ہم نے ان سے بڑھ چڑھ کر فیاضیاں کیں لیکن اب وہ پیغمبری کے دعویدار بن گئے واللہ ہم اس پیغمبر پر کبھی ایمان نہ لائیں گے۔''

مزید برآں قریش کو معلوم تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا ان کے بتوں کی

Marfat.com

صریح موت ہے جن کی بدولت وہ تمام عرب میں مؤقر و معزز تھے لہٰذا ان وجوہات کی بناء پر انہوں نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے جیسے بشر ہیں اور ایسا کہنا ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے سے مانع ہوا۔

مامنع الناس ان یومنوا اذ جآء ھم الھدی الاان قالوا ابعث اللہ بشراً رسولاً. (بنی اسرائیل:۹۴)

"نہ روکا لوگوں کو ایمان لانے سے جب ہدایت (قرآن حکیم) آ گئی ان کے پاس مگر (اس بات نے) کہ انہوں نے کہا کہ کیا اللہ نے ایک بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔"

کفار و مشرکین کو کیا معلوم کہ قرآن پاک میں "**قل انما انابشر مثلکم**" (کہہ دو کہ میں تمہارے جیسا بشر ہوں) کے ساتھ "**یوحی الی**" (میری طرف وحی کی جاتی ہے) کا امتیازی جملہ بھی موجود ہے۔

وہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب رسولِ خدا ہی نہیں مانتے، کلام پاک کو اللہ تعالیٰ کا کلام ہی تسلیم نہیں کرتے، "**وماینطق عن الھدیٰ ان ھوالا وحی یوحیٰ ثم دنیٰ فتدلی فکان قاب قوسین اوادنیٰ فاوحیٰ الی عبدہٖ ماوحیٰ**" جیسی آیات کے مطالب کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی علو مرتبت کو بیان کرتی ہیں کیسے سمجھ سکتے ہیں۔ کفر اور تعصب نے انہیں اندھا کر دیا۔ انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت ہی نظر آئی۔ آپؐ کے امتیازی اوصاف و کمالات نبوت و رسالت دکھائی نہ دیئے۔

کافراں دیدند احمدؐ را بشر
ایں نہ دانستند کاں شق القمر
دست احمدؐ عین دست ذوالجلال
آمدہ در بیعت و اندر قتال

(مولانا روم)

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شمار ناممکن ہے اور پھر ہر نعمت ایسی کہ اس کا کوئی بدل نہیں۔ منعم حقیقی نے اس کے باوجود صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے متعلق فرمایا کہ ہم نے

Marfat.com

مومنوں پر احسان کیا۔

لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولاً من انفسھم یتلو علیھم ایٰتہٖ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ و ان کانوا من قبل لفی ضلالٍ مبین۔

''بیشک احسان فرمایا اللہ نے مومنوں پر جب کہ بھیجا اس نے ان میں ایک رسول انہی میں سے (کہ) پڑھتا ہے ان پر اس کی آیتیں اور پاک کرتا ہے ان کو اور سکھاتا ہے ان کو کتاب اور حکمت اور اس سے قبل وہ کھلی گمراہی میں تھے۔''

جس ہستی کے مبعوث کرنے کو خود اللہ تعالیٰ فرمائیں کہ ہم نے احسان کیا، اس کے مقام کو (بشریت کے باوجود) کسی بشر کا فہم وادراک سمجھ کیسے سکتا ہے۔

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گزاشتیم
کاں ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمدؐ است

فرض کیا کہ دنیا میں دو لاکھ مسجدیں ہیں جن میں دن بھر میں دس لاکھ دفعہ اذان ہوتی ہے ان دس لاکھ اذانوں میں **اشھد ان لاالہ الا اللہ** کے ساتھ بمقتضائے **ورفعنا لک ذکرک** روزانہ بیس لاکھ بار **اشھد ان محمد رسول اللہ** کے اعلانِ رسالتِ حقہ سے دنیا کا گوشہ گوشہ اور کونہ کونہ گونجتا ہے۔

ان دو لاکھ مسجدوں میں اوسطاً پچیس نمازی فی مسجد فرض کئے جائیں (اگرچہ بعض مسجدوں میں سینکڑوں اور بعض ایام میں مثلاً ماہ صیام میں ہر مسجد میں معمول سے بہت زیادہ نمازی ہوتے ہیں) تو کل پچاس لاکھ نمازی ہوئے اور ہر نمازی دن بھر کی پانچ نمازوں میں سولہ دفعہ درود شریف پڑھتا ہے (اور جو عشاق رسول اللہ روزانہ ہزاروں کی تعداد میں درود و سلام بھیجتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی لئے جانے پر وہ جو سننے والے درود پڑھتے ہیں وہ علیحدہ ہے) تو گویا کل پچاس لاکھ نمازی چوبیس گھنٹے میں آٹھ کروڑ دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجتے ہیں۔

مقام حیرت ہے کہ جس ہستی کا نام نامی بطریق شہادت ایک دن میں بیس لاکھ دفعہ بآواز

Marfat.com

بلند پکارا جائے اور آٹھ کروڑ دفعہ ان پر درود وسلام بھیجا جائے اور حسب ارشادات باری تعالیٰ۔

ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی یاایھا الذین امنوا صلوا علیہ و سلموا تسلیما

(الاحزاب:۵۶)

''بیشک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی پر اے ایمان والوتم بھی درود وسلام بھیجوان پر جو درود وسلام بھیجنے کا حق ہے۔''

خود خدا تعالیٰ اور اس کے فرشتے درود وسلام بھیجیں (اور خدا ہی جانے وہ دن بھر میں کتنی دفعہ بھیجتے ہیں) اس بزرگ و برتر ہستی کو وہ لوگ جن کو زندگی میں (مرنے کے بعد تو کیا) ایک بار بھی کسی نے دعائے خیر سے یاد نہ کیا ہوگا، اپنے ہی جیسا بشر سمجھیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے جیسا بشر کہنا اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جیسا بشر کہنے کے مترادف ہے۔

''فلاں میرے جیسا انسان ہے'' یا ''میں فلاں جیسا انسان ہوں'' ایک ہی مفہوم کے دو جملے ہیں لہٰذا اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھنے والا کوئی شخص اتنی جرأت کر ہی نہیں سکتا کہ وہ کہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جیسا بشر ہوں۔

قرآن مجید میں جہاں بھی انبیاء علیہم السلام کا یا ان کے واقعات کا ذکر آیا، وہاں اللہ نے انہیں ان کے ناموں سے پکارا۔

(ا) یاادم انبئھم باسمآء ھم

اے آدمؑ تم ان کو (فرشتوں کو) ان اشیاء کے نام بتادو۔

(ب) یابراھیم اعرض عن ھذا.

اے ابراہیم اس سے درگزر کرو۔

(ج) یاعیسیٰ ابن مریم اذکر نعمتی علیک.

اے عیسیٰ بن مریم میری نعمت کو یاد کرو جو میں نے تمہیں دی۔

لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آپؐ کے اسم مبارک سے کبھی خطاب نہیں فرمایا۔ کبھی آپ کو یاایھا المزمل، یاایھاالمدثر، یاایھاالرسول جیسے پیارے القابات سے اور کبھی طٰہٰ و

Marfat.com

یٰسین، برہان ونور، بشیر ونذیر جیسے معزز خطابات سے پکارا اور یاد فرمایا۔

لفظ راعنا میں یہ احتمال تھا کہ اسے بگاڑ کر بولا جا سکتا ہے لہٰذا اس کے استعمال سے حکماً منع فرمایا اور آپؐ کی عزت وتوقیر کرنے کا حکم دیا۔ فرمایا: ''**تعزروہ و توقیروہ**'' اور واضح الفاظ میں عزت وتوقیر کے آداب بھی سکھائے۔

یاایھا الذین امنوا لا تقد موابین یدی اللہ ورسولہ واتقواللہ ط ان اللہ سمیع علیم o یاایھا الذین امنوا لا ترفعوآ اصواتکم فوق صوت النبی ولاتجھرو الہ بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لاتشعرون.

(الحجرات:۱۔۲)

''اے لوگو! جو ایمان لائے نہ بڑھو آگے خدا کے اور اس کے رسول کے اور اللہ سے ڈرو۔ تحقیق اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو اپنی آوازوں کو اونچی مت کرو نبی کی آواز سے اور ان کے سامنے چلا کر نہ بات کرو جیسا کہ تم ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو (ایسا نہ ہو) کہ تمہارے اعمال کھوئے جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی نبی و مرسل کیلئے کلام پاک میں جہاں بھی ''عبد'' کا لفظ استعمال ہوا وہاں اس کے ساتھ ہی وضاحت فرما دی ہے کہ اس سے کون مراد ہیں۔ واذکر عبدنا داؤد (ص/40) واذکر عبدنا ایوب (ص/41، ذکر رحمۃ ربک عبدہ زکریا (ص/2) مگر جہاں کہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کے انعاماتِ خاص کا ذکر آیا اور آپؐ کے لئے عبد کا لفظ استعمال ہوا، وہاں اس کی تصریح نہیں فرمائی گئی۔ عبد کا لفظ اکیلا صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی طرف دلالت کرتا ہے کسی اور شخص کی طرف نہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عبدیت اللہ تعالیٰ کی الوہیت کی طرح بے مثل و بے عدیل ہے، کوئی بندہ بشر عبدیت کے اس درجے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شریک نہیں۔

(۱) **سبحن الذی اسری بعبدہٖ لیلاً**

پاک ہے وہ ذات جس نے سیر کرائی اپنے بندے کو رات کے وقت۔

Marfat.com

(ب) فاوحیٰ الیٰ عبدہ ماوحیٰ.

پس اس نے وحی کی اپنے بندے کی طرف جو اس نے وحی کی۔

(ج) تبارک الذی نزل الفرقان.

برکت والا ہے وہ جس اتارا فرقان اپنے بندے پر۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بے شک بشر ہیں اس سے انکار نہیں اور نہ کوئی مسلمان اس سے انکار کرسکتا ہے لیکن آپ کیسے بشر ہیں بقول سعدی شیرازیؒ

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

معجزہ مصدر عجز کے باب افعال سے اسم فاعل واحد مونث کا صیغہ ہے جس کے معنی ہیں تھکا دینے والی یا عاجز کرنے والی بات لیکن عرف عام میں کسی ایسے خارقِ عادت واقعہ کو معجزہ کہتے ہیں لوگ جس کا کسی نبی اللہ سے مطالبہ کریں یا کسی اہم ضرورت کے تحت خود نبی سے ظاہر ہو۔

اللہ تعالیٰ کی ذات یکتا و بے مثل ہے۔ اس کا کوئی ہمسر نہیں۔ کائنات کا ذرہ ذرہ اسی کا پیدا کردہ ہے اور ہر مخلوق اس کی تابع فرمان ہے۔

له ما فی السموات والارض کل له قانتون. (البقرہ:۱۱۶)

''اسی کا ہے (اللہ تعالیٰ کا) جو کچھ بھی ارض و سما میں ہے وہ سب اس کے فرمانبردار ہیں۔''

اللہ تعالیٰ کو اسی لئے اپنی کسی مخلوق کو جو کہ ہر حال میں اس کے سامنے عاجز و حقیر ہے، تھکانے یا عاجز کرنے والی کوئی بات کرنے کی مطلق ضرورت نہیں۔ اس کا تو ہر کام اپنی مخلوق کو توانائی بخشنے، عقل و خرد کو مہمیز کرنے اور دل و دماغ کو روشن کرنے والا ہے لہٰذا قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ کے ہر کام اور ہر عطیے کو لفظ ''آیت'' سے تعبیر فرمایا گیا ہے، معجزہ نہیں کہا گیا۔

ان فی خلق السموات والارض واختلاف الیل والنهار
والفلک التی تجری فی البحر بما ینفع الناس وما انزل الله
من السماء من ماءٍ فاحیا به الارض بعد موتها وبث فیها من
کل دابةٍ وتصریف الریاح والسحاب المسخربین السمآء
والارض لأیت لقوم یعقلون

Marfat.com

(البقرہ۔ 164)

''بیشک آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات اور دن کے بدلنے میں اور اس کشتی میں جو چلتی ہے دریا میں ایسی چیز لئے ہوئے جو نفع دیتی ہے لوگوں کو اور اس میں جو اللہ نے آسمان سے پانی اتار کر مردہ زمین کو اس کے ساتھ زندہ کیا اور اس میں (زمین میں) طرح طرح کے جانور بکھیرنے اور ہواؤں کے چلانے اور آسمان اور زمین کے درمیان حکم کے بندھے ہوئے بادل میں، بیشک آیات ہیں ایسی قوم کیلئے جو عقل رکھتی ہے۔''

آیت کے معنی ہیں نشانی یا علامت، زمین و آسمان، دن رات علامات و نشانہائے وحدانیت و یکتائی خلاقِ کون و مکان ہیں کیا یہ اس بات کی طرف دلالت نہیں کرتے کہ جس ہستی نے انہیں بنایا، تخلیق کیا، وہ بلاشبہ قادر مطلق اور واحد والاشریک ہے، اس کا کوئی مثیل نہیں۔ سورج، چاند، ستارے اور سیارے سب آیاتِ خداوندی ہیں۔ بادلوں کا اٹھانا، ہواؤں کا چلانا، بارش برسانا اور مردہ زمین کو زندہ کرنا لاریب اس کی قدرتِ کاملہ کے مظاہر اور جمادات و نباتات کو توانائی و زندگی بخشنے اور حیوانات کیلئے ان کی ضروریات زندگی مہیا کرنے کے اسباب ہیں۔

آسمان کو بغیر ستون قائم کرنے، اجرام کو خلا میں معلق اور نظامِ خاص میں مربوط و متحرک کرنے، پرندوں کو ہوا میں اور مچھلیوں کو پانی میں اڑنے اور چلنے پھرنے کی اہلیت و قابلیت عطا کرنے سے کسی کو تھکانا یا عاجز کرنا مقصود نہیں، بالفاظِ دیگر یہ معجزات نہیں یہ احکم الحاکمین کے حکم کن کے مظاہر ہیں، آیاتِ بینات ہیں جو چاہے ان سے اپنے رب کی طرف رستہ پالے۔

فمن شاء اتخذالی ربه سبیلا

پس جو شخص چاہے اپنے رب کی طرف رستہ پالے۔

ہر گیاہے کہ از زمیں روید

وحدہٗ لاشریک لہٗ گوید

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ ابی دامی) سے پہلے دنیا میں جتنے بھی انبیاء علیہم السلام ہوئے ہیں ان میں سے کسی ایک نبی سے بھی کوئی ایسا خارقِ عادت عمل ظہور میں نہیں آیا جسے

Marfat.com

معجزہ کہا جائے۔ یہ بات قارئین کرام کو نرالی اور انوکھی معلوم ہوگی لیکن یہ ایک حقیقت ہے جس کا انکار ممکن نہیں۔

حضرت موسیٰؑ کے پاس عصا اور ید بیضاء اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ آیات تھیں۔ سورہ طٰہٰ میں ارشاد ہے۔

اذھب انت واخوک بایاٰتی.

''جاؤ تم اور تمہارا بھائی میری آیات لے کر۔''

جب انہوں نے فرعون کے سامنے اللہ تعالیٰ کے رسول ہونے کا دعویٰ کیا تو کہا۔

قد جئنک بآیۃ من ربک

''ہم دونوں تیرے پاس تیرے رب کی آیت لے کر آئے ہیں۔''

جادوگروں کے مقابلے میں ان کی رسیوں کو سانپ کی طرح بل کھاتے اور دوڑتے دیکھ حضرت موسیٰ علیہ السلام خوفزدہ ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی۔

اوحینا الی موسیٰ ان الق عصاک فاذ اتلقف ما یافکون

(الاعراف 117)

''اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی فرمائی کہ تو اپنا عصا پھینک پس وہ ان کی بناوٹوں کو نگل جائے گا۔''

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر بحکم خداوندی مصر سے نکلے اور فرعون اور اس کی فوجوں نے ان کا تعاقب کیا تو بنی اسرائیل نے کہا۔

''اے موسیٰ! ہم مارے گئے۔ سامنے سمندر ہے اور پیچھے فرعون۔''

موسیٰ نے فرمایا۔ ''**کلاان معی ربی سیھدین**''

''بے شک میرا رب میرے ساتھ ہے وہ جلد ہی میری رہبری کرے گا۔''

چنانچہ سورہ الشعرا میں ہے۔

فاوحینا الی موسیٰ ان اضرب بعصاک البحر

''پس ہم نے وحی کی موسیٰ کی طرف کہ مار اپنا عصا سمندر میں۔''

پس انہوں نے عصا کو سمندر پر مارا تو اس نے رستہ دے دیا۔ جب بنی اسرائیل نے ایک گھاٹ پر پانی پینے سے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

فاضرب بعصاک الحجر فانفجرت منه اثناتا عشرة عینا

''پس تو مار اپنا عصا پتھر پر پس جاری ہو گئے اس سے بارہ چشمے۔''

عصا کے ساتھ اور وہ بھی اللہ تعالیٰ کی ہدایت پر کئے جانے والے حیرت افزاء امور کے علاوہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کوئی ایسا خارقِ عادت کام صادر نہیں ہوا جسے معجزہ کہا جائے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے دست مبارک میں لوہا نرم ہو جاتا تھا۔ حضرت سلیمانؑ کا تخت ہوا میں اڑتا تھا۔ چرند، پرندے اور جنات ان کے تابع تھے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ آیات تھیں۔ حضرت عیسیٰ کلمۃ اللہ تھے۔ ان سے کوڑھی کو تندرست کرنے، مردہ کو زندہ کرنے، کل کلاں کا کھایا پیا بتا دینے وغیرہ چند امور کے سوا کوئی خارق عادت امر ظہور میں نہیں آیا۔

عصائے موسیٰ، ید بیضا، لوہے کا نرم ہونا، ہوا پر تخت اڑانا، پرندوں سے باتیں کرنا، مردوں کو زندہ کرنا، کوڑھی کو تندرست کرنا وغیرہ آیاتِ خداوندی تھیں جو کہ انبیاء علیہم السلام کو بغرض تصدیق عہدہ نبوت اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ ابی وامی) کا تمغہ نبوت وآیات رسالت قرآن پاک ہے۔

قالوا لو لا انزل علیه ایٰتٌ من ربه قل انما الآیٰت عنداللہ وانما انا نذیر مبینٌ اولم یکفهم هم ان انزلنا علیک الکتاب یتلی علیهم ان فی ذلک لرحمة و ذکری لقوم یومنون

(عنکبوت)

''انہوں نے کہا ان پر (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر) کوئی آیت نازل ہوتی ان کے رب کی طرف سے تم کہہ دو آیات اللہ تعالیٰ کے ہاں ہیں۔ اور میں صاف ڈرانے والا ہوں۔ اللہ کے عذاب سے کیا ان کیلئے کافی نہیں (یہ آیت) کہ ہم نے نازل فرمائی تم پر کتاب (قرآن مجید) جو پڑھی جاتی ہے ان کے سامنے بے شک اس میں رحمت اور نصیحت ہے ان کیلئے جو ایمان لاتے ہیں۔''

مذکورہ آیت میں صاف ارشاد ہے کہ ہم نے آپ پر (اے محبوب جبکہ آپ امی ہیں) الکتاب نازل فرمائی جسے وہ سنتے ہیں، جس کی فصاحت و بلاغت، سلاست و روانی، لطافت و جامعیت مضمون بے مثل ہے۔ کیا یہ آیت خداوندی نہیں اور ان کیلئے کافی نہیں؟

قریش نے جیسا کہ آپ پیشتر ازیں پڑھ چکے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ممکن مخالفت کی۔ جب قرآن پڑھا جاتا تو شوروغوغا کرنے لگتے، لوگوں کو کلام پاک سننے سے روکتے، کانوں میں روئی ٹھونس لیتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اشاعت دین حق سے روکنے اور باز رکھنے کا وہ کون سا حربہ ہے جو انہوں نے استعمال نہ کیا لیکن قرآن حکیم کا معارضہ نہ کر سکے۔ خفیہ مشورے کیے۔

بل قالو اضغاث احلام بل افترٰیهُ بل هو شاعر فلیا تنا بایةٍ كما ارسل الاولون. (الانبیاء:۵)

''بلکہ کہنے لگے یہ بے سروپا خواب ہیں بلکہ خود گھڑ لیتے ہیں بلکہ وہ شاعر ہیں وہ ہمارے پاس پہلے انبیاء علیہم السلام جیسی آیت لاتے۔''

کوئی ان سے پوچھے کہ اگر یہ بے سروپا خواب ہیں تو تمہارے باسروپا خواب کہاں ہیں؟ انہیں پیش کر دو، اگر وہ خود گھڑ لیتے ہیں یا وہ شاعر ہیں تو تم اس جیسا کلام یا شعر کیوں نہیں گھڑ لیتے یا بنا لیتے؟ تم پڑھے لکھے ہو، بزعم خود بڑے فصیح و بلیغ ہو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو امی ہیں اور قرآن پاک نے تمہیں مقابلے و معارضے کیلئے چیلنج بھی کیا ہے۔

ان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورةٍ من مثله. وادعوا شهداء کم من دون الله ان کنتم صدقین.

''اگر تم لوگ شک میں ہو اس سے (قرآن حکیم سے) تو اس کی مثل ایک سورۃ لے آؤ اور بلالو اپنے مددگاروں کو اللہ تعالیٰ کے سوا اگر تم سچے ہو۔''

آفتاب اللہ تعالیٰ کی ایک آیت ہے۔ بھلا آفتاب جیسی شے کون بنائے، زمین و آسمان آیات بینات خالق کون و مکاں ہیں ویسے ہی زمین و آسمان کون بنا کر دکھائے، قرآن پاک ہزارہا آیات کا مجموعہ ہے، کسی کی جرأت ہے کہ اس کا مقابلہ و معارضہ کرے۔ بڑے بڑے فصحا و بلغا دم بخود رہ گئے بلکہ ایک جملہ بھی تو اس کی مثل نہ بنا سکے۔

Marfat.com

اور یہ جو کہنے لگے کہ پہلے انبیاء علیہم السلام جیسی کوئی آیت لاتے (عصائے موسیٰ جیسی یا کوئی اور اسی قسم کی) یہ ان کے نفس کا دھوکہ ہے۔ اس نے قرآن پاک پر ان کو غور کرنے ہی نہیں دیا، دلوں پر تالے لگا دیئے۔ ایک امی کی زبان پر ایسا فصیح و بلیغ کلام جاری ہو جس کی مانند ان کا بڑے سے بڑا متجر عالم و فاضل ایک جملہ بھی نہ لکھ سکا کیا یہ روشن آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول اللہ ہونے کی نہیں۔ ''**اولم یکفھم**'' کیا یہ ان کیلئے کافی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی اپنی کسی آیت یعنی نشانِ نبوت کے بغیر مبعوث نہیں فرمایا۔ کسی نبی کو ایک آیت ملی، کسی کو دو کسی کو چار، حضرت موسیٰؑ کو نو آیات مرحمت ہوئیں لیکن رحمۃ للعالمین (فداہ ابی و امی) کی ذاتِ اقدس پر اللہ تعالیٰ نے آیات بینات کی گویا بارش فرما دی۔ قرآن پاک کا ایک ایک لفظ بلکہ ایک ایک حرف آیت ہے۔

المختصر جو بھی خارقِ عادت حیرت افزا امور انبیاء علیہم السلام سے ظاہر ہوئے وہ معجزات نہ تھے وہ ان کی نبوت و رسالت کی تصدیق کرنے والے کریڈنشل (CREDEENTIAL) کے کرشمے تھے۔ قرآن پاک بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ نہیں یہ آپؐ کی نبوت و رسالت کی مصدقہ آیاتِ خداوندی ہیں۔

لیکن چاند کو دو ٹکڑے کر دینا، آفتاب کو غروب ہونے سے روک لینا یا غروب شدہ کو لوٹانا معجزات ہیں۔ کنکریوں کا آپؐ کے دست مبارک میں کلمہ شہادت پڑھنا، ایک درخت کا دور سے زمین کو چیرتے ہوئے نزدیک آ کر گواہی دینا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات ہیں۔

حدیبیہ کا کنواں خشک ہے اس میں پانی نہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پانی کی قلت کا ذکر کیا گیا تو آپؐ نے ایک تیر دیا اور فرمایا کنویں میں اتر کر اس تیر کو اس کے وسط میں گاڑ دو، تیر کا گاڑنا تھا کہ چشمہ پھوٹا اور کنواں پانی سے لبریز ہو گیا۔

ہزاروں جانباز خندق کی کھدائی میں مصروف ہیں، ایک لڑکی اپنے باپ اور ماموں کے ناشتہ کیلئے چند کھجوریں لاتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس لڑکی سے وہ کھجوریں لے لیتے ہیں اور زمین پر ایک چادر بچھا کر اس پر انڈیل دیتے ہیں اور فرماتے ہیں۔ ''اعلان کر دو کہ تمام لوگ آ کر ناشتہ کر لیں۔'' تمام صحابہ باری باری آ کر سیر ہو کر کھجوریں کھاتے ہیں مگر کھجوریں ہیں کہ ختم ہی نہیں ہوتیں۔ چادر پر بدستور موجود ہیں۔

Marfat.com

کیا کسی نبی سے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی ایک کام بھی اس قسم کا صادر ہوا۔

حضرت ابراہیم نے عرض کیا۔

واذقال ابراھیم رب ارنی کیف تحیی الموتیٰ قال اولم تومن قال بلیٰ ولکن لیطمئن قلبی

(البقرہ 260)

''الٰہی مجھے دکھا تو مردوں کو کس طرح زندہ کرے گا (اللہ تعالیٰ نے فرمایا) کیا تمہیں یقین نہیں (عرض کیا) 'یقین تو ہے لیکن تسکین قلب کیلئے میں چاہتا ہوں کہ دیکھوں مردے کس طرح زندے ہوں گے۔''

پس حسب ارشاد باری تعالیٰ آپ نے چند پرندوں کو ذبح کر کے ان کا قیمہ بنایا اور بکھیر دیا۔ پھر جب ان کو پکارا تو وہ زندہ ہو کر اڑتے ہوئے ان کے پاس آ گئے۔

یہ واقعہ حضرت ابراہیم کا معجزہ نہیں۔

لیکن جب حضرت جابرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی۔ ان کے صغیر السن بیٹوں نے باپ کو بکری ذبح کرتے دیکھا تو بڑے نے چھوٹے بھائی کو چھت پر لے جا کر اسی طرح لٹا کر ذبح کر دیا۔ خون بہتا دیکھا تو خوفزدہ ہو کر چھت پر سے چھلانگ لگا دی اور اس طرح اپنی جان بھی دے دی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھانے کیلئے بیٹھے تو فرمایا۔ ''تمہارے بچے کہاں ہیں؟ ان کو بلاؤ تا کہ کھانا کھائیں۔''

حضرت جابرؓ نے عرض کیا۔ ''وہ یہیں کہیں کھیلتے ہوں گے، وہ بعد میں کھا لیں گے۔ آپ تناول فرمائیں۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''نہ بھئی، جبرئیل امین اللہ تعالیٰ کا حکم لے کر آئے ہیں کہ بچوں کو اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلاؤ۔''

وہ بیچارے رو پڑے۔ واقعہ بیان کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کی چارپائی کے پاس گئے اور فرمایا۔

''بیٹا اٹھو آؤ کھانا کھائیں۔'' اور وہ دونوں کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے اٹھ بیٹھے گویا

سوئے ہوئے تھے۔

اس قسم کے سینکڑوں خارقِ عادت امور جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے ظہور میں آئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات ہیں۔ علامت یا دلیل نبوت و رسالت نہیں اور نہ ہی آپؐ نے کبھی ایسے واقعات کو اپنے نبی یا رسول ہونے کا نشان بیان فرمایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نشانِ نبوت قرآنِ حکیم ہے۔

دیگر انبیاء علیہم السلام کو جو آیات عطا ہوئیں وہ انہی کے ساتھ مخصوص تھیں، ان پر ایمان لانے والوں کا ان کے ساتھ کوئی تعلق نہ تھا لہٰذا وہ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ہی رخصت ہو گئیں۔ اب نہ عصاء موسیٰ ہے نہ ید بیضا، نہ کشتی نوح ہے، نہ ناقہ حضرت صالح، نہ دم عیسیٰ ہے نہ تخت سلیمان، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تمغہ نبوت و رسالت یعنی قرآنِ حکیم جیسا اس وقت تھا آج چودہ سو سال گزرنے کے بعد بھی ویسا ہی موجود ہے اور تا ابدالآباد بعینہٖ قائم و دائم رہے گا کیونکہ یہ صرف نشانِ نبوت و رسالت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی نہیں مومنین کیلئے ان کے رب کی طرف سے سرچشمہ ہدایت و رحمت، ناصح مشفق اور ہر قسم کے روحانی و جسمانی امراض کا معالج بھی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

یاایھا الناس قد جآء تکم موعظة من ربکم وشفاء لما فی الصدور ۵ ۙ وھدیً ورحمة للمومنین

(یونس 57)

''اے لوگو پہنچ گئی تمہارے پاس نصیحت تمہارے رب کی طرف سے اور شفا اندرونی بیماریوں کی اور ہدایت اور رحمت ایمان لانے والوں کیلئے۔''

عادت کے معنی ہیں دہرانا، علم اخلاق میں کسی فعل کا دہرانا عادت کہلاتا ہے اور جب کوئی فعل بار بار کے دہرانے سے طبیعت میں مستحکم ہو جاتا ہے حتیٰ کہ بلاارادہ صادر ہونے لگتا ہے تو اس وقت اسے خلق کہتے ہیں۔ اخلاق جمع ہے خلق کی، پس پختہ عادات کو اخلاق کہتے ہیں۔

پختہ عادات یعنی اخلاق ناقابل زوال ہیں یا نہیں یہ ایک مستقل موضوع ہے۔ علامہ دوانی نے اپنی تصنیف اخلاق جلالی میں اس موضوع پر محققانہ بحث کی ہے ہم یہاں اس بحث میں پڑنا نہیں چاہتے۔ صرف اتنا عرض کریں گے کہ اخلاق اکتسابی ہیں یعنی بتکرار افعال بنتے

Marfat.com

ہیں اور اکتسابی چیز قابل زوال ہے لہٰذا اخلاق قابل زوال ہے۔

واقعات شاہد ہیں کہ تعلیم و تربیت، نیک و بدصحبت، مناسب و نامناسب آب و ہوا، ماحول اور انسان کی قوتِ ارادی و مستقل مزاجی، عادات و اخلاق پر بالخصوصیت اثرانداز ہوتے ہیں اور ان میں معتد بہ تبدیلی پیدا کر دیتے ہیں۔

بابداں یار گشت ہمسر لوط
خاندان نبوتش گم شد
سگ اصحاب نیف روزے چند
پے نیکاں گرفت و مردم شد

المختصر اخلاق قابل زوال ہیں البتہ ان کا زائل کرنا دشوار بلکہ ناقابل ادراک حد تک مشکل و دشوار ہے اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کہ آپؐ نے چند سالوں میں عربوں کے ایسے عادات و اخلاق کو بدل دیا جو ایمان و یقین کا درجہ رکھتے تھے، جن کے مطابق عمل کرنا نیکی و سعادت سمجھا جاتا تھا اور جو سالہا سال سے بلکہ صدیوں سے دل و دماغ میں سمائے ہوئے تھے۔

جو لوگ کہتے ہیں کہ اسلام دنیا میں بزورِ تلوار پھیلا وہ اپنے ضمیر کو دھوکہ دیتے ہیں اور حقیقت کو چھپانے کی سعی لاحاصل کرتے ہیں۔ ان کا ضمیر جس کو وہ دھوکہ دیتے ہیں جانتا ہے کہ ظلم و تشدد سے نہ کسی قوم کے عقائد کو بدلا جا سکتا ہے اور نہ ان کے دیرینہ اخلاق کے اضداد ان کے دلوں میں ڈالے جا سکتے ہیں۔

اعتقادات کا تعلق خالصتاً دل سے ہوتا ہے۔ یہ کسی دلیل یا جبر و تشدد کے تابع نہیں ہوتے اور نہ انہیں دلائل و براہین یا تلوار و تفنگ کے ذریعے بدلا جا سکتا ہے۔

قبل اس کے کہ ہم بتائیں کہ اسلام دنیا میں کس طرح پھیلا، بزورِ تلوار یا اپنی صداقت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق عظیم سے، ہم یہاں اس بارے میں چند غیر جانبدار دانشوروں کے تاثرات برائے ملاحظہ پیش کرتے ہیں۔

مہاتما گاندھی فرماتے ہیں۔

''حضرت محمدؐ کی زندگی فقیرانہ تھی۔ آپؐ دنیا میں بڑی سے بڑی دولت جمع کر سکتے تھے۔ نبی

Marfat.com

کے خلوص، سادگی، انکسار اور فرض شناسی نے ہر ایک کو آپ کا گرویدہ بنا دیا۔ خدا پر مکمل بھروسے نے ہی تلوار کے زور کے بغیر آپ کو اسلام کی اشاعت میں کامیاب بنایا اور یہی وہ اوصاف ہیں جن کی بدولت مسلمان تمام پابندیوں اور رکاوٹوں کے باوجود پیشقدمی کرتے چلے گئے۔''

ڈاکٹر لیبڈ یر منگھم لکھتے ہیں۔

''مجھ کو کسی وقت بھی یہ خیال نہیں ہوا کہ اسلام کی ترقی تلوار کی مرہونِ منت ہے۔ نہیں، بلکہ اسلام کی کامیابی حضرت محمدؐ کی سادہ بے لوث زندگی، ایفائے عہد، اصحاب اور پیروؤں کی غیر معمولی حمایت، توکل خدا اور ذاتی جرأت و استقلال سے وابستہ ہے۔''

''اللہ اکبر۔ اگر محمدؐ اس کے رسول برحق نہ تھے تو اب تک پھر کوئی رسول دنیا میں آیا ہی نہیں۔'' (مسٹر اسکارٹ مصنف اخبار اندلس)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تیرہ سالہ نبوت کی مکی زندگی، جیسا کہ آپ پیشتر ازیں پڑھ چکے ہیں، آپؐ کے عزم و استقلال، صبر و تحمل اور توکل علی اللہ کا بینظیر نمونہ و مُرقع ہے۔ وہ کون سا حربہ ہے جو قریش نے آپ کو دکھ دینے اور دین حق کی اشاعت سے باز رکھنے کیلئے استعمال نہ کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کسی سے کوئی تعرض کیا نہ کسی پر ہاتھ اٹھایا۔ وہ لوگ جو اس عرصے میں مسلمان ہوئے، اس سے اسلام کو بزورِ شمشیر پھیلا، کہنے والے بھی انکار نہیں کر سکتے کہ وہ فقط عقائد اسلام کی صداقت و خوبی اور رحمتہ للعالمین کے خلق عظیم سے متاثر ہو کر حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے تھے۔

اگر کوئی عقیدہ کسی شخص پر بزورِ تلوار ٹھونسا جا سکتا تو وہ بزورِ شمشیر اس سے چھڑایا بھی جا سکتا ہے۔ کیا گرم ریت پر بلکہ دہکتے کوئلوں پر لٹانا، بھوکے رکھنا، مارنا اور سخت سے سخت اذیتیں اور سزائیں دینا تلوار سے کم ہیں مگر نہ ان عشاق رسول اللہؐ نے جن پر بے پناہ ظلم و ستم کئے گئے اسلام سے منہ موڑا اور نہ مشرکین کے مظالم دیکھنے والے، جن کے دلوں میں اسلام کی صداقت اتر گئی، اسلام قبول کرنے سے باز رہے۔ روز بروز شمع رسالت کے پروانوں کی تعداد بڑھتی گئی۔ یہ اسلام کی صداقت اور رحمتہ للعالمین کے خلق عظیم کا عظیم معجزہ ہے۔

مدنی زندگی میں جب کفار و مشرکین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جنگ مسلط کر دی، آپ کو لڑائی کیلئے مجبور کر دیا تو کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان سے ڈر کر تبلیغ دین حق چھوڑ

Marfat.com

دیتے اور ان کی اطاعت قبول کر لیتے اور وہ مسلمان جو طرح طرح کی اذیتوں سے نہ گھبرائے، جنہوں نے دہکتے کوئلوں پر کلمۂ توحید پڑھا، کیا ان کا مقابلہ نہ کرتے، خاموشی سے گردنیں جھکا دیتے کہ یہ لو! ہمیں قتل کر دو یا فوراً اسلام سے دستبردار ہو کر بت پرست ہو جاتے۔

اگر تعصب کو چھوڑ کر ٹھنڈے دل سے غیر جانبدارانہ دیکھا جائے تو صاف نظر آئے گا کہ اذیتیں دینے، دولت و ثروت کا لالچ دینے اور شہید کرنے کے منصوبوں میں ناکام ہونے کے بعد کفار نے اسلام کو جب اپنی صداقت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خلق عظیم سے ترقی کرتے اور پھیلتے دیکھا تو اسے بزورِ تلوار مٹانا چاہا تھا۔ جنگ بدر، جنگ احد، جنگ احزاب، جنگ حنین وخیبر، اسلام کو بزورِ تلوار مٹانے کی کوششیں تھیں جو لشکر کی کثرت اور سامان کی فراوانی کے باوجود ناکام ہوئیں لیکن جس کو اسلام کی ترقی نہ بھائی، اس نے دل کو دھوکا دینے اور دنیا کی آنکھوں میں دھول ڈالنے کی غرض سے کہہ دیا کہ اسلام دنیا میں بزورِ تلوار پھیلا۔

حقیقت یہ ہے کہ شمع روشن ہو تو پروانوں کو اس کے نزدیک جانے اور جانیں نثار کرنے سے دنیا کی کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔ بعینہٖ اللہ تعالیٰ کا نور یعنی شمع رسالت روشن ہوئی۔ اس پر طرح طرح کے مصائب و آلام کی آندھیاں چلیں، اللہ کے نور کو بجھانے کی کوشش کرنے والوں نے کوئی دقیقہ و فروگزاشت نہ کیا لیکن شمع روز بروز روشن سے روشن تر ہوتی گئی۔ پروانے اس پر اپنی جانیں قربان کرنے کیلئے آنے لگے۔ دشمنوں نے ان کو بھی سخت پریشان کیا، دکھ دیئے، تکلیفیں پہنچائیں، جور و ظلم کا نشانہ بنایا لیکن شمع رسالت کے پروانے کسی طرح بھی نہ رکے بلکہ جوق در جوق اور فوج در فوج آنے لگے اور اپنی جانیں اس پر نثار کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ کا نور چمکا اور اس نے تمام عالم کو روشن کر دیا۔ لاتعداد بتوں کی پرستش کرنے والوں کو خدائے واحد و لاشریک کا قائل و پرستار، کاذب کو صادق، ظالم و ستمگار کو رحم دل، چور کو سادھ، ڈاکو کو محبّ خلائق، زانی و بدکردار کو پاکباز و نیک، مغرور و متکبر کو منکسر المزاج اور غریب پرور بنا دیا۔ یہ رحمۃ للعالمین کے خلق عظیم کا معجزہ اور اسلام اور اس کی صداقت کا بین ثبوت ہے۔

اگر کوئی شخص مذکورہ حقائق کے باوجود بھی یہ کہے کہ ''اسلام دنیا میں بزور تلوار پھیلا'' تو اس کی مرضی۔ ہم اسے کیا کہہ سکتے ہیں مگر یہ کہ۔

فبای حدیثٍ بعدہ یومنُون

Marfat.com

''پس کس بات سے، اس کے بعد وہ ایمان لائیں گے۔''

ایک روز ابوجہل، ولید بن مغیرہ، اسود بن عبد یغوث، عاض بن وائل سہمی وغیرہ سردارانِ قریش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ رات کا وقت تھا۔ چودھویں کا چاند پوری آب وتاب سے آسمان پر جلوہ افروز تھا۔ انہوں نے کہا۔

''اگر آپ خدا کے سچے رسول ہیں تو کوئی خاص نشانی دکھائیں۔'' ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے اس خیال سے کہ آسمان پر کسی کا تصرف نہیں ہوسکتا کہا۔

''اگر آپ چاند کے دو ٹکڑے کر دیں تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ جل شانہ کی درگاہ عالیہ میں دعا کی اور انگشت شہادت سے چاند کی طرف اشارہ فرمایا۔

چاند اسی وقت دو ٹکڑے ہو گیا۔ سردارانِ قریش حیرت زدہ آنکھوں کو ملتے، کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب اور کبھی چاند کے دو ٹکڑوں کی طرف دیکھتے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اشھدوا، اشھدوا، یعنی تم گواہ رہنا تم گواہ رہنا۔

مشرکین کہنے لگے۔ ''محمدؐ نے ہم پر جادو کر دیا ہے۔''

دوسرے روز انہوں نے اطرافِ مکہ سے آنے والے لوگوں سے دریافت کیا۔ انہوں نے تصدیق کی اور کہا۔ ''ہم نے چاند کو ٹکڑے ہوتے دیکھا تھا۔''

قریش نے یہ عظیم معجزہ دیکھا لیکن حسب عادت اسے جادو کہہ کر ایمان لانے سے انکار کر دیا۔

سورہ القمر میں اللہ تعالیٰ نے اس معجزے کا ذکر فرمایا ہے۔

اقتربت الساعة وانشق القمروان یروا اٰیة یعرضوا و یقولوا سحر مستمر.

''قریب آ گئی وہ گھڑی (قیامت) اور پھٹ گیا چاند اور اگر دیکھتے ہیں (کافر) کوئی نشانی تو انکار کرتے ہیں (ایمان لانے سے) اور کہتے ہیں یہ جادو ہے ہمیشہ رہنے والا۔''

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج شریف کا حال بیان فرمایا اور کفار نے بیت المقدس کے متعلق چند سوالات کئے، جن کے صحیح جواب ان کو مل گئے تو انہوں نے ایک قافلے کے بارے میں جو بغرض تجارت شام کو گیا ہوا تھا دریافت کیا کہ وہ کب آئے گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

''وہ قافلہ چہارشنبہ کے روز داخل مکہ ہوگا۔''

چہارشنبہ کا دن جس روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق اس قافلے کو آنا تھا ختم ہونے لگا، سورج غروب ہونے کے قریب ہوا تو قریش چہ میگوئیاں کرنے لگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھ کر دعا کی، سورج جہاں تھا وہیں رک گیا تا آنکہ وہ قافلہ شہر میں داخل ہوگیا۔

حضرت اسماء بنت عمیسؓ سے مروی ہے کہ ایک روز عصر کا وقت تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؓ کی گود میں سر مبارک رکھے لیٹے ہوئے تھے کہ وحی کا نزول ہوا۔ حضرت علیؓ نے ابھی عصر کی نماز ادا نہیں کی تھی۔ سورج غروب ہوگیا۔ وحی کے اختتام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے پوچھا۔

''عصر کی نماز پڑھ لی؟''

انہوں نے عرض کیا۔ ''نہیں۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی۔ ''اے اللہ! علیؓ تیرے رسول کی اطاعت میں تھا۔ آفتاب کو واپس لا تا کہ وہ نماز عصر ادا کر سکے۔''

ان کا بیان ہے کہ سورج فوراً واپس آیا۔ حضرت علیؓ نے نماز پڑھ لی تو پھر غروب ہوا۔ شیخ جلال الدین سیوطی نے اس حدیث پر ایک مستقل رسالہ لکھا ہے جس میں اس کا صحیح ہونا ثابت کیا ہے۔

اس معجزے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرمانبرداری کی اہمیت بھی واضح ہوتی ہے۔

ایک دفعہ حضرموت کے کچھ افراد نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ ''ہمارے دل میں ایک بات ہے، آپ بتائیں کہ وہ کیا ہے؟''

Marfat.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''یہ تو کاہنوں کا کام ہے۔''

اس پر انہوں نے کہا۔ ''پھر ہمیں کس طرح معلوم ہو کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر سے کچھ کنکریاں اٹھائیں اور فرمایا۔ ''یہ گواہی دیں گی کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔''

اسی وقت ان کنکریوں نے آپؐ کے دست مبارک میں تسبیح پڑھی اور آپ کی رسالت کی گواہی دی۔ یہ دیکھ کر ان لوگوں نے کلمہ شہادت پڑھا اور ایمان لے آئے۔

حضرت عبادہؓ سے مروی ہے کہ ہم ایک دن حضرت انسؓ کے ہاں گئے۔ انہوں نے دسترخوان منگوایا اور لونڈی کو کہا۔ ''وہ رومال بھی لے آنا۔''

چنانچہ وہ ایک رومال لے آئی، رومال قدرے میلا تھا۔ حضرت انسؓ نے کہا۔ ''اسے تنور میں ڈال دو۔''

کچھ دیر کے بعد اس لونڈی نے وہ رومال تنور میں سے نکالا۔ ہم یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ وہ جلا نہیں بلکہ دودھ کی مانند سفید ہو گیا ہے۔ ہم نے حضرت انسؓ سے دریافت کیا کہ اس میں کیا راز ہے۔ انہوں نے بتایا کہ اس رومال کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ اپنے ہاتھوں اور چہرہ انور کو صاف فرمایا تھا۔ اس روز سے جب یہ میلا ہو جاتا ہے تو ہم اسے اسی طرح آگ میں ڈال دیتے ہیں اور صاف کر لیتے ہیں۔

اے دل ترسندہ از نار و عذاب
باچناں دست و لبے کن اقتراب

ایک دفعہ رات کے وقت حضرت قتادہؓ بن نعمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے۔ بارش ہونے لگی اور تادیر ہوتی رہی۔ جب بارش تھمی اور وہ جانے لگے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کھجور کی ایک شاخ دی اور فرمایا۔ ''یہ تمہارے لئے دس ہاتھ آگے اور دس ہاتھ پیچھے روشنی کرے گی۔ جب گھر پہنچو گے تو تمہیں وہاں کچھ سیاہی نظر آئے گی، وہ شیطان ہو گا، اسے اسی شاخ سے مار کے نکال دینا۔''

حضرت قتادہؓ کا بیان ہے کہ وہ شاخ جیسا کہ آپؐ نے فرمایا تھا میرے لئے روشنی کرتی گئی۔ جب میں گھر گیا تو مجھے ایک سیاہ چیز نظر آئی۔ میں نے اس شاخ سے اسے مارا تو وہ

Marfat.com

بھاگ گئی۔

حضرت تعلبہ بن ابی مالکؓ سے منقول ہے کہ ایک شخص نے ایک اونٹ خرید کر ایک کمرے میں رکھا۔ جب وہ اسے کام پر لگانے کیلئے وہاں سے نکالنے لگا تو وہ اسے مارنے دوڑا۔ اس نے دوڑ کر اپنی جان بچائی اور جلدی میں اس کمرے کا بیرونی دروازہ بند کر لیا۔ بہت سے لوگ وہاں جمع ہو گئے۔ اتفاق سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ادھر سے گزر ہوا۔ اونٹ کے مالک نے آپ سے اس کا ذکر کیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''کمرے کا دروازہ کھول دو۔''

لوگوں نے کہا ہمیں ڈر ہے ایسا نہ ہو کہ وہ آپؐ پر حملہ کر دے۔ آپؐ نے فرمایا نہ ڈرو بلاخوف دروازہ کھول دو۔ چنانچہ دروازہ کھول دیا گیا۔ اس اونٹ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو باہر نکل کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سجدے میں گر گیا۔ لوگوں نے اونٹ کو سجدہ کرتے دیکھ کر عرض کیا۔

''یارسول اللہ! جب یہ جانور آپ کو سجدہ کرتا ہے تو ہمارا اس سے زیادہ حق ہے کہ آپ کو سجدہ کریں۔''

آپؐ نے فرمایا۔ ''نہیں، اگر سجدہ جائز ہوتا تو میں عورتوں کو حکم دیتا کہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں۔'' (زرقانی، علی المواہب)۔

شروع شروع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں درخت کے ایک ستون کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ فرمایا کرتے تھے۔ بعد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ایک مقام پر ایک منبر بنا دیا گیا۔ جس روز پہلی دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس منبر پر جلوہ افروز ہوئے تو وہ ستون زور زور سے ہلا اور اس میں سے نالہ وزاری کی آواز سنائی دینے لگی۔ تمام لوگ جو وہاں موجود تھے سخت حیران ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر سے اتر کر اس پر اپنا دست مبارک رکھا تو وہ ساکن و خاموش ہوا۔ اس ستون کو اس کی اسی نالہ وزاری کی وجہ سے حنانہ (تڑپنے والا، نہایت نرم دل) کہتے ہیں۔ یہ معجزہ اکثر صحابہ سے مروی ہے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بعد میں منبر کے متصل دفن کرا دیا۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک روز بھوک اور پیاس سے نڈھال سرراہ بیٹھا

Marfat.com

تھا۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ وہاں سے یکے بعد دیگرے گزرے مگر انہوں نے میری حالت کو نہ پہچانا۔ کچھ دیر کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ادھر سے گزر ہوا۔ آپؐ نے مجھے دیکھ کر تبسم فرمایا اور مجھے ساتھ چلنے کو کہا۔ میں ساتھ ہولیا۔ گھر پہنچے تو وہاں دودھ کا ایک پیالہ دیکھا جو کسی جاں نثار نے ہدیۃً بھیجا تھا۔ آپؐ نے مجھے فرمایا کہ اہل صفہ کو بلا لاؤ۔

ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ میں تمام اہل صفہ کو بلا لایا۔ میں دل ہی دل میں کہہ رہا تھا کہ اگر یہ دودھ مجھے مل جاتا تو میرا کچھ بن جاتا، بھلا اب مجھے کیا ملے گا۔ جب اصحابِ صفہ آکر بیٹھ گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا۔

''ابوہریرہؓ یہ پیالہ لو اور ان سب کو دودھ پلاؤ۔'' میں نے تعمیل ارشاد کی۔ وہ پیالہ ایک کو دیا وہ پی کر سیر ہو گیا تو دوسرے کو دیا۔ اس نے پی لیا تو تیسرے کو دیا۔ اسی طرح باری باری سے تمام اصحاب صفہ نے اس پیالے میں سے سیر ہو کر دودھ پیا مگر پیالہ بدستور بھرا ہوا تھا۔ جب سب پی چکے تو میں نے وہ پیالہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کر دیا۔

آپؐ نے فرمایا۔ ''ابوہریرہؓ اب میں اور تم رہ گئے یہ لو اب تم پیو۔'' میں نے بیٹھ کر اس میں سے دودھ پیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''اور پیو۔''

میں نے پھر اسے منہ سے لگا لیا۔ جب میں نے چھوڑا تو آپؐ نے فرمایا۔

''ابوہریرہؓ اور پیو۔'' میں نے عرض کیا۔

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے اب تو ذرا بھر بھی گنجائش نہیں۔'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے وہ پیالہ لے کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور بسم اللہ پڑھ کر اسے ختم کر دیا۔

یہ ہے رسالت الٰہیہ دنیا میں، جس کی مثال ممکن نہیں۔ یوں نہیں فرمایا کہ ابوہریرہؓ کچھ دیکھا [illegible] کا شکر ادا کیا اور دل و زبان سے کہا۔

ربنا لک الحمد.

اسلام کے معنی ہیں اطاعت و فرمانبرداری لیکن عرف عام میں اسلام چند عقائد کا نام ہے جن کو مذہب کی اصطلاح میں ایمان کہتے ہیں اور جن کے ماننے والے اور ان کے مطابق

عمل کرنے والے کا نام اللہ تعالیٰ نے مسلمان رکھا ہے۔

هوسمّٰكم المسلمين (حج 78)

اس نے (اللہ تعالیٰ نے) تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔

ایمان سے مراد ہے زبان اور دل سے اقرار کرنا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ واحد و لاشریک ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں۔ ان کے بعد کوئی نبی نہیں وہ خاتم الانبیاء ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے فرشتے برحق ہیں۔

قرآن مجید، توریت، زبور، انجیل اور دیگر صحائف جو انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوئے سب اللہ تعالیٰ کا کلام ہیں۔

مرنے کے بعد انسان کو زندہ کیا جائیگا اور اس کے اعمال کا محاسبہ ہوگا۔

اس میں شک نہیں کہ ایمان سے مقصود اصلی اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت ہے جو خالق ہے، معبود حقیقی ہے اور مرنے کے بعد زندہ ہو کر جس کے سامنے پیش ہونا ہے لیکن چونکہ ہمیں معلوم نہ تھا اور نہ معلوم ہو سکتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے مراد کیا ہے اور اس کا طریقہ کیا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس زندگی کو اپنی اطاعت و فرمانبرداری کا بہترین نمونہ قرار دیا اور فرمایا۔

لقد كان لكم فى رسول الله اسوة حسنة

تمہارے لئے رسول اللہ کی زندگی میں عمدہ نمونہ ہے۔

اور پھر واشگاف الفاظ میں فرما دیا۔

ومن يطع الرسول فقد اطاع الله.

اور جو رسول اللہ کی اطاعت کرتا ہے یا کرے گا اس نے (گویا) اللہ کی اطاعت کی۔

پس اللہ تعالیٰ کی اطاعت کوئی علیحدہ عمل نہیں بلکہ اس سے مراد ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرمانبرداری ہے اور یہی ایمان باللہ کا مقصود اصلی ہے۔

Marfat.com

اطاعت سے مراد خلوص دل اور محبت سے فرمانبرداری کرنا ہے۔ سزا کے خوف اور جزا کی امید سے فرمانبرداری بھی اطاعت تو ہے مگر بہت ادنیٰ درجے کی انسان صحیح معنوں میں ایسی ہستی کی اطاعت کرتا ہے جس کے ساتھ اسے محبت ہو اگر محبت نہیں تو فرمانبرداری بھی فی الحقیقت اطاعت نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

لایومن احد کم حتی اکون احب الیه من والدہ وولدہ والناس اجمعین.

تم میں سے کوئی بھی مومن نہیں ہوتا جب تک میں اس کیلئے اس کے باپ، اس کے بیٹے اور تمام بنی نوع انسان سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

المختصر جس شخص نے (یعنی مسلمان نے) اپنے محبوب (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر) ذرہ بھر بھی نکتہ چینی کر دی وہ ..... عاشق نہیں (یعنی مسلمان .....)

بنائے اسلام پانچ امور ہیں جن کی پابندی سے کسی شخص کا مومن و مسلمان ہونا ظاہر ہوتا ہے: کلمہ طیبہ، نماز پنجگانہ، روزہ، زکوۃ اور حج بیت اللہ۔

مذکورہ بالا پنجگانہ بنائے اسلام کے علاوہ ہر مسلمان کیلئے صرف ان ہی امور کا جاننا ضروری ہے جن سے اسے اپنی روزانہ زندگی میں واسطہ پڑتا ہے۔ متشابہات کے جھگڑے میں پڑنا عام آدمی کا کام نہیں۔ علماء جن کا مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق بنی اسرائیل کے انبیاء کے برابر ہے، وہ اختلافی مسائل میں الجھیں، باہم ایک دوسرے سے جھگڑا کریں تو اس کے وہ خود ذمہ دار ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

هوالذی انزل علیک الکتاب منه آیت محکمات هن ام الکتاب و اخر متشابهات ط فاماالذین فی قلوبهم زیغٌ فیتبعون ماتشابه منه ابتغاء الفتنة وابتغاء تاویله وما یعلم تاویله الاالله والراسخون فی العلم یقولون امنابه کل من

Marfat.com

عندربنا وما یذکر الا اولوا الالباب○ ربنا لاتزغ قلوبنا بعد
اذھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمة انک انت الوھاب

(آل عمران 7)

''وہ ہے جس نے اتاری تم پر کتاب اس کی بعض آیات محکم ہیں وہ اس کتاب کی اصل ہیں اور دوسری متشابہ ہیں۔ پس جن کے دلوں میں کجی ہے وہ پیروی کرتے ہیں ان کی جو متشابہ ہیں۔ اس میں سے فتنہ اور (اپنی مرضی کے) معنی تلاش کرنے کیلئے اور کوئی نہیں جانتا اس کے معنی سوائے اللہ کے اور مضبوط علم والے کہتے ہیں ہم ایمان لائے اس پر یہ سب ہمارے اللہ کے پاس سے ہے اور نصیحت نہیں قبول کرتے سوائے عقلمندوں کے اے ہمارے رب ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کرنا بعد اس کے کہ ہدایت دی ہمیں اور عطا فرما ہمیں اپنے پاس سے رحمت۔ بے شک تو بہت بخشش کرنے والا ہے۔''

راسخون فی العلم سے فلاسفر یا سائنسدان مراد نہیں اور نہ سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ کر دکھانے والے منطقی و شعلہ بیان مناظر مراد ہیں بلکہ یہ لقب ایسے مومنوں کو دیا گیا ہے جن کا ایمان اللہ تعالیٰ جل شانہ پر پختہ ہے۔ جو کہتے ہیں کہ ''متشابہات بھی اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔''

پس جس آیت کے ایک سے زیادہ معنی نکلتے ہیں وہ اس کے درپے نہیں ہوتے، اس میں الجھتے نہیں وہ کہتے ہیں کہ

''یہ آیت بھی ہمارے رب کی طرف سے ہے اور اس کا صحیح مفہوم بھی وہی جانتا ہے۔ ہمیں یہ حق نہیں پہنچتا کہ اس کے ایک معنی کے متعلق درست ہونے کا اور دوسرے کے متعلق غلط ہونے کا فیصلہ دیں۔''

مولانا روم فرماتے ہیں۔

ماز قرآن مغز را برداشتیم
استخوان پیش سگاں انداختیم

اس شعر میں تین استعارے ہیں یعنی تین ایسے اسماء ہیں جو اپنے لغوی معنوں میں

Marfat.com

استعمال نہیں ہوئے۔

اول مغز، دوم استخوان اور سوم سگاں۔ مغز سے آیاتِ محکمات، استخواں سے آیاتِ متشابہات اور سگاں سے متشابہات کی تاویلیں کرنے اور جھگڑا کرنے والے مدعیانِ علم مراد ہیں۔ اب مذکورہ شعر کا مفہوم واضح ہو گیا یعنی ہم نے قرآن پاک میں سے مغز یعنی آیاتِ محکمات لے لیں اور ہڈی یعنی آیاتِ متشابہات کتوں یعنی فتنہ پرداز مدعیانِ علم کے سامنے پھینک دی۔

تا سگاں را وجوہ پیدا نیست
مشفق و مہربان یکدگر بدرند
لقمہ درمیانِ شاں انداز
تا تہی گاہِ یکدگر بدرند

(سعدی)

متشابہات کے درپے فقط وہی لوگ ہوتے ہیں جن کے دلوں میں کجی ہوتی ہے، جو اسلام میں فتنہ وتفرقہ پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ یہ فیصلہ اللہ تعالیٰ کا ہے کسی انسان کا نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے متشابہات میں الجھنے والوں اور راسخون فی العلم کا طریق کار بیان کر کے فرمایا کہ وہ (راسخون فی العلم) عاجزی سے دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم پر رحم کرنا، ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کرنا یعنی متشابہات میں الجھنے سے بچانا۔

قرونِ اولیٰ کے مسلمان اپنے اعمال کو قرآنِ پاک کے مطابق ڈھالتے تھے، نیکیاں کرتے تھے اور ڈرتے تھے لیکن موجودہ دور کے بیشتر مسلمان گناہ کرتے ہیں اور دلیر و نڈر ہوتے ہیں اور علماء جن کے دلوں میں کجی ہوتی ہے اپنے قابل گرفت اعمال کے جواز کے لئے آیاتِ قرآنِ حکیم کی تاویلیں کرتے ہیں، ڈرتے مطلق نہیں بلکہ الٹا اپنے تبحر علمی کی داد کے خواہاں ہوتے ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق کے کندھوں پر جب خلافت رسول اللہ کا بوجھ ڈالا گیا تو انہوں نے اپنے سب سے پہلے خطبے میں کہا۔

"اے لوگو! میری اطاعت تم پر صرف اسی وقت تک واجب ہے جب تک میں اللہ اور

Marfat.com

اللہ کے رسول کی اطاعت میں رہوں۔ جب میں اللہ اور اللہ کے رسول کی نافرمانی کروں تو تم پر میری اطاعت واجب نہ ہوگی۔"

لیکن بعض علماء نے جب یزید جیسے فاسق و فاجر حاکم کو خوش کرنے کیلئے اور اس کے بدلے میں انعامات حاصل کرنے کی غرض سے قرآن حکیم کی آیت "اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول وا ولوا الامر منکم" کی تاویل کرتے ہوئے اس کے حکم کی اطاعت کا پہلو نکالا اور حکم بھی یہ دیا کہ "میری بیعت کرو" اور حضرت امام حسینؓ کے اس کی بیعت کرنے سے انکار کو اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی قرار دیا تو اس کا نتیجہ جو برآمد ہوا وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔

غلام احمد صاحب قادیانی کو لیجئے انہوں نے اپنی خواہش کے مطابق چھٹے پارے کی آیت

وماقتلوہ یقیناًo بل رفعہ اللہ الیہ کان اللہ عزیزاً حکیماً.

"انہوں نے اس (عیسیٰ کو) قتل نہ کیا یقینی بات ہے بلکہ اللہ نے اس کو (عیسیٰ کو) اٹھالیا اپنی طرف اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔"

کی تاویل کر کے ایک عظیم فتنہ کھڑا کر دیا۔ دنیا بھر کے مسلمانوں کو جن کا اعتقاد تھا بلکہ ہے کہ

از بہر شفاعت چہ اولوالعزم چہ مرسل
درحشر زندہ دست بدامانِ محمدؐ

بلا استثنیٰ کافر اور جہنمی قرار دیدیا یہ کہہ کر کہ میں یہ ہوں اور میں وہ ہوں (جس بات کا بھی دعویٰ کیا) پس جو شخص مجھے یہ اور مجھے وہ نہ مانے گا اور میری اطاعت نہ کرے گا اس کی نجات ہرگز نہ ہوگی، خواہ وہ حسب ارشاد باری تعالیٰ ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ (جس نے اطاعت کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس نے اطاعت کی اللہ تعالیٰ کی) اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحیح معنوں میں اطاعت گزار ہی کیوں نہ ہو۔

عوام جو کہ قرآن پاک کی تعلیم سے بے بہرہ تھے، اس کے جال میں پھنس گئے اور جو "والذین فی قلوبھم زیغ." کے مصداق تھے وہ شریک فتنہ ہو گئے۔

قرآن پاک تو دین اسلام کی تکمیل کا دعویٰ کرتا ہے، اگر دین اسلام نامکمل تھا، اس میں کوئی کمی تھی تو اللہ تعالیٰ نے یوں واشگاف الفاظ میں کیوں فرمایا۔

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی

Marfat.com

''آج میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا اور پوری کر دی تم پر اپنی نعمت۔''

دین مرزائیت یا احمدیت، جو نام بھی انہوں نے اپنے دین و مذہب کا رکھا، اگر اللہ تعالیٰ کو تیرہ سو سال کے بعد مقبول ہونا تھا تو واضح الفاظ میں دین اسلام کا نام لے کر یہ کیوں ارشاد فرمایا۔

ورضیت لکم الاسلام دینا اور **ومن یتبغ غیر الأسلام دینا فلن یقبل منه.**

اور اگر نبوت کا دروازہ یا کوئی دریچہ بدستور کھلا تھا، نبیوں کو دنیا میں ابھی مبعوث فرمانا تھا تو آنحضرت (فداہ ابی وامی) صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاتم النبیین کا خطاب کیوں عطا فرمایا اور

ما ینطق عن الھوی ان ھوالا وحی یوحی

جن کی شان میں نازل ہوا انہوں نے ''لا نبی بعدی'' کیسے فرمایا؟ یہ کیوں نہ فرمایا کہ نبی، کرشن، مجدد، مسیح موعود وغیرہ آتے رہیں گے بلکہ ایک ہی شخص سب کچھ ہونے کا دعویدار بھی آئے گا۔ اگر تم نے ایسے کرشنوں، مجددوں اور نبیوں کی اطاعت نہ کی تو یاد رکھو مجھ پر اور مجھ سے پہلے آنے والے تمام انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانا اور میری پیروی کرنا سب بے سود اور بے کار ہو جائے گا۔

یہ تاثر جو نبی قادیانی نے اپنے پیروؤں کو دیا کہ نبوت کا دروازہ بند نہیں ہوا اور نہ کبھی بند ہو گا اس کیلئے انہوں نے ''**اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم.**'' کی تاویل یوں فرمائی۔

سورۂ النساء میں ارشاد ہے۔

انعام یافتہ لوگوں کی فہرست میں انبیاء علیہم السلام بھی شامل ہیں اور ہم روزانہ کئی دفعہ دعا کرتے ہیں۔ ''**اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم.**'' تاکہ اس راہ پر گامزن ہو کر ہم بھی صدیق، شہید یا نبی بن جائیں۔ اگر رہِ مستقیم پر چل کر جس کی ہم استدعا کرتے ہیں کوئی شخص شہید یا صدیق بن سکتا ہے تو کیا نبی نہیں بن سکتا؟ یقیناً نبی بھی بن سکتا ہے۔

ان کے خیال میں شاید اکثر انبیاء علیہم السلام اسی قسم کی دعائیں کر کر کے درجۂ نبوت پر فائز ہوئے تھے بلکہ ہر شخص گناہ صغیرہ و کبیرہ کا مرتکب بھی **اھدنا الصراط المستقیم** کی برکت سے (صدیق یا شہید بنے یا نہ بنے) نبی ضرور بن سکتا ہے۔ خود غلام احمد صاحب قادیانی بھی شاید اسی دعا کی برکت سے نبی بنے ہوئے تھے۔

اسلام ہر لحاظ و ہر اعتبار سے ایک مکمل مذہب ہے۔ اس میں کسی قسم کی کمی بیشی یا ردوبدل کی مطلق ضرورت وگنجائش نہیں یہ دین چودہ سو سال کے بعد آج بھی ویسا ہی پاکیزہ، سادہ اور مکمل ہے اور تا ابد آلا بادر ہے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے مذکورہ ارشادات کے وقت تھا۔

طالب لعل و گہر نیست وگرنہ خورشید
ہم چناں در عمل معدن و کان است کہ بود

قرآنِ پاک میں ارشاد ہے۔

یاایھا الناس قدجاء تکم موعظة من ربکم.

پس جس امت کے پاس زندہ جاوید نصیحت کرنے والا، غلط قدم اٹھانے پر ہدایت، بیمار ہوں تو علاج شافی اور ہر قسم کی بے بسی و احتیاج کے عالم میں رحم وکرم کرنے والا موجود ہو، اسے اور کیا چاہئے، دین مکمل ہو، اللہ تعالیٰ نے پسند بھی محض اسی دین کو فرمایا ہو اور اس پر ہمارا ایمان بھی ہو، پھر بھی ہم اگر کسی عقلمند آدمی کے فریب میں آجائیں، کوئی نیا عقیدہ اختیار کرنے سے پہلے نہ قرآن حکیم کی طرف رجوع کریں نہ اس سے مشورہ لیں، نہ غور کریں اور نہ اس سے نصیحت حاصل کریں تو یہ قرآن پاک سے روگردانی و اعراض نہیں تو اور کیا ہے۔

سب سے بڑھ کر افسوس اس بات کا ہے کہ بیشتر علماء دین خود قرآن پاک کی تعلیم سے بے بہرہ ہیں۔ انہوں نے تو دین کے علم کو اپنی روزی کا ذریعہ بنالیا اور اس کے عقائد کو اپنے دیگر دنیاوی مقاصد کے حصول کیلئے استعمال کرنا شروع کر دیا۔ عوام کو کہہ دیا۔

''قرآن مجید کو اس کے معنی سمجھے بغیر پڑھنے کا بڑا ثواب ہے۔''

گویا کلامِ الٰہی محض ثواب حاصل کرنے کیلئے نازل ہوا تھا۔ ضروری عقائد اور ایسے مسائل جن کی عوام کو اشد ضرورت تھی نہ خود ان کو بتائے اور نہ معنی سمجھے بغیر پڑھ ثواب حاصل کرنے والوں کو کلام پاک میں کبھی نظر آئے۔ عوام کا کوئی مالک نہ رہا اور اگر ان کے ذہن میں کوئی تھا بھی تو اس کی شناخت نہ رہی لہٰذا آوارہ چوپایوں کی طرح جس عقلمند نے چاہا انہیں گھیر لیا اور اپنے تھان پر لے گیا۔

اللھم اغفر لامة محمدؐ۔ الٰہی محمدؐ کی امت کو بخش دے۔

اللھم ارحم الامة محمدؐ۔ الٰہی محمدؐ کی امت پر رحم کر۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے سچے ایمان والوں اور پرہیزگاروں کے اوصاف مندرجہ ذیل آیت میں قدرے تفصیل سے بیان فرما دیئے ہیں۔

لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من آمن باللہ والیوم الاخر والملائکۃ والکتاب والنبین ج واتی المال علی حبہ ذوی القربی و الیتمی والمساکین وابن السبیل ۙ والسائلین و فی الرقاب و اقام الصلوٰۃ واتی الزکوٰۃ والموفون بعھدھم اذا عاھدوا والصابرین فی الباسآء والضرّاءِ وحِینَ الْبَاس اُولٰئِکَ الذِین صَدَقُوا واُوْلَئِکَ ھُمُ المتقون. (البقرہ:۱۷۷)

''نیکی یہ نہیں کہ تم اپنے منہ پھیر لو مشرق کی طرف یا مغرب کی طرف لیکن نیکی (والے) وہ ہیں جو ایمان لائے اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور کتاب پر اور نبیوں پر اور مال خرچ کیا اس کی (اللہ تعالیٰ کی) محبت میں قرابت والوں پر، یتیموں پر، محتاجوں پر اور مسافروں پر اور مانگنے والوں پر اور گردنیں چھڑانے پر اور قائم کی نماز اور ادا کی زکوٰۃ اور پورا کرنے والے ہوئے اپنے عہد و پیمان جب بھی انہوں نے کوئی عہد کیا اور صبر کرنے والے ہوئے تنگی میں اور سختی میں اور (اللہ کی راہ میں) جنگ کے وقت وہی لوگ ہیں جنہوں نے سچ کر دکھایا (اپنا ایمان) اور وہی لوگ ہیں (سچے) پرہیزگار۔'' (البقرہ: 177)

کمال عبدیت و پرہیزگاری انہی تین چیزوں پر موقوف ہے۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے جن کا ذکر مذکورہ آیت میں پوری وضاحت سے فرما دیا۔ یعنی درستی ایمان و اعتقاد، حسن معاشرت اور تزکیہ نفس۔

کیا لیس البران تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب کا صرف یہی مطلب ہے کہ مشرق یا مغرب کی جانب منہ کرنا کوئی نیکی نہیں۔ کیا اس آیت کا مفہوم یہ نہیں کہ کوئی ظاہری اور غیر اہم عمل یا عقیدہ نیکی نہیں۔ مثلاً ناف پر یا سینے پر ہاتھ باندھ کر نماز ادا کرنا یا کوئی

Marfat.com

اور عمل کرنا جو بھی ہو (ان اعمال کے سوا جو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت میں نیکی کے تحت بیان فرمائے تھے) کوئی نیکی نہیں جس کی وجہ سے مسلمان باہم لڑتے، جھگڑتے، ایک دوسرے کو کافر اور مشرک قرار دیتے ہیں۔ ہم تفصیل میں جانا نہیں چاہتے اور نہ اختلافی مسائل کو یہاں چھیڑنا چاہتے ہیں۔ مجیب الدعوات کی درگاہِ عالیہ میں دست بدعا ہیں کہ الٰہی اسلام کے مختلف فرقوں کے علماء اور بااثر افراد کو توفیق عطا کر کہ وہ اپنے اپنے عقائد و اعمال پر جو اختلاف کا باعث ہیں قرآن حکیم اور احادیث نبوی کی روشنی میں غور کریں اور بے جا ضد اور تعصب کو چھوڑ کر متانت و سنجیدگی سے اپنے ضمیر کو کھنگالیں اور ان کا کوئی معقول حل تلاش کیں تا کہ "رحماء بینھم" کے زمرے میں شامل ہو سکیں۔ (آمین ثم آمین)

مذکورہ بالا اعمال کے علاوہ باہمی میل جول، لین دین، رشتہ ناطہ وغیرہ امور کے متعلق اسلام ہر حال میں دوسروں کے ساتھ بلاتفریق ایسا سلوک کرنے کی تلقین کرتا ہے جیسا دوسروں کی طرف سے اپنی ذات کیلئے پسند ہو۔ یہ انسانی معاشرت کا ایسا زریں اصول ہے جسے ہر قسم کے تمدنی و معاشرتی امور اور باہمی معاملات کے پرکھنے کی کسوٹی کہنا بجا ہے۔

المختصر ہر کام میں رحمتہ للعالمین کی اطاعت کرنا دین اسلام کی اصل ہے۔

اللہ تعالیٰ کے احکام کی پیروی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی نہیں کر سکا اور نہ کسی نے کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود اس امر کی تصدیق فرمائی جب کہ فرمایا۔

قل ان صلاتی ونسکی و محیای و مماتی للہ رب العالمین لاشریک لہ و بذلک امرت وانا اول المسلمین

(الانعام)

"(اے رسول) کہہ دے میری عبادات میری قربانی، میری زندگی اور میری موت سب اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔ جو رب العالمین ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے اول (زیادہ) حکم بردار ہوں۔"

مپندار سعدی کی راہِ صفا
تواں رخت جز درپے مصطفیٰ ﷺ

Marfat.com

سیرت رسول ہاشمی ﷺ

خاکپائے محمد ﷺ

پروفیسر ڈاکٹر
علامہ ایاز ظہیر ہاشمی

شائع کردہ

نظریۂ پاکستان اکادمی

615/B ڈھمیال روڈ ڈھکہ چوک، راولپنڈی

0301-5592550 - 0333-5329356

رجسٹرڈ آفس۔ آفس نمبر ۲ فرسٹ فلور اقرا سنٹر غزنی سٹریٹ

اردو بازار لاہور 0300-4416761

ناشر

خزینہ علم و ادب

الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور

۲۳۱۳۱۶۹